﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾

"یہ ذکر (یعنی قرآن مجید) ہم نے اتارا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں"۔

سائنس قرآن کے حضور میں

www.KitaboSunnat.com

مولف طارق اقبال سوہدروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انتساب

عالم اسلام کے مایہء ناز سپوت

محترم ڈاکٹر ذاکر نائیک کے نام

جنہوں نے مجھ سمیت لاکھوں اکرروڑں

انسانوں کو قرآن مجید کی حقانیت سے روشناس

کرایااور اس کی عظمت کو چاردانگ عالم میں پھیلادیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

الحمدُللہ محترم طارق اقبال سوہدروی کی مرتب کردہ کاوش

بنام سائنس قرآن کے حضور میں

کا بغور مطالعہ کیا بڑی مسرت ہوئی 'یہ عین میرے خواب وخیال کی مکمل تصویر تھی۔میں طارق اقبال صاحب کو اس نئے انداز کے ہدف کی تکمیل پردل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں۔ا اللہ اسے قبول کرے ،آپ کواور آپ کے اہل خانہ کو اجر عظیم سے نوازے۔

مزیدیہی خواہش ہے کہ وہ نوجوان جو جانتے ہیں کہ اپنی صلاحیتوں اور وقت کا بہترین استعمال اس زندگی کا تقاضاہے ،وہ اس کی تقلید میں آگے بڑھیں۔

والسلام

میر یعقوب علی خان

جامعہ الملک عبدالعزیز

کلیتہ علوم الارض ،جدہ

19جولائی 2006ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

سخن مؤلف 1

قرآن مجید ایک زندہ معجزہ 10

قرآن مجید کس طرح جمع ہوا... ایک مختصر جائزہ 18

کیا اسلام اور سائنس میں تضاد ہے 23

مسلمان سائنس دانوں کے کارنامے 30

مغرب میں سائنسی انقلاب کا زمانہ 33

مذہب اور سائنس میں تصادم کا دور 35

موجودہ حالات اورسائنس دان 36

مذہب اورسائنس کے متعلق سائنس دانوں کے تاثرات 38

باب نمبر1 45

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کائنات کیسے وجود میں آئی 46

کائنات کا پھیلاؤ..... 54

ہم یہ ناپ تول کیسے کرتے ہیں؟..... 59

باب نمبر2 64

نظام شمسی 65

سورج ساکن نہیں ہے..... 69

سورج بے نو ر ہو جائے گا..... 76

چاند کی روشنی منعکس کردہ ہے 83

اللہ مشارق اورمغارب کا رب ہے 89

چاند کا دوٹکڑے ہوناور جدید سائنس 92

باب نمبر3 97

زمین کی شکل کروی ہے..... 98

پہاڑ زمین کی سطح پر میخوں کی طرح..... 101

پہاڑوں کی نقل وحرکت..... 112

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سطح زمین پر سب سے پست ترین مقام..... 115

اور رومیوں کی فتح..... 115

کرہ ہوائی...ایک محفوظ چھت..... 119

1) زمین کی سطح پر ایک معتدل درجہ حرارت کی موجودگی اشد ضروری ہے۔ 121

2)پیداشدہ گرمی یاحرارت کو منتشر ہونے سے بچانے کے لیے ایک تہہ کی ضرورت ہے :
.....122

3) زمین کی کچھ تہیں قطبین اور خط استوا کے درمیان گرمی کے توازن کو برقرار رکھے
ہوئے ہیں : 123

زمین کا مقناطیسی میدان 125

کرہ ہوائی کی سات تہیں..... 127

ٹروپوسفئیر (Tropospher)َ۔ 127

سٹریٹوسفئیر(Stratosphere)۔.....128

میزو سفیئر(Mesosphere)۔.....129

تھر مو سفیئر (Thermosphere)۔.....129

زمین کا مرکز گرینچ یا مکہ المکرمہ 132

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین کی کششِ ثقل اورقرآن مبین 140

باب نمبر4 144

انسان کی مرحلہ وار تخلیق 145

پہلا مرحلہ : اور ہم نے انسان کو مٹی کے سَت سے پیدا کیا۔..... 146

دوسرا مرحلہ: پھر ہم نے اسے ایک محفوظ مقام (رحم مادر)میں نطفہ بنا کر رکھا۔..... 147

تیسرا مرحلہ:۔پھر نطفہ کو لوتھڑا بنایا:۔ 151

چوتھا مرحلہ جو کہ اس آیت میں بتایا گیا ہے "مضغة "کا مرحلہ ہے۔ 155

پانچواں اور چھٹا مرحلہ یعنی ہڈیوں اور گوشت کا بننا۔ 156

ساتواں اور آخری مرحلہ ہے : 160

ماں کے پیٹ کے تین تاریک پردے..... 162

1)۔ پہلی مادری شکمی دیوار (The Maternal Interior Abdominal Wall) 163

2)۔رحمی دیوار (The Uterine Wall) 163

3)۔غلاف جنین جھلی (The Amniochorionic Membrane) 164

زندگی میں انسان کے پہلا قدم رکھنے کی کہانی 165

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیضہ 167

نطفے او ریضے کا ملاپ 169

رحم مادر میں چمٹا ہوا جمے ہوے خون کا لو تھڑا 170

جنس کی شناخت 175

باب نمبر5 178

انسان کی پیشانی 179

انسانی پنجر اور ہڈیوں کی ساخت 186

انگلیوں کے نشانات 191

انسان کی جلد میں درد کو محسوس کرنے والا 196

دماغ کے اندر قوتِ گویّائی کا مرکز 204

انسانی فکروعمل میں قلب کا بنیادی کردار اور اسلام 209

انسانی دل کے اندر چھوٹا سادماغ..... جدید سائنسی تحقیق 209

دل اور دماغ کے مابین دوطرفہ گفتگو کا سائنسی ثبوت 211

دُمچی کی ہڈی (Coccyx) 218

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنین کی خلقت کے مراحل میں دُمچی کی ہڈی کا کردار 219

جلد کی بیرونی تہہ (Ectoderm): 220

جنین کی درمیانی بافتی تہہ(Mesoderm) : 220

جنین کی اندرونی تہہ(Endoderm): 220

جنین کی بناوٹ وتشکیل میں نقص (Malformation) 220

دُمچی کی ہڈی کو نقصان نہیں پہنچتا 221

باب نمبر6 224

سمندر میں میٹھے اور تلخ پانی کا وجود 225

سمندر کی تہوں میں اندھیرا اور اندرونی موجیں 229

باب نمبر7 233

پانی کا سائیکل 234

ہوا ،اللہ کے حکم کی تابع 241

بادل،اولے اور بارش کا میٹھا پانی 248

اولے کیا ہیں؟ 249

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بادلوں کی اقسام 257

باب نمبر8 260

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم الشان شاہکار : ایٹم 261

ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا 266

علم نباتات 268

لوہا زمین پر پایا جانے والا عنصر نہیں ہے 273

گھر میں کتے پالنا 276

باب نمبر9 281

شہد کی مکھی 282

پھولوں پر نشان لگانے کا طریقہ 287

شہد بیماریوں کے لیے شفا ہے 288

شہد اور جدید مشاہدات 289

شہد کا جوہر 292

باب نمبر10 294

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانور اورپرندے بھی انسانوں کی طرح 295

چیونٹیوں کے رہنے سہنے کا طریقہ..... 297

چیونٹیوں کی معاشرتی زندگی 298

ذات پات کا نظام 299

ایک مثالی ہیڈکوارٹر 300

کیمیائی پیغام رسانی یا ابلاغ..... 305

ابلاغ بذریعہ آواز 307

نسل کی بقا..... 308

کارکن چیونٹیوں کی قربانی 309

نتیجہ 309

پرندوں کی پرواز یا اڑان 311

پرندے ترکِ وطن کے لیے وقت کا انتخاب 313

توانائی کا استعمال..... 315

پرواز کے طریقے 316

بلند ی پر پرواز..... 316

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عمدہ حس سماعت 317

سمت کا ادراک 317

باب نمبر11 320

تم سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔القرآن 321

خنزیر(سؤر) کی حرمت کے سائنسی دلائل 325

باب نمبر12 330

قرآن مجید میں ہامان کا ذکر اور جدید تحقیقات 331

قرآن اور بائبل میں مصری حکمرانوں کے خطابات 335

ٹیلی پورٹیشن اور تخت بلقیس 340

ٹیلی پورٹیشن کیاہے؟ 340

انسانی ٹیلی پورٹیشن 342

قرآن مجید میں ٹیلی پورٹیشن کا ذکر موجود ہے ؟ 343

ابو لہب کے متعلق قرآن مجید کی پیشین گوئی 346

یہود کو دعوتِ مباہلہ 348

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرعون کی لاش کی دریافت اوراس کا محفوظ رہنا 350

باب نمبر13 354

ڈارون کا نظریۂ ارتقاء ایک دھوکہ ایک فریب..... 355

کیا انسان بندر کی اولاد ہے؟ 355

ارتقائی انسان کتنی مدت میں وجود میں آیا ؟۔ 357

1۔تنازع للبقاء (Struggle for Existence).....358

2۔دوسرا اصول طبعی انتخاب(Natural Selection).....358

3۔ماحول سے ہم آہنگی (Adaption).....358

4۔قانون وراثت (Law of Heritance).....358

جدید ڈارونزم" (Neo-Darwinism)..... 360

نظریہ ارتقاء پر اعتراضات 362

1۔زندگی کی ابتداء کیسے ہوگئی ؟..... 362

2۔ کوئی مخلوق اِرتقاء یافتہ نہیں..... 362

4۔بقائے اَصلح کی حقیقت 367

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اَندھی مچھلی 367
- اَندھا سانپ 368
- آسٹریلوی خارپُشت 368
- انسانی بچے کا دماغ 368

5۔ڈارون کے ارتقاء کے اصول 369

6۔رکاز(Palaentology)کی دریافت 369

7۔ پروٹین کی تشکیل کے مراحل 369

8:۔معجزاتی سالمہ : ڈی این اے 374

9:۔ہیومن جینوم پرو جیکٹ 377

اٹھانوے فی صد مماثلت ایک جھوٹا پروپیگنڈا ہے 377

انسان کا ڈی این اے کیڑے، مچھر اور مرغی سے بھی مماثل ہے 378

مماثلتیں ارتقا کا نہیں، تخلیق کا ثبوت ہیں 380

10۔ جینیاتی تبدّل ہمیشہ تخریبی ہوتا ہے 380

11۔ارتقاء پسندوں کی جعلسازیاں(تصویروں کے ذریعے دھوکے بازی): 381

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھوٹے رکازات بنانے کے لئے کئے گئے ”مطالعات“ : 382

پلٹ ڈاؤن آدمی (Piltdown Man) : 382

نبراسکا آدمی (Nebraska Man) : 383

12۔اَپنڈکس ہرگز غیرضروری نہیں..... 383

13۔۔اَصناف کا تنوّع 384

14۔سائنسی علوم کی عدم قبولیت..... 384

- طبیعیات 385
- ریاضی..... 385
- حیاتیات 385

نظریہ ارتقاء پر مغربی مفکرین کے تبصرے 387

نظریہ ارتقاء کی مقبولیت کے اسباب..... 389

نظریہ ارتقاء کی برصغیر میں درآمد اور منکرین قرآن 389

نظریہ ارتقاء کے حق میں قرآنی دلائل..... 391

1:۔پہلی دلیل سورہ نساء کی پہلی آیت ہے کہ 391

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2:۔دوسری دلیل سورہ علق کی ابتدائی دوآیات ہیں۔ 391

3۔ان حضرات کی تیسری دلیل سورہ نوح کی آیت 392

4۔چوتھی دلیل سورہ نوح کی یہ آیت ہے۔ 393

5۔پرویز صاحب کی پانچویں دلیل سورہ اعراف کی درج ذیل آیت ہے۔..... 393

نظریہ ارتقاء کےابطال پرقرآنی دلائل..... 395

پہلی دلیل۔تخلیق انسانی کے مراحل:۔..... 395

دوسری دلیل۔ 395

تیسری دلیل۔..... 396

چوتھی دلیل۔ 396

حرف آخر..... 398

باب نمبر14 399

قرآن میں ریاضیاتی معجزہ 400

اختتامی کلمات..... 406

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخن مؤلف

جو تتلیوں کے پروں پر بھی پھول کاڑھتا ہے

یہ لوگ کہتے ہیں اس کی کوئی نشانی نہیں

مارچ 2004ء میں ایک دن ٹیلی ویژن پر محترم ڈاکٹر ذاکر نائیک کا لیکچر "قرآن اور ماڈرن سائنس کے درمیان مطابقت یا عدم مطابقت" سنا تو ایک عجیب سا سکون محسوس کیا۔ پھر جوں جوں ان کے دوسرے لیکچرز سنے تو قرآن مجید کی حقانیت کا یہ منفرد پہلو روز روشن کی طرح مجھ پر عیاں ہو گیا۔ ایسے محسوس ہوا جیسے پیاسے کو پانی میسر آ جائے، یاس میں ڈوبے ہوئے کو امید کی کرن نظر آ جائے اور بے قرار دل کو یکایک قرار آ جائے۔

درحقیقت آج کے اس سائنسی اور مشینی دور میں دعوت کے اس انداز کی اشد ضرورت ہے تاکہ دلائل کی زبان سمجھنے والوں کو قائل کیا جا سکے۔ موجودہ دور میں جدید سائنس نے ہمیں یہ موقع فراہم کیا ہے کہ ہم عام طرزِ دعوت کے ساتھ جدید طرز دعوت کو بھی اپنائیں اور اسے منظم انداز سے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اس بات کا اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ دعوت کی یہ طرز انتہائی کٹھن اور مشکل ہے اور ہمیں اپنے قدم احتیاط کے ساتھ اٹھانا ہوں گے۔ میرے خیال میں اس کے لیے درج ذیل باتوں پر توجہ مرکوز رہنی چاہیے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1) یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ قرآن سائنس کی کتاب نہیں بلکہ یہ نشانیوں یعنی آیات کی کتاب ہے۔قرآن مجید کیا یک ہزار سے زاید آیات کا تعلق سائنس اور سائنسی اُمور سے ہے[1]۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے مثال قدرت اور اسرار ورموز کے متعلق انکشافات کیے ہیں۔ان کو بعض جگہ مفصل اور بعض جگہ اشارۃً بیان کرنے کے بعد انسان کو دعوتِ فکر دی ہے۔

2)ہمیں سائنس کو بطور کسوٹی قرآن مجید کو سچا ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ قرآن سائنس کی دلیلوں کا محتاج نہیں بلکہ سائنسی نظریات کی حقانیت یا ابطال کو پرکھنے کے لیے قرآن کریم سے رجوع کرنا نہایت ضروری ہے۔سائنسی نظریات انسان کی جانب سے کی جانے والی مادی تحقیق پر مبنی ہیں جن کا کسی ممکنہ نقص سے پاک ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا۔ایسی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ جن میں سائنسی بنیادوں پر پیش کیے جانے والے نظریات کو سائنس نے ہی باطل قرار دے دیا ہے۔اس میں کوئی دورائے نہیں کہ مسلمان کے لیے کسی چیز کے صحیح یا غلط ہونے اور پرکھنے کے لیے اصل کسوٹی "قرآن مجید" ہی ہے، سائنس نہیں۔ چنانچہ ہمیں صرف انہی سائنسی دریافتوں کا ذکر کرنا چاہیے جو واقعی دلائل اور ثبوت رکھتی ہیں، جبکہ سائنسی مفروضوں کے ذکر سے اجتناب کیا جائے۔

3)اس سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے جو قرآن اور سائنس کے مضمون کو پڑھتے ہوئے کسی کے ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر یہ سب کچھ قرآن مجید میں پہلے سے ہی موجود تھا تو تفاسیر میں ان کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا اور آج سائنس کے بتانے کے بعد یہ کیوں کہا جارہا ہے کہ یہ باتیں تو 14 سو سال پہلے ہی قرآن مجید میں موجود تھیں۔ درحقیقت عربی زبان بڑی جامع اور وسیع زبان ہے۔ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہیں نیز کائنات کے اسرار ورموز سے اس وقت کے مسلمان ناواقف تھے۔علاوہ ازیں کسی بھی انوکھی چیز کو سمجھنے یا سمجھانے کے لیے کسی قرینے یا علم کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ قرینہ یا علم جو آج ہمیں سائنس کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔سابقہ ادوار کے مفسرین کرام اس سے محروم تھے چنانچہ ہر مفسر نے اپنے دور کے علم اور حالات کے حساب سے قرآنی آیات کی تشریح کی۔

---

[1] The Quran and Modern Science by Dr.Zakir Naik,Page: 05

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید ایک لفظ کے کئی معانی بتاتا اور استعمال کرتا ہے۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرمان مبارک ہے کہ :

((فُضِّلْتُ عَلَى الأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ، أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ))

"مجھے دوسرے انبیاء پر جو چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے ان میں سے ایک میرا جوامع الکلم ہونا ہے۔" [1]

اس مفہوم کی دوسری حدیث ہے :

((واوتیت جوامع الکلم))

"اور مجھے جوامع الکلم دیے گئے" [2]

ہند بن ابی ہالہ کی روایت ہے کہ :

((کان یتکلم بجوامع الکلم))

یعنی "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو بہت سی خصوصیات کا جامع بنایا گیا ہے"۔ [3]

جوامع، جامع کی جمع ہے۔ اس کے اندر چیزوں کو اکٹھا کرنے اور سمیٹنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کلم، کلمہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی "بات" ہیں، یعنی ایسے اقوال جن کے معنی زیادہ اور الفاظ کم ہوں، یعنی کثیر المعانی الفاظ۔ [4]

---

[1] صحیح مسلم از امام مسلم بن حجاج القشیری جلد 5 صفحہ 5

[2] البیان والتبیین از جاحظ جلد 4 صفحہ 29

[3] صحیح بخاری کتاب التعبیر

[4] القاموس الوحید از مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہذا اگر کسی واقعہ یا نظریہ میں ہمیں قرآن کریم یا کسی صحیح حدیث کی رُو سے تضاد یا تعارض نظر آرہا ہو تو اس کی دو ہی وجوہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ قرآنی آیت یا صحیح حدیث کے الفاظ میں ایسی تاویل کی گنجائش موجود ہو جس کی اس سے پیشتر ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو

اور جب اس سے متعلق کوئی واقعہ رونما ہو تو تب ہی ان الفاظ کا مفہوم ذہن میں آتا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ نظریہ بذاتِ خود تجرباتی دور سے گزر رہا ہو اور اپنے مشکوک ہونے کی بنأ پر ابھی تک نظریہ کی حد سے آگے نہ بڑھ سکا ہو۔ یا جو کچھ بیان کیا جارہا ہو اس کی بنیاد محض ظنون و قیاسات ہوں جبکہ وحی یقینی علم مہیّا کرتی ہے اور انسان کی بھٹکتی ہوئی عقل کے مدتوں کے سفر کو قریب کر دیتی ہے۔ چناچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾

بلکہ انہوں نے ہر اس بات کو جھٹلا دیا جس کا وہ اس چیز کے حقیقی علم سے احاطہ نہ کر سکے حالانکہ اس کی حقیقت ابھی ان پر کھلی ہی نہیں تھی۔

اور یہ ہے بھی حقیقت کہ کسی چیز کے متعلق انسان کا علم خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے وہ محدود ہی ہو گا اور اس کے بعد بھی اس چیز کے متعلق مزید انکشافات ہوتے رہیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم لا محدود ہے اور وہ اس چیز کا خالق ہے۔ جو کچھ وہ جانتا ہے دوسرا کوئی جان نہیں سکتا۔ چناچہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک نہایت جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جس سے سامعین بہت متاثر ہوئے۔ ان سامعین میں سے کسی نے حضرت موسیٰ سے پوچھا، "کیا اس دنیا میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے؟" حضرت موسیٰ نے جواب دیا۔ "نہیں"۔ اللہ تعالیٰ کو موسیٰ کا یہ جواب پسند نہ آیا، لہٰذا انہیں حکم دیا کہ وہ ہمارے فلاں بندے (حضرت حضر) کو جا کر ملیں۔

39/10[1]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ نے ایک ہمسفر اپنے ساتھ لیا اور بہت مشقت کے بعد حضرت حضر کو ملنے میں کامیاب ہوئے۔ابتدائی گفتگو کے بعد ان کے ساتھ سفر کا آغاز کیا۔دوران سفر تین ایسے واقعات پیش آئے جو صریحاً خلافِ عقل تھے،لہٰذا حضرت موسیٰ نے فوراً ان پر اعتراضات کر دیئے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔بعدہ حضرت خضر نے ان واقعات کی تاویل سے مطلع کرنے کے بعد فرمایا :"موسیٰ! میرا علم اور تمہارا علم دونوں مل کر اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہی ہیں جیسے اس سمندر کے مقابلہ میں پانی کا ایک قطرہ"۔

یہ واقعہ قرآن کریم اور کتبِ احادیث میں تفصیل سے مذکور ہے اور اسے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ جب انسان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنا کم ہے تو پھر کم از کم ایک مسلمان کو کیا حق ہے کہ وہ کتاب اللہ یا کسی صحیح حدیث کے مقابلہ میں اپنے یا دوسرے لوگوں کے علم اور نظریات پر انحصار کرے۔

دور حاظر میں اس کی مثال یہودیوں کی سلطنت اسرائیل کا قیام ہے۔مدّتوں یہی سمجھا جاتا رہا کہ یہودی چونکہ ایک مغضوب علیہ قوم ہے اور ذلّت و مسکنت اس کے مقدر کر دی گئی ہے لہٰذا یہ کبھی حکمران نہیں بن سکتے اور جب ان کی سلطنت قائم ہو گئی تو بہت سے اہل علم کے بھی چھکّے چھوٹ گئے کہ یہ بن گیا؟ یہ بات تو قرآن کے خلاف ہے حالانکہ قرآن ہی میں آیت مبارکہ کے اگلے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

﴿اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾

اِلّا یہ کہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ میں آجائیں۔[1]

ان الفاظ کی رو سے دو صورتوں میں یہودی سلطنت وجود میں آسکتی ہے ایک یہ کہ وہ اللہ کے دین پر کاربند ہو جائیں اور کم از کم اپنی طرف سے منزل من اللہ کتاب پر پوری طرح عمل پیرا ہوں۔اور دوسرے یہ کہ دوسرے لوگوں کی حکومتوں کی شہ پر ان کی

---

[1] 112/3

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطنت قائم ہو سکتی ہے ،اور حقیقتاً ایسا ہی ہے کہ یہ سلطنت برطانیہ ،فرانس اور امریکہ کی شہ پر قائم ہوئی۔ پھر روس بھی ان کا ہمنوا بن گیا اور تمام اسلام دشمن طاقتوں نے مل کر اسلامی ممالک کے وسط میں اسرائیل قائم کر کے مسلمانوں پر خطرناک وار کر دیا ۔

غور فرمایئے آیت کے مندرجہ بالا الفاظ نازل تو دور نبوی میں ہوئے تھے جنہیں مسلمان ہر دور میں پڑھتے رہے لیکن ان کے معانی کی طرف کسی نے کم ہی غور کیا ہو گا پھر جب یہود کی سلطنت قائم ہو گئی تو یہ الفاظ بھی سامنے آ گئے۔ یہ ہے ولما یاتھم تاویلہ کا مطلب۔

اسی طرح جب موجودہ دور میں انسان چاند پر پہنچ گیا تو کئی لوگ اس سے سخت حیران و پریشان ہو گئے اور اس حقیقت کا ہی انکار کرنے لگے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان زمینی حدود سے آگے نہیں جا سکتا۔ ان کی وجہ استدلال یہ آیت تھی:۔

«يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ»

اے جنّوں اور انسانوں کی جماعت! اگر تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے آر پار نکل جاؤ، تو نکل جاؤ، مگر زبردست قوت کے بغیر تم نہیں نکل سکتے۔[1]

غور فرمایئے اس آیت میں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کو زمین کی حدود ہی تک محدود رہنے کی پابند بناتی ہو اور اگر کوئی شخص ایسا سمجھتا ہے تو یہ اس کی اپنی کم فہمی ہے کیونکہ آیت بالا میں اور آسمانوں اور زمین کے اقطار کا ذکر ہے صرف زمین نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص چاند یا کسی دوسرے سیارے تک پہنچ جائے تو اقطار السمٰوات والارض سے باہر نہیں گیا۔ دوسرے اس آیت میں یہ بھی مذکور ہے کہ سلطان (قوت، زور، غلبہ) سے تم اقطار السمٰوات والارض سے آگے بھی جا سکتے ہو۔ اسی دور میں علامہ اقبال نے یہ شعر کہا تھا۔

سبق مِلا ہے یہ معراج مصطفٰے سے مجھے

---

[1] 33/55

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ عالمِ بشریّت کی زد میں ہے گردوں

اندریں صورت یہ بات پوری طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جب کوئی ایسا واقعہ یا نظریہ در پیش آئے جو بظاہر اسلام کے خلاف معلوم ہوتا ہو تو اسے فی الواقعہ اسلام کے خلاف نہ سمجھ لینا چاہیے بلکہ اسی کی تاویل پر غور کرنا چاہیے یا تاویل کا انتظار کرنا چاہیے اور ایسی صورت حال کو اپنی کم علمی اور کم فہمی پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول و فعل میں کبھی تضاد واقع نہیں ہو سکتا اور اگر وہ فی الواقعہ اسلام کے خلاف ثابت ہو جائے تو دلائل کے ساتھ ایسے نظریہ کی پر زور تردید کرنا چاہیے۔[1]

4)قرآن مجید میں بیان کردہ سائنسی علم کے متعلق آیات کے ترجمہ اور تشریح کے لیے سائنس دانوں کی معاونت حاصل کی جائے۔

میں نے یہ کتاب ان مسلمانوں کے لیے مرتب کی ہے جو قرآن مجید کو اپنا ضابطہ حیات قرار دیتے ہیں تاکہ ان کا ایمان مزید پختہ ہو جائے کہ سائنس نے جن حقیقتوں کو آج دریافت کیا ہے ان میں سے کئی ایک کا ذکر قرآن مجید میں کسی نہ کسی شکل میں پہلے سے ہی موجود ہے۔

دوم،اس کی تالیف ان غیر مسلمانوں کے لیے کی ہے جو سائنس پر یقین رکھتے ہیں اور جن کے نزدیک کسی بھی چیز کو پرکھنے کے لیے اصل کسوٹی سائنس ہی ہے تاکہ ان کے لیے حق جاننا' سمجھنا اور پرکھنا آسان ہو جائے کیونکہ انہی کی مبینہ کسوٹی کو استعمال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا جائے گا کہ قرآن مجید برحق اور سچا ہے جبکہ اس کی ضرورت مسلمانوں کو نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مجھے توفیق بخشی کہ میں اس کار خیر میں شامل ہو سکوں اور اُردو دان طبقے کی دینی خدمت میں حتی المقدور اپنا کردار ادا کر سکوں۔اس موضوع کے متعلق انگریزی زبان میں تو کافی کتابیں موجود ہیں۔انٹرنیٹ پر بھی کافی مواد پایا جاتا ہے مگر اردو زبان میں اس کی قلت ہے۔میں نے اس غرض کے لیے اپنے محدود وسائل سے مختلف تفاسیر اور کتب جمع کیں۔

---

[1] الشمس والقمر۔ص80-83

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انٹرنیٹ کا بھی سہارا لیا۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جب کام کا آغاز کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انتہائی مشکل کام ہے۔ قرآن مجید میں پیش کیے گئے حقائق کا جدید سائنس سے موازنہ کرنا انتہائی پیچیدہ اور مشکل کام تھا۔ ہر قدم پھونک کر رکھنے کے باوجود یقیناً اس میں کافی خامیاں رہ گئی ہوں گی جن کے لیے میں پیشگی معذرت خواہ ہوں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ وہ غلطیاں نوٹ فرما کر مجھے ضرور مطلع کریں۔ قارئین کی آسانی کے لیے عرض ہے کہ درج ذیل باتوں کو نوٹ کر لیں تاکہ کتاب پڑھنے کے دوران کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

1) آیات کا ترجمہ زیادہ تر مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی تفسیر "تیسیر القرآن" اور مولانا مودودی کی تفسیر "تفہیم القرآن" سے لیا گیا ہے۔ کہیں کہیں تفسیر ابن کثیر کے مترجم جناب مولانا محمد جوناگڑھی کے ترجمہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

2) سائنسی اعداد و شمار مختلف کتابوں میں ایک جیسے نہیں لکھے گئے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ موجودہ دور کے صحیح اعداد و شمار نقل کروں، چنانچہ ہو سکتا ہے کہ حوالہ جاتی کتابوں اور میرے نقل کیے گئے اعداد و شمار میں اختلاف ہوں۔

میں محترم ڈاکٹر شاہ جہاں (شفا پولی کلینک، جدہ)، محترم میر یعقوب صاحب (جامعۃ الملک عبدالعزیز) اور خاص طور پر محترم عبدالستار صاحب (اردو نیوز جدہ) کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا، اس کی تدوین و تالیف میں میری مدد کی اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ میں محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب، محترم انجینئر الطاف صاحب اور محترم عطاء اللہ صاحب (کمپیوٹر ڈیزائنر) کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے بھرپور معاونت کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس حقیر سی کوشش کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور اس کو میرے لیے سامانِ آخرت بنائے۔ آمین!

طارق اقبال سوہدروی

11 جون 2006ء۔ جدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برائے رابطہ:

tiks88@hotmail.com

tiks88@gmail.com

tariq_iqbal20@yahoo.com

Mobile No. 00966-506071697

ویب سائٹ کا آن لائن لنک یہ ہے۔

/http://quraaninurdu.blogspot.com

فیس بک کا لنک۔

http://www.facebook.com/photo.php?id=100000183656353&pid=155267#

ٹویٹر پر مجھ سے رابطہ کے لیے یہ لنک ہے۔

http://twitter.com/#!/tariq_sohdervi

گلوگل پلس کا لنک یہ ہے۔

جزاک اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید ایک زندہ معجزہ

اللہ رب العزت نے جتنے بھی پیغمبر اس سرزمین پر مبعوث فرمائے ان سب کو مختلف معجزات عطا کیے تاکہ عقل وہوش رکھنے والے اُن کی نبوت کی حقانیت و صداقت پر ایمان لے آئیں، مثلاً حضرت موسیٰ کے دور میں جادو کا بڑا زور تھا فرعون کے حکم پر بڑے بڑے جادو گر جب فرعون کے دربار میں جادو کے مقابلے میں شریک ہوئے اور موسیٰ نے ان سب کے جادو کو شکست فاش دے دی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں بلکہ اللہ کی طاقت ہے، چنانچہ وہ بے ساختہ پکار اُٹھے:

﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾

"کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے، جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے"[1]

اسی طرح حضرت عیسیٰ کے زمانے میں طب کا بڑا زور تھا چنانچہ اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو وہ معجزات دیے کہ دنیائے طب حیران وپریشان ہو کر رہ گئی۔ آپ نے اللہ کریم کے حکم سے لاعلاج مریضوں کو شفایاب کیا' مردوں کو زندہ کیا' مادر زاد اندھوں اور کوڑھ کے مرض میں مبتلا مریضوں کو تندرست کیا، تاہم یہ حقیقت ہے کہ آج ان میں سے کوئی بھی معجزہ باقی نہیں جس کو آج کا انسان پرکھ سکے۔ یہ معجزات ان انبیاء کرام کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گئے اور ان کا ذکر ہمیں صرف آسمانی صحائف یا تاریخی کتابوں میں ہی ملتا ہے، اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی صورت میں جو معجزہ عطا کیا تھا وہ 1400 سال گزر جانے کے بعد بھی نہ صرف اپنی اصلی حالت میں موجود ہے بلکہ آج کے جدید سائنسی دور میں بھی اپنا لوہا منوا رہا

---

[1] الاعراف، 7:121-122

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔قرآن مجید جس دور میں نازل ہوا وہ فصاحت وبلاغت اور منطق وحکمت کا دور تھا چنانچہ جب اسے فصیح وبلیغ ادیبوں 'عالموں اور شاعروں کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ بے ساختہ پکار اُٹھے کہ :

"خدا کی قسم یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے" [1]

قرآن مجید ایسی فصیح وبلیغ زبان میں نازل ہوا جس کی نظیر پیش کرنے سے انسان قاصر تھے، قاصر ہیں اور قاصر رہیں گے ! مثلاً قرآن مجید نے جب اپنی فصاحت وبلاغت کا دعویٰ کیا تو عربوں نے انتہائی غور فکر کے بعد تین الفاظ پر اعتراض کیا کہ وہ عربی محاورے کے خلاف ہیں۔ یہ الفاظ کبَّار، ہُزُوًا اور عُجَاب تھے۔ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے معترضین کے مشورے سے ایک بوڑھے شخص کو منصف بنایا۔ جب وہ شخص آیا اور بیٹھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ادھر بیٹھ جائیں"۔ وہ اس طرف بیٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: "اُدھر بیٹھ جائیں"۔ جب وہ اُدھر بیٹھنے لگا تو پھر اشارہ کر کے فرمایا: "اِدھر بیٹھ جائیں"۔ اس پر اس شخص کو غصہ آگیا اور اس نے کہا:

((أَنَا شَيْخ كُبَّار أَتَتَّخِذُنِي هُزُوًا هٰذَا شَيئ عُجَاب))

"میں نہایت بوڑھا ہوں۔ کیا آپ مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں؟ یہ بڑی عجیب بات ہے"۔

یوں اس نے تینوں الفاظ تین جملوں میں کہہ ڈالے۔ اس پر معترضین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

مصری عالم علامہ طنطاوی لکھتے ہیں کہ وہ ایک مجلس میں اپنے جرمن مستشرق دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ مستشرقین نے ان سے پوچھا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن جیسی فصیح وبلیغ عربی میں کبھی کسی نے گفتگو کی ہے نہ کوئی ایسی زبان لکھ سکا ہے۔ علامہ

[1] بحوالہ تفسیر ابن کثیر، سورہ مدثر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طنطاوی نے کہا: "ہاں میرا ایمان ہے کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ عربی میں کسی نے کبھی گفتگو کی ہے نہ ایسی زبان لکھی ہے"۔ انھوں نے مثال مانگی تو علامہ نے ایک جملہ دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کریں:

"جہنم بہت وسیع ہے"

جرمن مستشرقین سب عربی کے فاضل تھے، انہوں نے بہت زور مارا۔ جہنم واسعة، جہنم وسیعة جیسے جملے بنائے مگر بات نہ بنی اور عاجز آ گئے تو علامہ طنطاوی نے کہا: "لو اب سنو قرآن کیا کہتا ہے":

﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾

"جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟"[1]

اس پر جرمن مستشرقین اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن کے اعجاز بیان پر مارے حیرت کے اپنی چھاتیاں پیٹنے لگے۔[2]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور مشرکین کو قرآن کا مثل لانے کا چیلنج دیا تھا، پھر یہ چیلنج دس سورتوں تک محدود کر دیا گیا، حتیٰ کہ صرف ایک ہی سورت کا مثل لانے کا چیلنج دے دیا گیا مگر نزول قرآن کے آغاز سے لے کر چودہ صدیاں گزر گئی ہیں مگر کوئی شخص قرآن مجید کی سی ایک صورت بھی تخلیق نہیں کر سکا جس میں کلام الٰہی کا سا حسن، بلاغت، شان، حکیمانہ قوانین، صحیح معلومات، سچی پیشگوئیاں اور دیگر کامل خصوصیات ہوں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی سورت "الکوثر" ہے جس میں فقط دس الفاظ ہیں مگر کوئی اس وقت اس چیلنج کا جواب دے سکا نہ بعد میں۔

---

1 (ق، 30:50)

2 اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات۔ ص 138-141

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض کفار عرب جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے، انہوں نے اس چیلنج کا جواب دینے کی کوشش کی تاکہ یہ ثابت کر سکیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ) مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ ان میں ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری دنوں میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس نے قرآن مجید کی بعض سورتوں کی نقل کرنے کی بھونڈی کوشش کی، مثلاً:

((اَلْفِيْلُ، وَمَا الْفِيْلُ، وَمَا أَدْرٰكَ مَا الْفَيْلُ، لَهُ ذَنَب دَبِيلوَّخُرْطُوْم طَوِيْل))

"ہاتھی ہے، اور ہاتھی کیا ہے، اور تم کیا سمجھے کہ ہاتھی کیا ہے۔ اس کی ایک موٹی دم ہے اور لمبی سونڈ ہے"۔

مسیلمہ نے ترنم کی خوش آہنگی میں لاجواب اور حکمت و معانی سے بھرپور سورۃ العادیات کی طرز میں بھی فضول طبع آزمائی کی اور "مینڈکی" پر چند بے معنی قافیہ دار جملے بھی گھڑے مگر "چہ نسبت خاک را با عالم پاک!" وہ سراسر احمقانہ کلام تھا جو اس نام نہاد پیغمبر پر شیطان نے نازل کیا تھا۔ خلافت صدیقی میں مسیلمہ کذاب اپنے جھوٹے کلام اور باطل اعمال کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو کر جہنم کا ایندھن بن گیا۔

عبداللہ بن مقفّع عربی کا ایک بڑا فصیح و بلیغ ادیب تھا۔ اس نے جب قرآن کا چیلنج پڑھا تو اس کے ہم پلہ کوئی ادبی کاوش پیش کرنے کی سوچی۔ اس نے بہت مغزماری کی لیکن جب سر راہ ایک بچے کے منہ سے یہ آیت سنی:

(وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ)

"اور کہا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا"[1]

تو وہ پکار اٹھا:

---

[1] (ہود 44:11)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اس کی نظیر پیش کرنا ممکن ہی نہیں"[1]

چناچہ یہ کفار کی بد بختی تھی کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود وہ اپنی ضد اور مادی فوائد کے لالچ میں اسلام کی دولت سے محروم رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی تھے جن کی نبوت قیامت تک قائم رہے گی' چنانچہ ان کو معجزہ بھی ایسا دیا گیا جو قیامت تک رہے گا اور اس کو نہ صرف آج بلکہ قیامت تک ہر دور میں پرکھا جا سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جوں جوں زمانے نے ترقی کی ہے ویسے ہی قرآن مجید کی حقانیت واضح ہوتی چلی گئی ہے، تمام مفسرین نے اپنے اپنے زمانے کے علم اور ترقی کے اعتبار سے قرآن مجید کو سمجھا اور اس کی تفسیر لکھی کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی دین ہے وہ انسان کو جس قدر چاہتا ہے کسی چیز کے بارے میں علم عطا فرماتا ہے' جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾

"وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے)"[2]

سابقہ مفسرین کی تفسیر اور موجودہ جدید سائنس کی تحقیق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان یاد آجاتا ہے جو ترمذی اور دارمی میں موجود ہے اور اس کو مولانا منظور نعمانی نے معارف الحدیث میں نقل کیا ہے۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے جس کا ایک ٹکڑا میں یہاں نقل کر رہا ہوں جبکہ بریکٹ میں تشریح مولانا منظور نعمانی ہی کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قرآن ہی حبل اللہ المتین یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے اور محکم نصیحت نامہ ہے اور وہی صراط مستقیم ہے۔ وہی وہ حق مبین ہے جس کے اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اس کو گڑبڑ نہیں کر سکتیں (یعنی جس طرح اگلی کتابوں میں

---

[1] اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات۔ ص 135-137

[2] البقرہ، 2-255

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبانوں کی راہ سے تحریف داخل ہو گئی اور محرفین نے کچھ کا کچھ پڑھ کے اس کو محرف کر دیا اس طرح قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہو سکے گی، اللہ تعالیٰ نے تا قیامت اس کے محفوظ رہنے کا انتظام فرما دیا ہے) اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبر کا عمل اور حقائق و معارف کی تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علم قرآن پر پورا عبور حاصل کر لیا ہے اور اب ہمارے حاصل کرنے کے لیے کچھ باقی نہیں رہا بلکہ قرآن کے طالبین علم کا حال ہمیشہ یہ رہے گا کہ وہ علم قرآن میں جتنے آگے بڑھتے رہیں گے اتنی ہی ان کی طلب ترقی کرتی رہے گی اور ان کا احساس یہ ہو گا کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو ابھی ہم کو حاصل نہیں ہوا ہے) اور وہ قرآن کثرت مرَاوَلَتْ سے کبھی پرانا نہیں ہو گا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حال ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد ان کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا، قرآن مجید کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے وہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں تفکر و تدبر کیا جائے گا اتنا ہی اس کے لطف و لذت میں اضافہ ہو گا) اور اس کے عجائب (یعنی اس کے دقیق و لطیف حقائق و معارف) کبھی ختم نہیں ہوں گے۔[1]

بے شک قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے، مگر کئی سائنسی حقائق جو اس کی آیات میں بعض مقامات پر انتہائی جامع اور کہیں اشارۃً بیان کیے گئے ہیں صرف بیسویں صدی کی ٹیکنالوجی اور سائنسی علوم کے فروغ کی مدد ہی سے ان کا مفہوم (کسی حد تک) واضح ہو سکا ہے۔ قران حکیم کے نزول کے وقت ان کے اصل معانی متعین کرنا ناممکن تھا' یہ مزید ایک ثبوت ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ قرآن حکیم کو بطور ایک سائنسی معجزہ' سمجھنے کے لیے ہمیں نزولِ قرآن کے وقت کی سائنسی حالت پر نگاہ ڈالنی ہو گی۔

ساتویں صدی عیسوی میں جب قرآن کا نزول ہوا، عرب معاشرے میں سائنسی معلومات کے حوالے سے بہت سارے توہماتی اور بے بنیاد خیالات رائج تھے۔ ٹیکنالوجی اتنی ترقی یافتہ نہیں تھی کہ یہ لوگ کائنات اور قدرت کے اسرار کو پرکھ سکیں لہٰذا عرب اپنے آباؤاجداد سے وراثت میں ملے قصے کہانیوں پر یقین رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر ان کا خیال تھا کہ زمین ہموار ہے اور اس کے دونوں

---

[1] (معارف الحدیث، جلد پنجم۔ صفحہ 68-70)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کناروں پر اونچے پہاڑ واقع ہیں۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ پہاڑ ایسے ستون ہیں جنھوں نے آسمان کے قبے یا گنبد کو تھاما ہوا ہے۔ قرآن کے نزول کے ساتھ ہی عرب معاشرے کے ان تمام توہماتی خیالات کا قلع قمع ہو گیا۔

سورۃ الرعد کی آیت 2 میں کہا گیا:

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا . . .﴾

"اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان جیسا کہ تم دیکھتے ہو (اتنے) اُونچے بنائے...."[1]

اس آیت نے اس خیال کی نفی کر دی کہ آسمان پہاڑوں کی وجہ سے بلندی پر قائم ہیں۔ قرآن اس وقت نازل ہوا جب لوگ فلکیات (Astronomy) طبیعیات (Physics) یا حیاتیات (Biology) کے متعلق بہت کم جانتے تھے۔ یہ وہ مضامین ہیں جن سے کائنات کی تخلیق، انسان کی تخلیق، فضا کی ساخت، زمین پر زندگی کو ممکن بنانے والے نازک تناسب جیسے موضوعات کے بارے میں بنیادی معلومات ملتی ہیں۔[2]

انسان کے لیے کائنات اور زندگی کی تخلیق کے بارے میں صحیح معلومات کا واحد ذریعہ "مذہب" ہے تاہم جب ہم مذہب کا لفظ استعمال کرتے ہیں اس وقت ہمارا اشارہ قرآن مجید کی طرف ہوتا ہے جو صحیح ترین ماخذ علمِ کائنات وانسان ہے۔ دیگر مذاہب کی آسمانی کتب اب وہ حیثیت نہیں رکھتیں جو انہیں اپنے زمانۂ نزول میں حاصل تھیں۔ کیونکہ ان میں تحریف کر دی گئی ہے۔ اور اس بات کی بھی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے "فرقان حمید" میں دے دی ہے جس کی تصدیق آج سائنس نے بھی کر دی ہے کیونکہ بائبل جو توریت اور انجیل کا مجموعہ ہے' میں بیان کی گئی کئی باتیں سائنس کی رُو سے غلط ثابت ہو چکی ہیں۔ اس لیے یہ بات بھی قرآن مجید کی حقانیت پر دلالت کرتی ہے۔

---

[1] الرعد۔13:02

[2] معجزات قرآنی، صفحہ 9-10

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجیل وتوریت کے برعکس قرآن مجید یقینی طور پر کلام اللہ ہے اور ہر قسم کے تضاد سے بالکل منزہ و مبرّا ہے۔اللہ نے یہ کتاب خالصتاً اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے اتاری ہے اور رہتی دنیا تک اس کی حفاظت کی ذمہ دار بھی خود اسی کی ذات ہے۔ چناچہ

سورۃ الحجر میں ارشاد ہوتا ہے

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾

"یہ ذکر (یعنی قرآن مجید) ہم نے اتارا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں"۔[1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قرآن اس کی آخری وحی ہے اس لیے اس کی حفاظت کا اس نے خود ذمہ لیا ہے لہٰذا سائنس کی تیز رفتار اور انسانیت کے لیے منفعت بخش ترقی اسی وقت ممکن ہے جب وہ قرآن سے رہنمائی حاصل کرے اور خالقِ کائنات کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن رہے۔ اگر اس راستے کی الٹی سمت پر چلنے کی کوشش کی گئی تو سائنس دان وقت اور وسائل دونوں کو برباد کرنے کے مرتکب ہوں گے۔

جس طرح دنیا کے دوسرے شعبوں میں ترقی و بہتری کے لیے ہم ایک صحیح سمت میں آگے بڑھتے اور منصوبے بناتے ہیں اور ان کے بارے میں بھی ہمیں قرآن سے رہنمائی ملتی ہے ویسے ہی سائنس کے شعبے کے لیے بھی صحیح راہ وہی ہے جسے رب العالمین اور احکم الحاکمین نے صحیح کہا ہے۔اور قرآن مجید میں اس سمت کا تعین کر دیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ہے:

﴿اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَھۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ھِیَ اَقۡوَمُ﴾

"حقیقت یہ ہے کہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے"۔[2]

---

[1] الحجر۔15:9

[2] بنی اسرائیل۔17:09

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امید ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد عوام الناس کو اس حقیقت کا ادراک ہو جائے گا کہ قرآن مجید واقعتا اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے، یہ کسی انسان کی بات نہیں تھی کہ وہ کائنات کے اُن اسرار و رموز کو 1400 سال پہلے ٹھیک ٹھیک ویسے ہی بیان کر دے جیسے جدید سائنس نے اس کے نزول کے بعد دریافت کیے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ اعجاز باور کراتا ہے کہ یہ ہر زمانے کے لیے مشعل راہ ہے۔

قرآن مجید کس طرح جمع ہوا... ایک مختصر جائزہ

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تدوین کی ایک مختصر تاریخ بیان کر دی جائے تاکہ عوام الناس کو معلوم ہو کہ یہ کن محفوظ ہاتھوں سے ہوتے ہوئے ہمارے پاس پہنچا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں" پر اطمینانِ قلب کا داعیہ پختہ ہو جائے۔

دنیا میں کسی بھی بات کو یاد رکھنے کے لیے شروع سے دو ہی طریقے اپنائے جاتے رہے ہیں۔ ایک تو اس بات کو زبانی طور پر یاد رکھنا اور دوسرا اس کو لکھ لینا اور چونکہ قدیم دور میں لکھنے کے اسباب بہت ہی نایاب تھے اس لیے زیادہ تر زبانی طور پر ہی باتوں یاد رکھا جاتا تھا اور اس وقت لوگوں کی یادداشت بھی حیرت انگیز طور پر بہت عمدہ ہوتی تھی۔ چنانچہ جب قرآن مجید کا نزول شروع ہوا تو یہی دو طریقے اپنائے گئے۔

چونکہ نماز ابتدا ہی سے مسلمانوں پر فرض تھی[1] اور تلاوتِ قرآن کو نماز کا ایک ضروری جزء قرار دیا گیا تھا اس لیے نزول قرآن کے ساتھ ہی مسلمانوں میں حفظِ قرآن کا سلسلہ شروع ہو گیا اور جیسے جیسے قرآن اترتا گیا مسلمان اس کو یاد بھی کرتے چلے گئے۔ اس طرح قرآن کی حفاظت کا انحصار صرف کھجور کے پتّوں، ہڈّی اور جھلّی کے ان ٹکڑوں ہی پر نہ تھا جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاتبوں سے اس کو

[1] واضح رہے کہ پنج وقتہ نماز تو بعثت کے کئی سال بعد فرض ہوئی لیکن نماز بجائے خود اول روز ہی سے فرض تھی۔ اسلام کی کوئی ساعت کبھی ایسی نہیں گزری ہے جس میں نماز فرض نہ ہو۔ (تفہیم القرآن، مقدمہ، صفحہ 29)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلم بند کروایا کرتے تھے بلکہ وہ اترتے ہی بیسیوں' پھر سیکڑوں' پھر ہزاروں' اور آخر کار لاکھوں دلوں پر نقش ہو جاتا تھا اور کسی شیطان کے لیے اس کا امکان ہی نہ تھا کہ اس میں ایک لفظ کا بھی ردّ و بدل کر سکے۔ [1]

چنانچہ خلیفہ اول سیّدنا ابو بکر صدیق کے دور تک قرآن مجید حفاظ صحابہ کرام کے سینوں میں اور درختوں کی چھال اور باریک پتھروں پر محفوظ تھا۔ جب مرتدین (مسیلمہ کذاب وغیرہ) سے جنگیں شروع ہوئیں اور ان لڑائیوں میں بہت زیادہ قرآن مجید کے حفاظ صحابہ کرام جامِ شہادت نوش کرنے لگے تو سیّدنا ابو بکر کو (حضرت عمر کے تحریک دلانے پر) یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں قرآن کریم ان صحابہ کے سینوں میں ہی دفن ہو کر ضائع نہ ہو جائے' لہٰذا انہوں نے قرآن مجید کو ایک جگہ پر جمع کرنے کے لیے کبار صحابہ کرام سے مشورہ کیا تاکہ اسے ضائع ہونے سے محفوظ کیا جا سکے اور اس کام کی ذمہ داری حفظ کے عظیم پہاڑ زید بن ثابت وغیرہ کے کندھوں پر ڈالی گئی۔ [2]

قاعدہ یہ مقرر کیا گیا کہ ایک طرف تو وہ تمام لکھے ہوئے اجزاء فراہم کر لیے جائیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑے ہیں' دوسری طرف صحابہ کرام میں سے بھی جن کے پاس قرآن یا اس کا کوئی حصہ لکھا ہوا ملے وہ ان سے لے لیا جائے [3] اور پھر حفاظ قرآن سے بھی مدد لی جائے اور ان تینوں ذرائع کی متفقہ شہادت پر کامل صحت کا اطمینان کرنے کے بعد قرآن کا ایک ایک لفظ مصحف میں ثبت

---

[1] تفہیم القرآن، مقدمہ، صفحہ 29

[2] www.islam-qa.com

[3] معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورa کی زندگی میں متعدد صحابہ نے قرآن کو یا اس کے مختلف اجزا کو اپنے پاس قلم بند کر کے رکھ چھوڑا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرات عثمان، علی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو بن العاص، سالم مولی حذیفہ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور ابو زید قیس بن السکن رضی اللہ عنہم کے ناموں کی تصریح ملتی ہے۔ تفہیم القرآن، مقدمہ، صفحہ 29

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے۔[1] اس تجویز کے مطابق قرآن مجید کا ایک مستند نسخہ تیار کیا گیا جو حضرت ابو بکر صدیق کی وفات تک ان کے پاس رہا۔ پھر سیدنا عمر کی زندگی تک ان کے پاس رہا اور پھر ان کی وفات کے بعد امّ المومنین حضرت حفصہ کے ہاں رکھوا دیا گیا[2]

قرآن مجید اگرچہ نازل اس زبان میں ہوا تھا جو مکہ میں قریش کے لوگ بولتے تھے لیکن ابتداءً اس امر کی اجازت دے دی گئی تھی کہ دوسرے علاقوں اور قبیلوں کے لوگ اپنے اپنے لہجے اور محاورے کے مطابق اسے پڑھ لیا کریں کیونکہ اس طرح معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، صرف عبارت ان کے لیے ملائم ہو جاتی تھی لیکن رفتہ رفتہ جب اسلام پھیلا اور عرب کے لوگوں نے اپنے ریگستان سے نکل کر دنیا کے ایک بڑے حصے کو فتح کر لیا اور دوسری قوموں کے لوگ بھی دائرہ اسلام میں آنے لگے اور بڑے پیمانے پر عرب و عجم کے اختلاط سے عربی زبان متاثر ہونے لگی تو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر اب بھی دوسرے لہجوں اور محاوروں کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت باقی رہی تو اس سے طرح طرح کے فتنے کھڑے ہو جائیں گئے چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے سے یہ طے کیا کہ تمام ممالک اسلامیہ میں صرف اُس معیاری نسخہء قرآن کی نقلیں شائع کی جائیں جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ضبطِ تحریر میں لایا گیا تھا اور باقی دوسرے تمام لہجوں اور محاوروں پر لکھے ہوئے مصاحف کی اشاعت ممنوع قرار دی جائے۔[3]

اس سلسلے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ "ہمیں اپنا مصحف بھیج دیں، ہم اس کی نقول تیار کر کے آپ کا مصحف آپ کو واپس کر دیں گے"۔ چنانچہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ مصحف بھیج دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔ انہوں نے اس کی نقلیں تیار کیں۔ آپ نے یہ ہدایت کر دی تھی کہ اگر زید بن ثابت (انصاری) رضی اللہ عنہ قرأت کے بارے میں باقی تینوں (قریشی) لوگوں سے اختلاف کریں تو

---

[1] تفہیم القرآن، مقدمہ، صفحہ 29

[2] بخاری، کتاب التفسیر، سورالتوبہ، باب جمع القرآن

[3] تفہیم القرآن، مقدمہ، صفحہ 30

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریش کے محاورہ کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن انہی کے محاورہ پر اترا ہے۔ جب نقلیں تیار ہو گئیں تو آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا مصحف انہیں واپس کر دیا اور اس کی ایک نقل ہر مرکزی مقام پر بھجوا دی نیز حکم دیا کہ لوگوں کے پاس جو الگ الگ اوراق میں لکھا ہوا قرآن موجود ہے اسے جلا دیا جائے۔[1]

زرقانی کا قول ہے کہ معروف ہے کہ مصحف عثمانی نقطوں کے بغیر تھا۔ (چاہے جو بات بھی ہو) مشہور یہی ہے کہ قرآن مجید کے نقطوں کا آغاز عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں ہوا ہے اس لیے کہ جب اس نے یہ دیکھا کہ اسلام کی حدیں پھیل چکی ہیں اور عرب و عجم آپس میں گھل مل گئے ہیں اور عجمیت عربی زبان کی سلامتی کے لیے خطرہ بن رہی ہے اور لوگوں کی اکثریت قرآن مجید کو پڑھنے میں التباس اور اشکالات کا شکار ہو رہی ہے، حتی کہ ان کی اکثریت قرآن مجید کے بغیر نقطوں والے حروف و کلمات کی پہچان میں مشکل کا شکار ہوتے نظر آتی ہے تو اس وقت اس نے اپنی باریک بینی اور دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اس مشکل کو ختم کرنے کا عزم کرتے ہوئے حجاج بن یوسف کو یہ معاملہ سونپا کہ اس کو حل کرے۔ حجاج بن یوسف نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے دو آدمیوں کو چنا اور یہ ذمہ داری نصر بن عاصم اللیثی اور یحیی بن یعمر العدوی کو سونپی جو عالم باعمل اور عربی زبان کے اصول و قواعد میں ید طولیٰ رکھنے کی بنا پر اس اہم کام کی اہلیت رکھتے تھے، اور وہ دونوں قرأت میں اچھا خاصہ تجربہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ابوالاسود الدولی کے شاگرد بھی تھے۔

یہ دونوں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے اور قرآن مجید کے حروف و کلمات پر نقطے لگائے اور اس میں اس کا خاص طور پر خیال رکھا گیا کہ کسی حرف پر بھی تین سے زیادہ نقطے نہ ہوں۔ بعد میں لوگوں میں یہ چیز عام ہوئی (جس کا قرآن مجید کے پڑھنے میں پیدا شدہ اشکالات اور التباسات کے ازالہ میں اثر پایا جاتا ہے۔)

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مصحف پر نقطے لگانے والا سب سے پہلا شخص ابوالاسود الدولی ہے اور ابن سیرین کے پاس وہ مصحف موجود تھا جس پر یحییٰ بن یعمر نے نقطے لگائے تھے۔ ان اقوال کے درمیان تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے کہ انفرادی طور پر تو ابوالاسود الدولی

[1] بخاری، کتاب التفسیر، باب جمع القرآن۔ بحوالہ تیسیر القرآن، جلد دوم، صفحہ 474

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ہی نقطے لگائے لیکن عمومی اور رسمی طور پر نقطے لگانے والا شخص عبدالملک بن مروان ہے اور یہی مصحف ہے جو کہ لوگوں کے درمیان عام مشہور ہوا تاکہ قرآن مجید (کے پڑھنے) میں التباسات اور اشکالات کا خاتمہ ہو سکے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی حفاظت پر نسبتاً زیادہ توجہ دی تھی۔ سب سے پہلے حافظ قرآن تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تھے، جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جبرائیل علیہ السلام سے دور بھی فرمایا کرتے اور اپنی زندگی کے آخری سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ دور فرمایا۔ پھر صحابہ کو یاد کرواتے اور ان سے سنتے اور بعض دفعہ سناتے بھی تھے۔ قرآن کریم کے مصاحف لکھنے والے صحابہ کی نسبت قرآن کریم کے حفاظ کی تعداد بہت زیادہ تھی اور حفظ قرآن کا یہ سلسلہ نسل در نسل آج تک چلا آرہا ہے اور یہ دونوں طریقے ایک دوسرے کی محافظت کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن سے محبت کرنے والے کچھ ایسے لوگ بھی پیدا کر دیے جنہوں نے قرآن کریم کی آیات، الفاظ حتیٰ کہ حروف اور اعراب تک شمار کر ڈالے۔ نتیجہ یہ کہ نزول قرآن سے لے کر آج تک قرآن کے الفاظ و حروف میں سر مو فرق نہیں آیا اور ان حالات میں کمی بیشی ممکن ہی نہ رہی اور تحریف لفظی کے سب امکانات ختم ہو گئے۔ [2]

---

[1] الاعراف، 7:121-122

[2] تیسیر القرآن، جلد دوم، صفحہ 476

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اسلام اور سائنس میں تضاد ہے

سائنس لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی 'جاننا" کے ہیں۔ پروفیسر کے لنگسر د کے مطابق سائنس نظام فطرت کے علم کا نام ہے جو مشاہدہ، تجربہ اور عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ علم کے جس شعبے کو ہم سائنس کہتے ہیں اس کا دوسرا نام علم کائنات ہے جس میں انسان کا علم بھی شامل ہے۔ سائنس دان کائنات کے مشاہدے سے کچھ نتائج اخذ کرتا ہے۔ ہر درست سائنسی نتیجے کو ہم مستقل علمی حقیقت یا قانون قدرت سمجھتے ہیں۔ مشاہدے اور تجربے سے دریافت ہونے والے علمی حقائق کو جب مرتب اور منظم کر لیا جاتا ہے تو اسے ہم سائنس کہتے ہیں۔ [1]

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ آسمانوں، زمین، پہاڑوں، ستاروں، پودوں، بیجوں، جانوروں، رات اور دن کے ادل بدل، تخلیق انسانی، بارشوں اور بہت سی دیگر مخلوقات پر غور و فکر اور تحقیق کریں تاکہ وہ اپنے گرد و پیش میں پھیلے ہوئے کمال ہنر مندی کے گوناگوں نمونے دیکھ کر اس احسن الخالقین کو پہچان سکیں جو اس ساری کائنات اور اس کے اندر موجود تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَأَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴾

"آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر یہ لوگ گزرتے رہتے ہیں اور ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے"۔ [2]

---

[1] سائنسی انکشافات قران وحدیث کی روشنی میں۔ صفحہ 33

[2] یوسف، 12:105

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ص وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴾[1]

"جو لوگ سوچتے سمجھتے ہیں ان کے لیے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں جو لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں لیے سمندروں میں چلتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے آسمان سے بارش نازل کرنے میں جس سے وہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اور اس میں ہر طرح کی جاندار مخلوق کو پھیلا دیتا ہے نیز ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان تابع فرمان ہیں بے شمار نشانیاں ہیں۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

"آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا کام ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں"۔ [2]

امام ابن کثیر ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدتِ عبادت پوری کر لی تھی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانہ میں کوئی گناہ کر لیا ہو گا، اس نے کہا اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہو گا۔ جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں

---

[1] البقرہ، 02:164

[2] المومن، 40:57

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور وتدبر کے بغیر ہی ہٹالی ہو۔ عابد نے کہا کہ ایسا تو برابر ہوتا رہا۔ فرمایا بس یہی سبب ہے۔ [1]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا اور بڑی تاکید سے فرمایا کہ علم کا حصول ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے [2]۔ نیز علم حاصل کرو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ [3]

قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾

"اللہ تعالیٰ سے، اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں" [4]

یہاں ایک اہم واقعہ کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے راوی علامہ عنایت اللہ مشرقی ہیں۔ یہ واقعہ ان کے ساتھ اس وقت پیش آیا جب وہ برطانیہ میں زیر تعلیم تھے۔

" 1909ء کا ذکر ہے، اتوار کا دن تھا اور زور کی بارش ہو رہی تھی۔ میں کسی کام سے باہر نکلا تو جامعہ کیمبرج کے مشہور ماہر فلکیات سر جیمز جینس (James Jeans) بغل میں انجیل دبائے چرچ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے قریب ہو کر سلام کیا تو وہ متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا "دو باتیں، اوّل یہ کہ زور سے بارش ہو رہی ہے اور آپ نے چھاتہ بغل میں داب رکھا

---

[1] تفسیر ابن کثیر، جلد سوم، صفحہ 372

[2] (ابن ماجہ 224/ترمذی 218)

[3] (ترمذی 279)

[4] (فاطر: 28)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے"۔ سر جیمز اپنی بد حواسی پر مسکرائے اور چھاتہ تان لیا۔ دوم یہ کہ آپ جیسا شہرہ آفاق آدمی گرجا میں عبادت کے لیے جارہا ہے؟ میرے اس سوال پر جیمز لمحہ بھر کے لیے رک گئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، "آج شام میرے ساتھ چائے پیئو"!

چناچہ میں شام کو ان کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ ٹھیک چار بجے لیڈی جیمز نے باہر آکر کہا: "سر جیمز تمہارے منتظر ہیں"۔ اندر گیا تو ایک چھوٹی سی میز پر چائے لگی ہوئی تھی، پروفیسر صاحب تصوّرات مین کھوئے ہوئے تھے۔ کہنے لگے، "تمہارا سوال کیا تھا"؟ اور میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اجرام آسمانی کی تخلیق، ان کے حیرت انگیز نظام، بے انتہا پہنائیوں اور فاصلوں، ان کی پیچیدہ راہوں اور مداروں نیز باہمی روابط اور طوفان ہائے نور پر وہ ایمان افروز تفصیلات پیش کیں کہ میرا دل اللہ کی اس کبریائی و جبروت پر دہلنے لگا اور ان کی اپنی کیفیت تھی کہ سر بال سیدھے اُٹھے ہوئے تھے۔ آنکھوں سے حیرت و خشیت کی دو گونہ کیفیتیں عیاں تھیں، اللہ کی حکمت و دانش کی ہیبت سے ان کے ہاتھ قدرے کانپ رہے تھے اور آواز لرز رہی تھی۔ فرمانے لگے، "عنائت اللہ خاں، جب میں اللہ کے تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری تمام ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے اور جب میں کلیسا میں اللہ کے سامنے سرنگوں ہو کر کہتا ہوں "تو بہت بڑا ہے" تو میری ہستی کا ہر ذرّہ میرا ہم نوا بن جاتا ہے، مجھے بے حد سکون.... .....اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ مجھے دوسروں کی نسبت عبادت میں ہزار گنا زیادہ کیف ملتا ہے، کہو عنائت اللہ خاں! تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں کیوں گرجے جاتا ہوں"؟

علامہ مشرقی کہتے ہیں کہ پروفیسر جیمز کی اس تقریر نے میرے دماغ میں عجیب کہرام پیدا کر دیا۔ میں نے کہا "جناب والا! میں آپ کی روح پرور تفصیلات سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت یاد آگئی ہے، اگر اجازت ہو تو پیش کروں" ؟ فرمایا "ضرور"! چناچہ میں نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ط اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگوں کے قطعات ہیں اور بعض کالے سیاہ ہیں، انسانوں، جانوروں اور چارپایوں کے بھی کئی طرح کے رنگ ہیں۔ اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں"۔ [1]

یہ سنتے ہی پروفیسر جیمز بولے:

کیا کہا؟ اللہ سے صرف اہل علم ڈرتے ہیں؟ حیرت انگیز، بہت عجیب۔ یہ بات جو مجھے پچاس برس مسلسل مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد معلوم ہوئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے بتائی؟ کیا قرآن مجید میں واقعی یہ آیت موجود ہے؟ اگر ہے تو میری شہادت لکھ لو کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اَن پڑھ تھے، انہیں یہ عظیم حقیقت خود بخود معلوم نہ ہو سکتی تھی، یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں بتائی تھی۔ بہت خوب، بہت عجیب! [2] چنانچہ سائنس ہمیں اس کائنات اور دیگر موجودات کے مطالعے کا ایک طریقہ بتاتی ہے۔ اس سے ہمیں مخلوق کے وجود کی رعنائیوں اور خالق کی حکمت بالغہ کا شعور ملتا ہے۔ لہٰذا اسلام سائنس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کیونکہ ہم اس کے ذریعے تخلیقاتِ خداوندی کی لطافتوں اور نزاکتوں کا بہتر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

اسلام مطالعہ اور سائنس کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ اس امر کی بھی اجازت دیتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنے تحقیقی کام کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے دین کے بیان کردہ حقائق سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔ اس سے ٹھوس نتائج برآمد ہونے کے ساتھ ساتھ منزل بھی جلد قریب آجائے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دین وہ واحد ذریعہ ہے جو زندگی اور کائنات کے ظہور میں آنے سے متعلق سوالات کا صحیح اور متعین جواب فراہم کرتا ہے۔ اگر تحقیق صحیح بنیادوں پر استوار ہو تو وہ کائنات کی ابتداء، مقصد زندگی اور نظام زندگی کے بارے میں مختصر ترین وقت میں کم سے کم قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے بڑے حقائق تک پہنچا دے گی۔

---

[1] (فاطر: 28)

[2] (بحوالہ الشمس والقمر بحسبان: ص 37-38)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج سائنسی علم نے جو ترقی کی ہے اس نے انسان پر حیرت کے دروازے کھول دیے ہیں، جس چیز کے متعلق آج سے 50 یا 100 سال پہلے سوچنا بھی محال تھا وہ ممکن ہو چکی ہے۔ انسان زندگی کے ہر شعبہ میں سائنسی علم پر بھروسہ اور اس کو اپناتا چلا جا رہا ہے مگر سائنس کا ایک نقصان دہ پہلو یہ سامنے آیا ہے کہ بعض مسلمان بھی دین کے معاملے میں سائنس کو بہت زیادہ اہمیت دینے لگے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام اور سائنس میں تضاد ہے' دونوں ایک ساتھ نہیں چل سکتے اور یہ کہ اسلام ایک قدیم مذہب ہے جو موجودہ زمانے کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔۔ مولانا مودودی بھی جدید سائنس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"قدیم زمانے میں لوگوں کے لیے آسمان و زمین کے رتق و فتق اور پانی سے ہر زندہ چیز کے پیدا کیے جانے اور تاروں کے ایک ایک فلک میں تیرنے کا مفہوم کچھ اور تھا' موجودہ زمانے میں طبیعیات (Physics)، حیاتیات (Biology)، اور علم ہیئت (Astronomy) کی جدید معلومات نے ہمارے لیے ان کا مفہوم کچھ اور کر دیا ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ آگے چل کر انسان کو جو معلومات حاصل ہونی ہیں وہ ان الفاظ کے کن معانی پر روشنی ڈالیں گی"۔ [1]

فزکس کے مشہور نوبل انعام یافتہ سائنس دان "البرٹ آئن سٹائن" کے بقول سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے" [2]۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سائنس کو اگر مذہب کی روشنی اور رہنمائی حاصل نہ ہو تو وہ صحیح طور پر آگے کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتی۔ ایسا نہ کرنے سے یقینی نتائج کے حصول میں نہ صرف بہت سا وقت ضائع ہو جائے گا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ امکان بھی غالب ہے کہ تحقیق بالکل بے نتیجہ اور ناقص رہے گی اور ماضی گواہ ہے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ مادہ پرست سائنس دانوں نے ماضی میں جو طریقہ اختیار کیا بالخصوص پچھلے 200 سال میں، وہ جو مساعی بروئے کار لاتے رہے اس میں بہت سا وقت ضائع ہوا۔ بہت سی تحقیق اکارت گئی اور اس پر صرف ہونے والا لاکھوں کروڑوں ڈالرز کا سرمایہ ضائع ہو گیا۔ اس سے

---

[1] تفہیم القرآن، جلد سوم، سورۃ الانبیائ، حاشیہ 35

[2] The Quran and Modern Science by Dr. Zakir Naik, Page: 11

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانیت کو کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو سکا۔اس لیے کہ ان کی تحقیق کی بنیاد غلط راستوں پر استوار تھی۔یہی چیز مذہب اور سائنس کے درمیان ٹکراؤ کا باعث بنی اور اہل مذہب سائنس سے متنفر ہوئے۔

اس سے یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہیے کہ سائنس صرف اسی صورت میں قابل اعتماد نتائج حاصل کر سکتی ہے جب اس کی تحقیق و تفتیش کا مدعا و مقصد کائنات کے رازوں اور اشاروں کو سمجھنا ہو۔اگر اس نے اپنے وقت اور وسائل کو ضائع ہونے سے بچانا ہے تو اسے صحیح ہدایت کی روشنی میں صحیح راستے کا انتخاب کرنا ہوگا۔

یہ تصور کہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے مخالف ہیں ،یہودیت اور عیسائیت کے زیر اثر ممالک میں بھی اسی طرح پھیلا ہوا ہے جیسا کہ اسلامی دنیا میں ہے، خصوصیت سے سائنسی حلقوں میں اگر اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی جائے تو طویل مباحث کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔مذہب اور سائنس کے مابین تعلق کسی ایک جگہ یا ایک وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہا ہے۔یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کسی توحید پرست مذہب میں کوئی ایسی تحریر نہیں ہے جو سائنس کو ردّ کرتی ہو۔تاہم حقیقت یہ ہے کہ ماضی میں چرچ کے حکم کے مطابق سائنسی علوم کا حصول اور اس کی جستجو گناہ قرار پائی تھی۔پادریوں نے عہد نامہ قدیم سے ایسی شہادتیں حاصل کیں جن میں لکھا ہوا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت جس سے حضرت آدم نے پھل کھایا تھا وہ شجر علم تھا،اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور اپنی رحمت سے محروم کر دیا۔سائنسی علوم چرچ کے حکم سے مسترد کر دیے گئے اور ان کا حصول جرم قرار پایا۔زندہ جلا دیئے جانے کے ڈر سے بہت سے سائنس دان جلاوطنی پر مجبور ہو گئے یہاں تک کہ انہیں توبہ کرنا،اپنے رویہ کو تبدیل کرنا اور معافی کا خواستگار ہونا پڑا۔مشہور سائنس دان گلیلیو پر اس لیے مقدمہ چلا کہ اس نے اس نظریہ کو مان لیا تھا جو زمین کی گردش کے بارے میں کوپرنیکس نے پیش کیا تھا۔بائیبل کی ایک غلط تاویل کے نتیجہ میں گلیلیو کو سزا دی گئی۔ [1]

[1] بائیبل،قرآن اور سائنس از ڈاکٹر مورس بوکائیے،صفحہ 20-21

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان سائنس دانوں کے کارنامے

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ اسلام کی انتہائی ترقی کے زمانہ میں جو آٹھویں اور بارہویں صدی عیسوی کے درمیان کا زمانہ ہے یعنی وہ زمانہ جب سائنسی ترقی پر عیسائی دنیا میں پابندیاں عائد تھیں' اسلامی جامعات میں مطالعہ اور تحقیقات کا کام بڑے پیمانہ پر جاری تھا۔ یہی وہ جامعات تھیں جنہوں نے عظیم مسلمان سائنس دانوں کو جنم دیا۔ اس دور کے مسلم سائنس دانوں نے فلکیات، ریاضی ، علم ہندسہ (جیومیٹری) اور طب وغیرہ کے شعبوں میں قابل قدر کارنامے انجام دیے۔ مسلمانوں نے یورپ میں بھی سائنسی علوم کی منتقلی میں اہم کردار ادا کیا اور اپنے ہاں بھی سائنس دانوں کی معقول تعداد پیدا کی۔ اندلس (سپین) میں سائنسی علوم نے اتنی ترقی کی کہ اس ملک کو سائنسی ترقی اور انقلابی دریافتوں کی کٹھالی کہا جانے لگا' بالخصوص میڈیسن کے شعبے میں اس نے بے پناہ شہرت حاصل کرلی۔

مسلمان طبیبوں نے کسی ایک شعبے میں تخصیص (Specialization) پر زور دینے کی بجائے متعدد شعبوں بشمول علم دوا سازی' علم جراحت' علم امراض چشم' علم امراض نسواں' علم عضویات' علم جرثومیات اور علم حفظان صحت میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔ اندلس کے حکیم ابن جلجول (992ء) کو جڑی بوٹیوں اور طبّی ادویہ اور تاریخِ طب پر تصانیف کے باعث عالمی شہرت ملی۔ اس دور کا ایک اور ممتاز طبیب جعفر ابن الجذر (1009ء) جو تیونس کا رہنے والا تھا' اس نے خصوصی علاماتِ امراض پر' تیس سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ عبداللطیف البغدادی (1231۔1162ء) کو علم تشریح الاعضاء (ANATOMY) پر دسترس کی وجہ سے شہرت ملی۔ اس نے انسانی ہڈیوں کے بارے میں مروّجہ کتب میں پائی گئی غلطیوں کی بھی اصلاح کی۔ یہ غلطیاں زیادہ تر جبڑے اور چھاتی کی ہڈیوں کے متعلق تھیں۔ بغدادی کی کتاب "الافادہ والاعتبار" 1788ء میں دوبارہ زیور طباعت سے مزین ہوئی اور اس کے لاطینی' جرمن اور فرانسیسی زبانوں میں تراجم کرائے گئے۔ اس کی کتاب "مقالات فی الحواس" پانچوں حواس کی کارکردگی کے بارے میں تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم ماہرین تشریح الاعضاء نے انسانی کھوپڑی میں موجود ہڈیوں کو بالکل صحیح شمار کیا اور کان میں تین چھوٹی چھوٹی ہڈیوں (میلس، انکس اور سٹیپز) کی موجودگی کی نشاندہی کی۔ تشریح الاعضا کے شعبے میں تحقیق کرنے والے مسلمان سائنس دانوں میں سے ابن سینا(1037۔980ء) کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی جسے مغرب میں "ایویسینا"(AVICENNA) کہا جاتا ہے۔اسے ابتدائی عمر میں ہی ادب' ریاضی' علم ہندسہ (جیومیٹری) طبیعیات' فلسفہ اور منطق میں شہرت مل گئی تھی۔نہ صرف مشرق بلکہ مغرب میں بھی ان علوم میں اس کی شہرت پہنچ گئی تھی۔اس کی تصنیف "القانون فی الطب" کو خصوصی شہرت ملی۔ (اسے مغرب میں کینن "CANON" کہا جاتا ہے)۔ یہ عربی میں لکھی گئی تھی۔ 12ویں صدی میں اس کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا اور 17ویں صدی تک یورپ کے سکولوں میں بطور نصابی کتاب پڑھائی جاتی رہی۔ یہ امراض اور دواؤں کے بارے میں ایک جامع تصنیف ہے۔اس کے علاوہ اس نے 100 سے زیادہ کتابیں فلسفے اور نیچرل سائنسز پر لکھیں۔اس کے علم کا بیشتر حصہ بشمول "القانون فی الطب" طبّی معلومات پر مشتمل ہے جسے آج بھی ایک مسلمہ حیثیت حاصل ہے۔

زکریا قزوینی نے دل اور دماغ کے بارے میں ان گمراہ کن نظریات کو غلط ثابت کر دیا جو ارسطو کے زمانے سے مروّج چلے آرہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جسم کے ان دو اہم ترین اعضا کے بارے میں ایسے ٹھوس حقائق بیان کر دیئے جو ان کے بارے میں آج کی معلومات سے نہایت قریب ہیں۔

زکریا قزوینی' حمد اللہ المستوفی القزوینی(1350۔1281ء) اور ابن النفیس نے جدید طب کی بنیاد رکھی۔ان سائنس دانوں نے 13ویں اور 14ویں صدیوں میں دل اور پھیپھڑوں کے درمیان گہرے تعلق کی نشاندہی کر دی تھی۔ وہ یوں کہ "شریانیں آکسیجن ملا خون لے جاتی ہیں اور وریدیں بغیر آکسیجن خون کو لے جاتی ہیں" اور یہ کہ "خون میں آکسیجن کی آمیزش کا عمل پھیپھڑوں کے اندر انجام پاتا ہے" اور یہ بھی کہ "دل کی طرف واپس آنے والا آکسیجن ملا خون شریان کبیر (AORTA) کے ذریعہ دماغ اور دیگر اعضائے بدن کو پہنچتا ہے"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی بن عیسیٰ(م1038ء)نے امراض چشم پر تین جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کی پہلی جلد میں آنکھ کی اندرونی ساخت کی مکمل تشریح اور وضاحت کی گئی ہے۔ان تینوں جلدوں کا لاطینی اور جرمن زبانوں میں ترجمہ کر دیا گیا ہے۔محمد بن زکریا الرازی (865۔925)برہان الدین نفیس (م438ء) اسماعیل جرجانی(م136ء) قطب الدین الشیرازی(1310۔1236ء)منصور ابن محمد اور ابوالقاسم الزہراوی(ALBUCASIS)مسلمان سائنس دانوں میں سے وہ اہم شخصیات ہیں جنہیں طب اور تشریح الاعضا کے علوم میں دسترس کی وجہ سے شہرت ملی۔

مسلم سائنس دانوں نے طب اور تشریح الاعضا کے علاوہ بھی کئی شعبوں میں شاندار کارنامے انجام دیئے۔مثال کے طور پر البیرونی کو معلوم تھا کہ زمین اپنے محور کے گرد گردش کرتی ہے۔یہ گلیلیو سے کوئی 600 سال قبل کا زمانہ تھا۔اسی طرح اس نے نیوٹن سے 700 سال پہلے محورِ زمین کی پیمائش کر لی تھی۔علی کوشوع (ALI KUSHCHU)پندرہویں صدی کا پہلا سائنس دان تھا جس نے چاند کا نقشہ بنایا اور چاند کے ایک خطے کو اسی کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے۔9ویں صدی کے ریاضی دان ثابت بن قرہ (THEBIT)نے نیوٹن سے کئی صدیاں پہلے احصائے تفرقی (DIFFERENTIAL CALCULUS)ایجاد کر لی تھی۔ بطانی 10ویں صدی کا سائنس دان تھا جو علم مثلثات(TIRGNOMETERY)کو ترقی دینے والا پہلا شخص تھا۔ابوالوفا محمد البزنجانی نے احصائے تفرقی(حساب کتاب کا ایک خاص طریقہ) میں پہلی بار "مماس و مماس التمام [1] "(TANGENT/COTANGENT)اور "خط قاطع و قاطعِ التمام [2] (SECANT-COSEANT)متعارف کرائے۔

الخوارزمی نے 9ویں صدی میں الجبرا پر پہلی کتاب لکھی۔المغربی نے فرانسیسی ریاضی دان پاسکل کے نام سے مشہور مساوات

---

[1] مماس(Tangent)دائرے کو ایک نقطے پر چھونے والا خط۔اور مماس التمام(Cotangent)کسی قوس یا زاویئے کا مخصوص جزو۔(Gem Advanced Paractial Dictionary)

[2] خط قاطع(Secant)'دائرے کا نصف قطر جو قاطع التمام ہو۔(Gem Advanced Paractial Dictionary)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مثلث پاسکل" اس سے 600 سال پہلے ایجاد کرلی تھی۔ ابن الہیثم (ALHAZEN) جو 11 ویں صدی میں گزرا ہے علم بصریات کا ماہر تھا۔ راجر بیکن اور کیپلر نے اس کے کام سے بہت استفادہ کیا جب کہ گلیلیو نے اپنی دوربین انہی کے حوالے سے بنائی۔

الکندی (ALKINDUS) نے علاقی طبیعیات اور نظریۂ اضافت آئن سٹائن سے 1100 سال پہلے متعارف کرادیا تھا۔ شمس الدین نے پاسچر سے 400 سال پہلے جراثیم دریافت کرلیے تھے۔ علی ابن العباس نے جو 10 ویں صدی میں گزرا تھا کینسر کی پہلی سرجری کی تھی۔ ابن الجسر نے جذام کے اسباب معلوم کیے اور اس کے علاج کے طریقے بھی دریافت کیے۔ یہاں چند ایک ہی مسلمان سائنس دانوں کا ذکر کیا جاسکا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے سائنس کے مختلف شعبوں میں اتنے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ انہیں بجا طور پر سائنس کے بانی کہا جاسکتا ہے۔

مغرب میں سائنسی انقلاب کا زمانہ

جب ہم مغربی تہذیب پر نگاہ ڈالتے ہیں' تو پتہ چلتا ہے کہ جدید سائنس خدا پر ایمان کے ساتھ آئی تھی۔ 17 ویں صدی جسے ہم "سائنسی انقلاب کا زمانہ" کہتے ہیں اس میں خدا پر ایمان رکھنے والے سائنس دانوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ ان کا اولین مقصد خدا کی پیدا کردہ کائنات اور اس کی فطرت دریافت کرنا تھا۔ مختلف ممالک مثلاً برطانیہ اور فرانس وغیرہ میں قائم سائنسی اداروں نے کائنات کے پوشیدہ اسرار دریافت کرکے اس کے خالق کے قریب تر پہنچنے کے عزم کا اعلان کر رکھا تھا۔ یہ رجحان 18 ویں صدی میں بھی برقرار رہا۔ شاندار سائنسی کارنامے انجام دینے والے بعض سائنس دانوں کو قرب الٰہی کے حصول کے اعلانیہ عزم کے حوالے سے پہچانا جاتا تھا۔ نیوٹن، کیپلر، کوپرنیکس، بیکن، گلیلیو، پاسکل، بوائل، پالے اور کوویئر اسی قبیل کے سائنس دانوں میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ان سائنس دانوں نے ایمان باللہ کے جذبے سے سائنسی تحقیق و جستجو کی، جس کی تحریک انہیں جذبہ ایمانی سے حاصل ہوتی تھی۔

اس کا ثبوت ولیم پالے کی "فطری علم معرفت" کے نام سے 1802ء میں چھپنے والی کتاب تھی جس کا اہتمام "برج واٹر ٹریٹیز" نے کیا تھا اس کتاب کا پورا نام (NATURAL THEOLOGY:EVIDENCES OF THE EXISTENCE AND ATTRIBUTES OF THE DEITY ,COLLECTED FROM APPEARANCES OF NATURE تھا)۔اس کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ بندہ مظاہرِ فطرت پر غور و فکر کر کے ان کے خالق کو پہچان سکتا ہے۔ پالے نے زندہ اجسام کے اعضاء میں ہم آہنگی کو بہترین انداز میں قلم بند کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ ایک خالق کی موجودگی کا اقرار کیے بغیر اس طرح کی غیر معمولی ڈیزائننگ کا پایا جانا ناممکن ہے۔ بالفاظ دیگر اعضاء کی یہ غیر معمولی ڈیزائننگ اور ان کے افعال، ایک خالق و مدبر کے وجود کا ناقابل تردید ثبوت پیش کرتے ہیں۔

پالے کے تحقیقی کام کو بطور ماڈل سامنے رکھ کر "رائل سوسائٹی آف لندن" کے نامزد ارکان کے نام ایک خط لکھا گیا جس میں انہیں ذیل کے موضوعات پر ایک ہزار کتابیں لکھنے اور چھپوانے کا اہتمام کرنے کی ہدایت کی گئی۔ "خدا کی قدرت و حکمت اور اس کی صفاتِ خیر جن کا اظہار اس کی تخلیقات سے ہوتا ہے اس پر قابل فہم دلائل و براہین یکجا کرنا۔ مثلاً خدا کی مخلوقات میں پایا جانے والا تنوع 'نباتات اور معدنیات کی دنیا' زندہ اجسام کا نظامِ ہاضمہ اور پھر اس خوراک کو اپنا جزو بدن بنالینا' انسان کے ہاتھ کی ساخت اور اس کی دیگر صلاحیتوں کی وجہ سے تخلیقاتِ خداوندی کے دلائل سامنے لانا' اس کے علاوہ آرٹس اور سائنس کے شعبوں میں قدیم اور جدید دریافتوں اور پورے ماڈرن لٹریچر کا ان حوالوں سے جائزہ لینا"۔

وجود خداوندی کے نشانات کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کرنے کی اس دعوت کا بہت سے سائنس دانوں نے جواب دیا۔اس طرح بڑی گراں قدر تصانیف وجود میں آئیں۔ یہ سلسلۂ مطبوعات، مذہب اور سائنس کے اتصال و ہم آہنگی کی صرف ایک مثال ہے۔اس سے پہلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بعد کے بے شمار سائنسی مطالعات اور تحقیقات کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما تھا کہ خدا کی پیدا کردہ کائنات کو سمجھا جائے اور اس کے ذریعہ اس کے خالق کی لامحدود قوتوں کا ادراک کیا جائے۔

مذہب اور سائنس میں تصادم کا دور

سائنس دان برادری کا اس ابتدائی راستے سے انحراف '19 ویں صدی کے مغربی کلچر کے مادہ پرستانہ فلسفے کے غلبے کا نتیجہ تھا۔ یہ صورت حال بعض سماجی اور سیاسی عوامل کی وجہ سے پیدا ہوئی جس کا بہت بڑا سبب ڈارون کا نظریۂ ارتقا تھا۔ یہ نظریہ ابتدائی نقطہ نظر کے بالکل منافی تھا اور نئی صورتِ حال یہ بنی کہ مذہب اور سائنس کے لیے حصول علم کے دو ایسے مآخذ سامنے آگئے جو ایک دوسرے سے متصادم تھے۔ اس صورت حال کے بارے میں برطانیہ کے تین محققین مائیکل بیجینٹ (MICHAEL BAIGENT)، رچرڈ لی (RICHARD LEIGH) اور ہنری لنکن (HENRY LINCOLN) کا یہ تبصرہ تھا:

"ڈارون سے ڈیڑھ صدی پہلے آئزک نیوٹن کے لیے سائنس مذہب سے الگ نہیں تھی۔ بلکہ اس سے بالکل برعکس یہ مذہب کا ایک پہلو تھی اور بالآخر اس کے تابع تھی لیکن ڈارون کے زمانے کی سائنس نے خود کو مذہب سے نہ صرف الگ کر لیا بلکہ اس کی حریف بن گئی۔ اس طرح مذہب اور سائنس کے درمیان ہم آہنگی ختم ہو گئی اور وہ دو مخالف سمتوں میں چلنے لگے جس کی وجہ سے انسانیت مجبور ہو گئی کہ وہ دو میں سے کسی ایک کو منتخب کرے"۔ [1]

---

[1] THE MESSIANIC LEGACY,-GEORGI BOOKS ,LONDON :1991 ,p.177-178

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنس کے ثابت کردہ حقائق کو اپنے مد مقابل پا کر مادیت پرست عناصر اپنے مخصوص ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔ سائنس دان کو اپنے شعبے میں ترقی پانے 'ایم ڈی یا پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے یا سائنسی مجلے میں اپنے مضامین چھپوانے کے لیے چند شرائط پوری کرنی پڑتی تھیں۔ ان میں ایک شرط یہ تھی کہ وہ نظریۂ ارتقا کو غیر مشروط طور پر قبول کرتا ہو۔ اس لیے بعض سائنس دان ڈارون کے مفروضوں کا پرچم اٹھانے پر مجبور ہو گئے حالانکہ دلی طور پر وہ ان کو مسترد کرتے تھے۔ تخلیق خداوندی کی نشانیوں کے انکار پر ان کی طبیعت مائل نہیں تھی۔ امریکی مجلہ "سائنٹی فک امریکن" کے ستمبر 1999ء کے شمارے میں ایک مضمون "امریکہ کے سائنس دان اور مذہب" کے عنوان سے شائع ہوا۔ مضمون نگار روڈنی سٹارک (RODNEY STARK) نے جو یونیورسٹی آف واشنگٹن میں سوشیالوجی پڑھاتے ہیں 'سائنس دانوں پر ڈالے جانے والے دباؤ کا انکشاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "سائنس سے متعلقہ افراد کی مارکیٹنگ کا سلسلہ 200 سال سے جاری ہے۔ سائنس دان کہلانے کے لیے تمہیں اپنا منہ بند رکھنا اور مذہب کی جکڑ بندیوں سے خود کو آزاد رکھنا ہو گا۔ ریسرچ یونیورسٹیوں میں مذہبی لوگ اپنے منہ بند رکھتے ہیں اور غیر مذہبی لوگ الگ تھلگ رہتے ہیں۔ انہیں خصوصی سلوک کا مستحق گردانا جاتا ہے اور انہیں اعلیٰ مناصب پر پہنچنے کے مواقع دیے جاتے ہیں۔ [1]

موجودہ حالات اور سائنس دان

آج حالات بدل چکے ہیں۔ مذہب اور سائنس کے درمیان مصنوعی فرق کو سائنسی دریافتوں نے حقائق کے منافی قرار دے دیا ہے۔ مذہب کا دعویٰ ہے کہ کائنات کو عدم سے وجود میں لایا گیا ہے اور سائنس نے اس حقیقت کے کئی ثبوت دریافت کر لیے ہیں۔ مذہب یہ تعلیم دیتا ہے کہ زندہ اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے اور سائنس نے زندہ اجسام کے ڈیزائن میں اس حقیقت کے شواہد

[1] EDWARD J. LARSON VE LARRY WITHAM, Scientists and Religion in America, SCIENETIFIC AMERICAN, SEP.1999, p. 81

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریافت کر لیے ہیں۔مادہ پرست لوگ جو سائنس اور مذہب کو ایک دوسرے کا دشمن قرار دینا چاہتے ہیں نہ صرف کیتھولک کلیسا کی بے جا سخت گیری کو بطور مثال پیش کرتے ہیں بلکہ تورات یا انجیل کے بعض حصوں کا حوالہ دے کر یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ یہ تعلیمات کس قدر سائنسی دریافتوں سے متصادم ہیں۔تاہم ایک سچائی جسے وہ نظر انداز کرتے ہیں یا اس سے ناواقفیت کا بہانہ کرتے ہیں، یہ ہے کہ انجیل اور تورات کے متن تحریف شدہ ہیں۔ان دونوں آسمانی کتابوں میں انسانوں نے بہت سے توہمات اپنی طرف سے شامل کر دیے ہیں۔اس لیے ان کتابوں کو مذہب کے بنیادی مآخذ کے طور پر پیش کرنا غلط ہو گا۔

ان کے برعکس قرآن پورے کا پورا وحیٔ الٰہی پر مشتمل ہے 'اس میں رَتی بھر تحریف نہیں ہوئی اور نہ ہی ایک لفظ کی کوئی کمی بیشی ہوئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن میں کوئی تضاد یا کوئی غلطی نہیں۔اس میں بیان کردہ حقائق سائنسی دریافتوں سے بے حد مطابقت رکھتے ہیں۔مزید برآں متعدد سائنسی حقیقتیں جو آج منظر عام پر آسکیں ہیں، قرآن نے 1400 سال پہلے ان کا اعلان کر دیا تھا۔یہ قرآن کا ایک اہم معجزہ ہے جو اس کے کلام اللہ ہونے کے متعدد قطعی شواہد میں سے ایک ہے۔ [1]

[1] بحوالہ قرآن رہنمائے سائنس صفحہ 87-99

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب اور سائنس کے متعلق سائنس دانوں کے تاثرات

مادہ پرست اور ملحدین خواہ کتنی ہی ضد اور ہٹ دھرمی اختیار کریں اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ کائنات میں پائی جانے والی تمام مخلوقات اور ان کے نظام ہائے زندگی 'سب کے سب خدا کے پیدا کردہ ہیں۔اس لیے یہ امر یقینی ہے کہ سائنس اور مذہب کے درمیان ہم آہنگی اور توافق ہے۔ان کے مابین ہم آہنگی ماضی اور حال کے ان سائنس دانوں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جنہوں نے انسانیت کی بھلائی کے لیے کئی اہم کارنامے انجام دیے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ بے شمار سائنس دان جنہوں نے سائنسی کمالات کا مظاہرہ کیا وہ لوگ تھے جن کو قلب و نظر کی وسعت مذہب کے مطالعہ سے حاصل ہوئی تھی۔ان لوگوں نے نہ صرف مذہب اور سائنس کے مابین گہری مطابقت کو ثابت کیا بلکہ سائنس اور دنیائے انسانیت کی بے حد خدمت بھی کی۔ان میں سے چند ایک کا ذکر ذیل کی سطور میں کیا جاتا ہے جن سے ہمارے اس مؤقف کو تقویت ملے گی کہ سائنس نے مذہب کی خدمت کی ہے اور دونوں لازم وملزوم ہیں۔آئزک نیوٹن جسے دنیا کے عظیم ترین سائنس دانوں میں شمار کیا جاتا ہے اس کا نظریہ کائنات اس کے اپنے الفاظ میں اس طرح ہے:

"سورج 'ستاروں اور دمدار تاروں کا حسین ترین نظام ایک ذہین ترین اور انتہائی طاقتور ہستی کی منصوبہ بندی اور غلبے کا نتیجہ ہو سکتا ہے ۔ وہی ہستی تمام موجودات پر حکمرانی کر رہی ہے جس کی عمل داری اور اقتدار میں سب کچھ ہو رہا ہے۔وہ اس امر کا استحقاق رکھتا ہے کہ اسے خدائے عظیم و برتر اور ہمہ گیر حکمران تسلیم کیا جائے۔ [1]

وہ اپنی دوسری کتاب "پرنسیپیا میتھیمیٹیکا" میں اس طرح لکھتا ہے:

[1] Principia, Newton, 2nd Edition; J.D.E Vries,Essentials of Physical Science, B.EErdmasn Pub. Co.,) (Grand Rapids,Sd, 1958,P.15

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وہ (خدا) لافانی' قادر مطلق' ہمہ گیر، مقتدر اور علیم و خبیر ہے' یعنی وہ ازل سے ابد تک رہے گا۔ ایک انتہا سے دوسری انتہا تک ہمہ وقت موجود ہے، تمام مخلوقات پر حکمرانی کرتا ہے اور ان سب کاموں کو جانتا ہے جو کرنے ہیں یا کیے جا سکتے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اسے بقائے دوام حاصل ہے۔ وہ ہر جگہ اور ہر مقام پر حاضر و ناظر ہے۔ ہم اس سے اس کی بے مثال صناعی اور اس کی پیدا کردہ اشیا میں کمال کی جدتوں کی وجہ سے متعارف ہوئے ہیں۔ ہم اس کے عاجز بندے ہیں اور تہہ دل سے اس کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں" [1]

جرمن ماہر ریاضی و فلکیات کیپلر (Kepler) کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ اس کے سائنسی کارنامے اس کے مذہبی رجحانات کے مرہونِ منت تھے۔ 1978ء میں فزکس کا نوبل پرائز جیتنے والے سائنس دان ارنو پینزیاس (Arno Penzias) نے جو کلمک بیگ گراؤنڈ ریڈی ایشن کی دریافت میں بھی شریک تھا' کیپلر کو ایک صاحب ایمان سائنس دان قرار دیا ہے۔

بطور سائنس دان کیپلر اس بات پر بھی یقین رکھتا تھا کہ کائنات 'خالق حقیقی کی پیدا کردہ ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ آپ سائنس دان کیوں بنے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا "میں عالم دین بننا چاہتا تھا... لیکن اب میں نے اپنی کوششوں سے معلوم کر لیا کہ خدا کیسا ہے 'علم فلکیات میں بھی تحقیق سے مجھ پر یہ بات آشکار ہوئی کہ یہ آسمان خدا کی عظمت و جلال کا اقرار کر رہے ہیں"۔ [2]

لوئی پاسچر (Louis Pasteur) خدا پر پختہ ایمان رکھتا تھا۔ ڈارون کے نظریئے کی سخت مخالفت کرنے کی وجہ سے اسے شدید تنقید کا بھی نشانہ بننا پڑا۔ وہ سائنس اور مذہب میں کامل ہم آہنگی کا قائل تھا۔ اس کے الفاظ ہیں: "میرا علم جتنا بڑھتا ہے 'میرا ایمان

---

[1] Sir Issac Newton, Mathematical Principles of Natural Philosophy,Translated By Andrew Motte,) Revised By Florian Cajore, Great Books of Western World 34,Robert Maynard Hotchins, Editor in (Chief, william Benton, Chicago, 952 ; 273 - 274

[2] JOHANNES KEPLER, QUOTED IN: J.H.TINER, Johannes kepler - Giant of Faith and Science (MILFORD,) .MICHIGAN:MOTT MEDIA, 1977) P. 197

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتنا ہی زیادہ پختہ ہوتا جاتا ہے۔ سائنس کی تعلیم کی کمی انسان کو خدا سے دُور لے جاتی ہے اور علم کی وسعت اور گہرائی اسے خدا کے قریب پہنچا دیتی ہے" [1]

سر جیمز جینز (Sir James Jeans) نامور ماہر طبیعیات تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ کائنات کو دانش و حکمت کے مالک نے تخلیق کیا ہے۔ اس موضوع پر اس کے متعدد بیانات میں سے دو بیانات ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں جن میں اس کے عقیدے کا بھرپور اظہار ہو رہا ہے۔

"ہمیں اپنی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات ایک خاص مقصد کے تحت تخلیق کی گئی ہے یا یہ اس کنٹرولنگ پاور کی تخلیق ہے جو ہمارے ذہنوں کے ساتھ کچھ اشتراک رکھتی ہے" [2]

"کائنات کے سائنسی مطالعے کا نتیجہ مختصر ترین الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا ڈیزائن کسی خالص ریاضی دان نے تیار کیا تھا۔" [3] البرٹ آئن سٹائن (Albert Einstein) جو پچھلی صدی کے اہم ترین سائنس دانوں میں سے تھا اور خدا پر ایمان رکھنے کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا۔ وہ اس نظریئے کا حامی تھا کہ سائنس مذہب کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی 'اس سلسلے میں اس کے الفاظ یہ تھے

"میں ایسے سائنس دان کا تصور ہی نہیں کر سکتا جو گہرے مذہبی رجحانات نہ رکھتا ہو۔ شاید میری بات اس تمثیل سے واضح ہو جائے کہ مذہب کے بغیر سائنس لنگڑی ہے" [4]

---

[1] Jean Guitton, Dieu et la science : Vers le Metarealisme, Paris : Grasset, 1991, P.5

[2] Sir james Jeans, in his rede lecture at cambridge, Reported in the Times london Nov.5,1930

[3] Sir James Jeans, The mysterious universe,New York : Macmillan Co. 1932 Cambridge

[4] Science, Philosophy and Religion - A symposium, Published by the conference on science and .(religion in their relation to the Democratic way of life Inc. New York,1941

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئن سٹائن اس امر پر بھی پختہ یقین رکھتا تھا کہ کائنات کا منصوبہ اتنی زبردست ہنر مندی سے بنایا گیا ہے کہ اسے کسی طرح بھی اتفاقی مظہر قرار نہیں دیا جا سکتا۔اسے یقیناً ایک خالق نے بنایا ہے جو اعلیٰ ترین حکمت و دانش کا مالک ہے۔آئن سٹائن اپنی تحریروں میں اکثر خدا پر ایمان کا اظہار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کائنات میں حیرت انگیز فطری توازن پایا جاتا ہے جو غور و فکر کے لیے بے پناہ اہمیت رکھتا ہے۔اس نے اپنی ایک تحریر میں کہا

"ہر سچے محقق کے اندر گہرے مذہبی رجحانات پائے جاتے ہیں" [1]

آئن سٹائن کو ایک بچے نے خط لکھا جس میں اس نے پوچھا کہ کیا سائنس دان دعا کرتے ہیں؟اس کے جواب میں آئن سٹائن نے اسے لکھا:

"جو شخص سائنس کے مطالعہ اور تحقیق کی راہ اپناتا ہے اسے اس امر کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ قوانین فطرت میں واضح طور پر ایک روح موجود ہے۔یہ روح 'انسانی روح سے بلند تر ہے۔اس طرح سائنس کا مشغلہ انسان کو ایک خاص قسم کے مذہبی جذبے سے سرشار کر دیتا ہے۔" [2]

ورنہر وان بران (Wernher Von Branu) کا دنیا کے چوٹی کے سائنس دانوں میں شمار ہوتا تھا۔وہ ایک ممتاز جرمن راکٹ انجنیئر تھا جس نے دوسری جنگ عظیم کے دوران "V-2" راکٹ تیار کیے۔ڈاکٹر بران جو ناسا (امریکی ادارہ خلائی تحقیق) کا ڈائریکٹر بھی رہ چکا تھا' پختہ ایمان رکھنے والا سائنس دان تھا۔اس نے "فطرت کی تحقیق و منصوبہ بندی" کے موضوع پر چھپنے والے ایک مجلّے کے پیش لفظ میں لکھا کہ

[1] Quoted in Moszkow SKI,Conversations With(Einstein),P.46

[2] Einstein Archive 42-601 , Jan 24, 1936

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انسان بردار خلائی پرواز ایک حیرت انگیز تجربہ ہے لیکن اس سے یہاں تک پہنچنے والے انسان کے لیے خلا کی پر جلال وسعتوں میں جھانکنے کے لیے ایک چھوٹا سا در کھلا ہے جو کائنات کے بے کراں اسرار میں جھانکنے کے لیے محض ایک سوراخ ہے۔ اس سے ہمارے اس عقیدے کو تقویت پہنچنی چاہیے کہ کائنات کا ایک خالق موجود ہے۔ میرے لیے اس سائنس دان کو سمجھنا بہت مشکل بات ہے جو اس کائنات کے وجود کے پیچھے کارفرما اعلیٰ ترین حکمت و دانش کو تسلیم کرنے سے انکاری ہو' اسی طرح اس مذہبی شخصیت کو بھی سمجھنا بہت مشکل امر ہے جو سائنس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے"۔ [1]

ورنہر وان بران نے مئی 1947ء میں اپنے ایک مقالے میں لکھا:

"کوئی بھی شخص کائنات کے نظم وضبط کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ اس کارخانۂ قدرت کے پیچھے کارفرما واضح منصوبہ بندی اور مقصد کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ ہم نے کائنات کے رازوں کو جتنا بہتر سمجھنے کی کوشش کی ہے اس کے منصوبے پر ہماری حیرت میں اتنا ہی اضافہ ہوا ہے۔ کسی کا خود کو صرف اس نتیجے پر پہنچنے پر مجبور پانا کہ یہ سب کچھ محض اتفاقاً ہو گیا ہے خود سائنسی علم کے منافی ہے۔ وہ کون سا اتفاقی امر ہے جو انسانی دماغ یا اس کی آنکھ کے نظام کو جنم دے سکتا ہے؟ [2]

پروفیسر مالکم ڈنکن ونٹر جونیئر (Malcolm Duncan Winter , Jr) نے میڈیسن میں ایم ڈی کی ڈگری نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی میڈیکل اسکول سے حاصل کی' بے شمار سائنس دانوں کی طرح وہ بھی کائنات اور جملہ انسانوں کو عظیم خالق کی قدرتِ تخلیق کا شاہکار سمجھتے ہیں۔ اس مسئلے پر انہوں نے یوں اظہار خیال کیا:

"زمین اور یہ کائنات جو اتنی پیچیدگیوں اور زندگی کی مختلف اشکال سمیت ہمارے سامنے موجود ہے اور وہ انسان بھی جو سوچ سمجھ کی اتنی زبردست صلاحیتیں رکھتا ہے یہ تو اتنی لطیف اور پیچیدہ حقیقتیں ہیں کہ اپنے آپ تو نہیں بن سکتیں۔ ان کے بنانے کے لیے

---

[1] Henry M.Morris,Men of Science Men of God, Master Books , 1992, P.85

[2] Dennis R.Peterson Unlocking the Mysteries of Creation, Creation Resource Foundation:Eldorado,California,1990,P.63

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عظیم مفکر ماسٹر مائنڈ خالق کا موجود ہونا ضروری تھا۔اس سارے کارخانے کے پیچھے ایک خالق کی قدرت کارفرما ہونی چاہیے اور وہ یقیناً خدا ہے۔" [1]

پروفیسر ڈیل سوارزنڈروبر(Dale Swartzendruber)پہلے کیلی فورنیا یونیورسٹی میں اسسٹنٹ سوائل سائنٹسٹ تھے۔ پھر پرڈیو یونیورسٹی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر مقرر ہوگئے۔اب سوائل سائنس آف امریکہ کے ممبر بھی منتخب ہوگئے ہیں، وہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔انہوں نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ یہ کائنات محض اتفاق کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک خالق کی قدرت کا نتیجہ ہے'ان کا بیان حسب ذیل ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ آپ اوپر آسمان کی طرف دیکھیں یا نیچے زمین کی جانب 'ہر طرف ایک مقصدیت اور ایک منصوبہ بندی کارفرما دکھائی دیتی ہے۔اس عظیم منصوبہ ساز کی موجودگی سے انکار اتنی غیر منطقی بات ہے جتنی کہ گندم کی لہلہاتی زرد زرد فصلوں کی تعریف بھی آپ کریں اور ساتھ ہی کسان کی موجودگی کو تسلیم کرنے سے بھی انکار کردیں۔" [2]

ڈاکٹر الن ساندیج(Allan Sandage)موجودہ دور کے عظیم ماہر فلکیات ہیں۔انہیں 50 سال کی عمر میں خدا پر ایمان لانے کی توفیق ہوئی۔انہوں نے امریکی جریدہ نیوز ویک کو انٹرویو دیا جو کور سٹوری کے طور پر اس سرخی کے ساتھ شائع ہوا۔

"سائنس نے خدا تلاش کرلیا ساندیج نے اپنے قبول کردہ مذہب کے بارے میں کہا یہ سائنس ہی کا نتیجہ تھا کہ جس نے مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ کائنات اتنی زیادہ پیچیدہ ہے کہ سائنس کی گرفت میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ میں موجودات کے معمّے کو مافوق الفطرت حوالوں سے ہی سمجھ سکا ہوں۔" [3]

---

[1] John Clover Monsma, The Existence of God in an Expanding Universe, P. 182-183

[2] John Clover Monsma, The evidence of God in an expanding universe,P.191

[3] News Week, July 27, 1998, P.46

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر البرٹ کومبس ونچسٹر(Albert Mcombs Winchester)نے یونیورسٹی آف ٹیکساس سے پوسٹ گریجویشن کرنے کے بعد بیلر یونیورسٹی میں طبیعیات کے پروفیسر کے طور پر خدمات انجام دیں اور فلوریڈا اکیڈمی آف سائنس کے صدر بھی رہے۔ان کا کہنا ہے کہ سائنسی تحقیق خدا پر ان کے یقین کو مزید کو مستحکم کر رہی ہے "آج میں نہایت مسرت سے کہہ رہا ہوں کہ سائنس کے مختلف شعبوں میں سالہا سال کے تحقیقی کاموں کے نتیجے میں خدا پر میرا ایمان متزلزل ہونے کی بجائے مستحکم تر ہو گیا ہے اور اب پہلے کی نسبت مضبوط تر بنیادوں پر استوار ہو چکا ہے۔سائنس نے اس عظیم ترین ہستی کے بارے میں انسان کی بصیرت کو گہرائی بخشی ہے اور یہ اس کی قدرت کاملہ پر ایمان بڑھاتی ہے اور ہر نئی دریافت ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔" [1]

تہران میں شریف یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی کے ماہر طبیعیات پروفیسر گلشنی(Mehdi Golshani)نے نیوز ویک کو انٹرویو دیتے ہوئے خدا پر ایمان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سائنسی تحقیق مذہب کی توثیق و تصدیق کا ذریعہ بن رہی ہے

"مظاہر فطرت 'کائنات میں خدا کی نشانیاں ہیں۔ان کا مطالعہ کرنا' اس لحاظ سے ایک مذہبی فریضہ بن جاتا ہے۔قرآن انسانوں کو زمین میں سفر و سیاحت کی تلقین کرتا ہے تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ اس نے تخلیق کا کیسے آغاز کیا۔" تحقیق کرنا خدا کی عبادت کرنے کی طرح ہے کیونکہ اس سے عجائب تخلیق کا انکشاف ہوتا ہے۔" [2]

[1] John Clover Monsma, The evidence of God in an expanding universe,P.165

[2] News Week, July 27, 1998. P. 49

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر 1

- کائنات کیسے وجود میں آئی
- کائنات کا پھیلاؤ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے مشاہدات میں ہے کہ جب دنیا میں کوئی دھماکہ ہوتا ہے تو اس کے نتیجے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ سالہا سال کی محنت سے بنائی جانے والی عمارتیں زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ افراد کے خاکی اجسام کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ اور جو کچھ ان دھماکوں کی زد میں آتا ہے 'تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایٹم اور ہائیڈروجن بم کے دھماکے، احتراق پذیر گیس کے دھماکے، آتش فشانی دھماکے، قدرتی گیسوں کے دھماکے اور شمسی دھماکے، ان سب کے نتائج تباہ کن ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر ہمیں کوئی کہے کہ فلاں جگہ دھماکہ ہوا اور وہاں تباہی و بربادی ہونے کی بجائے بڑی بڑی عمارتیں 'فیکٹریاں اور باغات معرض وجود میں آگئے ہیں تو آپ کہنے والے کو پاگل قرار دے دیں گئے کیونکہ اس کا یہ دعویٰ آپ کے مشاہدات کے برعکس ہے۔ مگر حقیقتاً اگر ایسا ہی ہو تو پھر آپ یہ سوچیں گئے کہ یہ دھماکہ ایک منفرد اور غیر معمولی دھماکہ ہے اور ضرور اس کے پیچھے کسی مافوق الفطرت ہستی کا ہاتھ ہے۔

چنانچہ سائنس نے ہمیں بگ بینگ کے متعلق یہی بتایا ہے کہ یہ دھماکہ ایک ایسا دھماکہ تھا کہ جس کے نتیجے میں بڑی بڑی کہکشائیں، ستارے، سیارے وغیرہ وجود میں آگئے اور یہ سب زبردست نظم وضبط کے ساتھ خلا میں مداروں کے اندر گھوم رہے ہیں۔ چنانچہ یہ دھماکہ ظاہر کرتا ہے کہ اس غیر معمولی دھماکے کے پیچھے ایک مافوق الفطرت ہستی کا دستِ قدرت ہے 'جسے ہم اللہ کے نام سے جانتے ہیں۔

سر فریڈ ہائل نے کئی سال تک بگ بینگ کی مخالفت کی، پھر اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اس صورت حال کو بڑے اچھے طریقے سے بیان کیا:

نظریہ بگ بینگ کا دعویٰ ہے کہ یہ کائنات ایک واحد دھماکے کے ساتھ وجود میں آئی تاہم جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے دھماکہ تو مادے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے جبکہ بگ بینگ نے متضاد نتیجہ پیش کیا ہے کہ مادے کے کہکشاؤں کی صورت میں جھنڈ کے جھنڈ نمودار ہو گئے ہیں..... وہ قوانین طبیعیات جو بگ بینگ کے ساتھ ہی وجود میں آگئے تھے 14 ارب سال گزر جانے کے باوجود تبدیل نہ ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان پر غور وخوض کرنے کے بعد قرآن مجید کے نزول کے متعلق تفصیلات معلوم کیں کہ یہ کہاں، کب اور کس پر نازل ہوا؟ان کو بتایا گیا کہ قرآن مجید 14 سو سال پہلے نازل ہوا تھا تو انہوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا "قرآن انتہائی بلند مقام سے کائنات کی وضاحت کرتا ہے۔اس نے جو کچھ کہا وہ حقیقت میں موجود ہے۔(گویا اُس نے) ایسے مقام سے دیکھا ہے جہاں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔"

جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی وقت ایسا بھی تھا جب آسمان دھواں تھا تو انہوں نے بتایا کہ تمام علامات ونشانیاں اسی بات کو ثابت کرتی ہیں کہ ایک ایسا وقت بھی تھا کہ جب آسمان دھویں کا بادل تھا۔ بعض سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ دخان (Smoke) دھند یا کہر (Mist) ہے لیکن پروفیسر کوزائے کہتے ہیں کہ دھند یا کہر دھویں سے مشابہت نہیں رکھتی کیونکہ دھند یا کہر کی خصوصیت ٹھنڈی ہوتی ہے جبکہ فلکیاتی دھواں (Cosmic Smoke) گرم ہوتا ہے۔درحقیقت "دخان" مائع گیسوں (Diffused Gases) سے بنا ہے جس کے ساتھ ٹھوس مواد (Solid Substance) شامل ہے اور یہ دھویں کی بالکل صحیح تعریف ہے جس سے کائنات وجود میں آئی ہے۔

پروفیسر کوزائے کہتے ہیں چونکہ دھواں گرم تھا لہٰذا ہم اس کو دھند یا کہر سے تعبیر نہیں کر سکتے اور "دخان" اس کے لیے بہترین لفظ ہے۔ان کا کہنا تھا کہ قرآن مجید کسی انسانی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ ایک آسمانی کتاب ہے۔[1]

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ابتدائی حالت کو دُھویں سے تشبیہ دی ہے اور یہی جدید سائنس کی تحقیق ہے جبکہ اس حقیقت کا اظہار 1400 سال پہلے ہی قرآن مجید میں موجود تھا۔اس لیے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ کائنات کے اس راز کو کائنات کا بنانے والا ہی بتا سکتا ہے، کوئی انسان نہیں۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔صفحہ 133-134

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾

"اور آسمان کو ہم نے اپنے دستِ (قدرت) سے بنایا اور ہم اسے وسیع کرتے جا رہے ہیں"[1]

اس میں لفظ موسعون استعمال ہوا ہے یعنی اس کو وسیع کیا۔ فراخ کیا۔ گویا اللہ تعالیٰ اس وسیع کائنات کو بنا کر رہ نہیں گئے ہیں بلکہ ہر دم اس میں توسیع فرماتے جا رہے ہیں۔ مشہور ماہر فلکیات "سٹیفن ہاکنگ" اپنی کتاب (A Brief History of Time) میں لکھتے ہیں کہ کائنات کی وسعت کی دریافت، بیسویں صدی کی بڑی دریافتوں میں سے ایک ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف راہنمائی اس وقت کر دی تھی کہ جب ٹیلی سکوپ بھی ایجاد نہیں ہوئی تھی [2]۔

مولانا عبدالرحمان کیلانی اس آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "کائنات میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں جن میں آج تک تخلیق اور توسیع کا عمل جاری ہے۔ اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ سب سے پہلے انسان کو ہی لیجیے، اس کی نسل بڑھ رہی ہے۔ تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہی کائنات کا شاہکار ہے۔ پھر زمین کی پیداوار بھی اللہ تعالیٰ اسی نسبت سے بڑھاتے جا رہے ہیں۔

اس آیت میں بالخصوص آسمان کا ذکر ہے۔ آسمان کی پیدائش کا بھی یہی حال ہے یہاں آسمان سے مراد پہلا آسمان یا کوئی خاص آسمان نہیں بلکہ یہاں سماء سے مراد فضاءِ بسیط ہے جب کہ اس آیت کریمہ

﴿ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ط﴾

"پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان استوار کر دیئے" [3]

---

[1] الذاریات۔51:47

[2] (قرآن اینڈ ماڈرن سائنس۔ از ڈاکٹر ذاکر نائیک، صفحہ 16,17)

[3] البقرہ۔(02:29)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کہکشاں کی لمبائی ایک لاکھ نوری سال ہے جبکہ اس کے درمیانی ابھار کا قطر 16000 نوری سال ہے۔ ہمارا نظام شمسی ملکی وے کہکشاں کے پھر کی نما بازو (Spiral Arm) میں واقع ہے۔ جو اپنے مرکز سے 30000 نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔ سورج 240 کلومیٹر فی سکینڈ کی رفتار سے اپنے مرکز کے گرد ایک چکر 22 کروڑ سال میں پورا کرتا ہے' سورج کی عمر کا اندازہ ساڑے چار ارب سال ہے، اس کا مطلب ہے کہ سورج آج تک اپنے مرکز کے گرد تقریباً 20 مرتبہ چکر لگا چکا ہے۔ [1]

ہمیں آسمان پر جو ستارے نظر آتے ہیں وہ صرف اس عظیم الشان جھرمٹ کا کنارہ ہیں۔ پوری کائنات ستاروں کے ایسے کئی جھرمٹوں یعنی کہکشاؤں سے مل کر بنی ہے۔ ان میں سے قریب ترین کہکشاں کا نام Andromeda Galaxy ہے۔ لیکن یہ بھی ہم سے دو نوری سال یعنی 190 کھرب کلومیٹر دور ہے۔ کائنات میں ستاروں کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی سے سائنس دانوں کو امید ہے کہ ان میں سے بہت سے سیارے ایسے ہوں گے جہاں زندگی کے آثار پائے جا سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

کہکشاؤں کے اندر ستارے جس مرکز کے گرد گھوم رہے ہیں وہ کوئی ستارہ یا سیارہ نہیں ہے بلکہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک سیاہ خلا (Black Hole) ہے۔ ملکی وے کہکشاں میں پایا جانے والا بلیک ہول اتنا بڑا ہے کہ اسے دس لاکھ سورج بھی پُر نہیں کر سکتے۔ ستاروں کے گرد وغبار کی وجہ سے ہم اس سیاہ خلا کو براہ راست نہیں دیکھ سکتے۔ البتہ ریڈیو ٹیلی اسکوپس (Radio Telescopes) اس گرد وغبار کے پار دیکھ سکتی ہیں۔ چونکہ یہ تمام کہکشائیں گرم گیسوں سے بھری ہوئی ہیں جو ریڈیائی شور پیدا کرتی ہیں۔ چنانچہ یہ شور اس گرد میں داخل ہو کر راستہ بناتا ہے اور ہم ریڈیو اسکوپس کے انٹینا کا رخ مرکز کہکشاں کی طرف موڑ کر غبار کے اس پار دیکھ سکتے ہیں۔ مگر ہمیں ستاروں کے غبار کے اس پار کیا نظر آتا ہے۔ صرف بڑی بڑی لکیریں جو مقناطیسی میدانوں کی وجہ سے بنی ہیں۔ ان لکیروں کی لمبائی کئی نوری سال کے برابر ہے۔

---

[1] http://cfa-www.harvard.edu/seuforum/howfar/see.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مقناطیسی میدان ایسی گرم گیس بناتے ہیں جنہیں ہم ایک برقی بار گرفتہ گیس (Plasma) کہتے ہیں۔ کائنات کا نوے فی صد حصہ ابھی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور کوئی نہیں جانتا یہ کیا اور کہاں ہے۔ سائنس کے عجائب میں سے سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ ہم ان کہکشاؤں میں موجود مادہ کی ناپ تول اور اوزان و پیمائش کر سکتے ہیں جنہیں ہم نے دیکھا تک نہیں۔

ہم یہ ناپ تول کیسے کرتے ہیں؟

آپ نے ایسے بچوں کو دیکھا ہو گا کہ جو رسی کے ایک سرے پر گیند باندھ کر اسے تیزی سے گھماتے ہیں۔ لیکن گیند زمین پر نہیں گرتی ہے۔ گیند جیسے ہی ہوا میں جاتی ہے زمین کی قوت اسے اپنی جانب کھینچ لیتی ہے۔ لیکن ہاتھ کی قوت اسے زمین پر گرنے سے روکتی ہے۔ گیند جتنی تیزی سے گھومے گی زمین پر گرنے سے روکنے کے لیے ہاتھ کو اتنی ہی قوت صرف کرنا پڑے گی۔ لیکن اگر گیند آہستہ آہستہ گھومے گی تو اسے زمین پر گرنے سے روکنے کے لیے ہاتھ کی قوت بھی کم صرف کرنی ہو گی۔ بالکل اسی طرح کسی محور کے گرد گردش کرنے والے کسی ستارے یا سیارے کو دیکھ کر ماہرین علم فلکیات اس سیارے کا وزن اور اس کی کشش ثقل کی قوت بتا سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر ہم اپنے چاند کو دیکھ کر اپنی زمین کی کشش ثقل اور اس کا وزن بتا سکتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ چاند کو زمین کے گرد اپنا چکر مکمل کرنے میں تقریباً ایک ماہ لگتا ہے۔ اور چاند ہم سے 3 لاکھ 84 ہزار کلو میٹر دور ہے۔ ان اعداد کو دیکھ کر کشش ثقل کے نظریہ کو سامنے رکھ کر چند فارمولوں کی مدد سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ زمین کا وزن 6 ہزار ملین ٹن ہے۔ اسی طرح ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ سورج کا وزن کیا ہے؟ ہمیں معلوم ہے کہ زمین سورج کے گرد اپنا چکر 365 دن میں مکمل کرتی ہے اور سورج ہماری زمین سے 15 کروڑ کلو میٹر دور ہے۔ جس سے ہم حساب لگا سکتے ہیں کہ سورج زمین کے مقابلہ میں 3 لاکھ گنا وزنی ہے۔ اسی اصول کے تحت ماہرین فلکیات کہکشاؤں کو دیکھ کر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ وہ کتنی دور ہیں اور ستارے اپنی اپنی کہکشاؤں کے محور کے گرد کتنی تیزی سے اپنا چکر مکمل کرتے ہیں۔ ستارے بھی اپنے محور کے گرد اسی طرح چکر لگاتے ہیں جیسے سیارے سورج کے گرد لگاتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لائی مین ایلفا لائٹ " سے دیکھا جا چکا تھا۔اس سروے کے دوران ماہرین نے ایسی روشنی کو ریکارڈ کیا جو مختلف طول موج پر مبنی تھی۔اس دوران دہکتی ہائیڈ روجن سے خارج ہونے والی روشنی کو بھی پرکھا گیا اور اس کو "ایچ ایلفا لائن "کا نا م دیا گیا۔مذکورہ انکشاف اسی "ہاک۔ون"کیمرے کی مدد سے ہی ممکن ہو سکاہے۔

ماہرین نے ایک ایسی کہکشاں پر خصوصی غور کیا جس کی روشنی گزشتہ 10ارب سال سےزمین کی جانب سفر کرتی رہی ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ پہلاموقع ہے جب ہم نے آسمان کے ایک ایسے خطے کا بغور مشاہد ہ کیا ہے جو جو ہائیڈروجن سے برآمد ہونے والی روشنی کی بہت زیادہ گہرائی میں ہے اور اس سے نکلنے والی روشنی کا طول موج بھی مخصوص ہے۔اس مشاہدے کے بعد ماہرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آج تک ماہرین فلکیات اپنے سرویز کے دوران "لائی مین اایلفا"کی مددسے جو کچھ دیکھتے رہے ہیں وہ ان کہکشاؤں سے نکلنے والی روشنی کا بہت ہی مختصر حصہ ہوتا تھا کیونکہ بہت سے فوٹان کہکشاں کے اندر گیس اور غبار کے بادلوں سے تعامل کے دوران تباہ ہوجاتے ہیں۔اس کے نتیجے میں ہم زیر مشاہدہ کہکشاں کا صرف 10فیصد حصہ ہی دیکھ پاتے ہیں جبکہ 90فیصد ہمارے مشاہدے سے اوجھل رہتا ہے۔ہائس نے کہا کہ اگر ہمیں 10کہکشائیں نظر آئیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہاں 100کہکشائیں ہوں گی جن میں سے ہمیں صرف 10دکھائی دیں۔چناچہ ماہرین فلکیات اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمام ذرائع کے استعمال اور محنت کے باوجود وہ کائنات کے صرف 10/1حصے کی ناپ تول کر سکے ہیں۔نوے فی صد کائنات اب بھی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔اس پوشیدہ مادے کوتاریک مادہ کہتے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کیاہے ؟وہ چھوٹے چھوٹے ستاروں کی شکل میں اجرام فلکی بھی ہو سکتے ہیں جو جلتے بجھتے رہتے ہیں یاابتدائی ذرات بھی ہو سکتے ہیں۔ [1]

---

[1] سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔صفحہ 126-128

روزنامہ اردونیوز جدہ ، 31مارچ 2010ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر آرم اسٹرانگ نے کائنات کے آخری کنارے تک پہنچنے کی سائنس دانوں کی جدوجہد کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ ہم مسلسل اس جانب کوشش کررہے ہیں'ان کے الفاظ تھے:

"ہم مزید طاقت ور آلات تیار کررہے ہیں تاکہ کائنات کا مزید مشاہدہ کرسکیں اور نئے ستاروں کو دریافت کرسکیں کیونکہ ہم ابھی تک اپنی کہکشاں میں ہیں اور کائنات کے کنارے تک نہیں پہنچے ہیں... ہم خلا سے باہر مزید دوربینیں لگانے کا انتظام کررہے ہیں تاکہ گردوغبار اور دوسری فضائی رکاوٹوں کی خلل اندازی کے بغیر کائنات کا مشاہدہ کرسکیں۔(ہم کشفی دوربینوں کے ذریعے زیادہ فاصلے تک نہیں دیکھ سکتے تو ہم ان کو ان ریڈیائی دوربینوں سے تبدیل کررہے ہیں تاکہ زیادہ فاصلے تک دیکھ سکیں مگر ہم ابھی تک اپنی حدود کے اندر ہی ہیں"۔)

جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے جدید اور طاقت ور آلات، راکٹ اور خلائی جہازوں کے ذریعے جدید فلکیات کا مشاہدہ کیا ہے اور یہ وہ آلات ہیں جنہیں انسان نے ایجاد کیا ہے۔ حالانکہ یہ وہ حقائق ہیں کہ جن کو قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے ذکر کیا ہے، آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ میں اس بات سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں کہ کس طرح غیر معمولی انداز میں ایک قدیم تحریر میں جدید فلکیات کا تذکرہ موجود ہے۔ [1]

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] (سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ صفحہ 130-132)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر2

- نظامِ شمسی
- سورج ساکن نہیں ہے
- سورج بے نور ہو جائے گا
- چاند کی روشنی منعکس کردہ ہے
- اللہ مشارق اور مغارب کا رب ہے
- چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور جدید سائنس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاند زمین سے 3 لاکھ 84 ہزار کلو میٹر کی دوری سے گردش کر رہا ہے، چاند کا قطر 3476 کلو میٹر ہے، یہ زمین کے گرد 29.531 دن میں ایک چکر مکمل کرتا ہے جبکہ زمین سورج کے گرد ایک چکر ایک سال (یعنی 365.242199 دن) میں پورا کرتی ہے۔ اس کا قطر 12756 کلو میٹر ہے۔ زمین سورج کے گرد 30 کلو میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے گھوم رہی ہے جبکہ اپنے محور کے گرد گھومنے کی رفتار 1722 کلو میٹر فی گھنٹہ ہے۔

سب سے نزدیکی سیارہ عطارد سورج کے گرد ایک چکر 88 دن میں (زمین کی نسبت سے) پورا کرتا ہے۔ جبکہ سب سے بعید سیارہ پلوٹو ، سورج کے گرد ایک چکر 248.4 سالوں میں پورا کرتا ہے۔ عطارد 'زہرہ' زمین اور مریخ سب چٹانوں پر مشتمل ہیں جبکہ مشتری ، سیٹرن، یورینس اور نیپچون سیارے گیسوں اور سیال نما مادے پر مشتمل ہیں، ان پر زمین کی طرح کھڑا نہیں ہوا جا سکتا۔ جبکہ پلوٹو ان دونوں اقسام سے مختلف ہے۔ ہمارا یہ نظام شمسی جس کہکشاں میں واقع ہے اس کی لمبائی ایک لاکھ نوری سال ہے (اگر روشنی ایک لاکھ 86 ہزار میل فی سکینڈ کی رفتار سے ایک لاکھ سال تک چلتی رہے تو وہ جتنا فاصلہ طے کرے گی، وہ ایک لاکھ نوری سال ہو گا)۔ ہمارا یہ سورج کہکشاں کے مرکز سے 30,000 نوری سال پر واقع ہے اور سورج کو اپنے اس مرکز کے گرد ایک چکر پورا کرنے میں 22 کروڑ سال لگتے ہیں۔ [1] سورج کی کشش ثقل زمین کی نسبت 28 گنا زیادہ ہے اور خط استوا کے نزدیک اس کا قطر

---

[1] قرآن اور کائنات، مصنف حاجی غلام حسن، جنگ پبلشرز لاہور

http://www.sciencemonster.com

http://pds.jpl.nasa.gov/planets/special/earth.htm

http://www.ecology.com/features/earthataglance/youarehere.html

http://csep10.phys.utk.edu/astr161/lect/index.html

/ http://kids.msfc.nasa.gov

http://www.enchantedlearning.com/Home.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جملے کے دو مطلب ہیں، ایک یہ کہ سورج چاند کی نسبت بڑا سیارہ ہے۔اس کی کشش ثقل بھی چاند کی نسبت بہت زیادہ ہے تاہم یہ ممکن نہیں کہ سورج چاند کو اپنی طرف کھینچ لے نہ ہی یہ ممکن ہے کہ اس کے مدار میں جا داخل ہو اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی ممکن نہیں کہ رات کو چاند چمک رہا ہو اور اسی وقت سورج طلوع ہو جائے۔اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ دن کی مقررہ مدت ختم ہونے سے پہلے ہی رات آ جائے اور جتنا وقت دن کی روشنی کے لیے مقرر ہے اس میں رات یکایک اپنی تاریکیوں سمیت آموجود ہو۔ سَبَحَ کے معنی پانی یا ہوا میں نہایت تیز رفتاری سے گزر جانا یا تیرنا اور فلک کے معنی سیاروں کے مدارات یا ان کی گزر گاہیں (Orbits) ہیں۔اس آیت میں پہلے صرف سورج اور چاند کا ذکر فرمایا پھر کل کا لفظ استعمال فرمایا جو جمع کے لیے آتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج اور چاند کے علاوہ باقی تمام سیارے بھی فضا میں تیزی سے گردش کر رہے ہیں"[2]

کائنات کے مدار مخصوص اجرام فلکی کی گردش کے پابند نہیں ہیں۔ہمارے نظام شمسی اور کہکشاؤں کو دوسرے مراکز کے گرد ایک بڑی سرگرمی کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔ہر سال زمین اور نظام شمسی گزشتہ برس کے مقابلے میں اپنی جگہ سے 50 کروڑ کلو میٹر دور ہو جاتے ہیں۔اس بات کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ اگر یہ اجرام فلکی اپنے مداروں سے ذرا سا بھی ہٹ جائیں تو یہ سارا نظام الٹ پلٹ جائے۔مثال کے طور پر آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ اگر صرف 3 ملی میٹر ہی زمین اپنے مدار سے ہٹ جائے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا:

"سورج کے گرد گھومتے ہوئے زمین ایک ایسے مدار پر گردش کرتی ہے کہ ہر 18 میل کے بعد یہ اپنے اصل راستے سے 2.8 ملی میٹر ہٹ جاتی ہے۔وہ مدار جس پر زمین گردش کرتی ہے وہ کبھی نہیں بدلتا۔اس لیے کہ 3 ملی میٹر کا انحراف بھی تباہ کن نتائج پیدا کر دے گا، اگر یہ انحراف 2.8 کے بجائے 2.5 ملی میٹر ہوتا تو پھر مدار بہت بڑا ہوتا اور ہم سب یخ بستہ ہو جاتے۔اگر یہ انحراف 3.1 ملی میٹر ہوتا تو ہم گرمی سے جھلس کر مر جاتے"[3]

---

[1] (36:40)

[2] تیسیر القرآن، جلد سوم، سورۃ یٰس، حاشیہ 38,39

[3] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے۔ صفحہ 257

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورج ان 400 ارب ستاروں میں سے ایک ہے جن سے مل کر ملکی وے کہکشاں بنی ہے۔ جب کہ یہ زمین سے بلحاظ قطر 109 گنا بڑا ہے مگر پھر بھی کائنات کے چھوٹے ستاروں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ کہکشاں کے مرکز سے 30 ہزار نوری سال کے فاصلے پر ہے جس کا قطر ایک لاکھ نوری سال ہے۔ ایک نوری سال 9,460,800,000,000 کلو میٹر کے برابر ہوتا ہے۔ [1]

ماہرین فلکیات کے جمع کردہ اعداد و شمار کے مطابق سورج 220 کلو میٹر فی سیکنڈ کی بے حد تیز رفتار سے رواں دواں ہے اور اس کی یہ گردش اس کے مخصوص مدار میں ہے جسے ماہرین نے "سولر اپیکس" (Solar Apex) کا نام دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج دن میں اندازاً 1,90,08,000 کلو میٹر سفر کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام سیارے (Planets) اور طفیلی سیارچے (Satellites) بھی سورج کی کشش ثقل کے تحت گردش کر رہے ہیں اور اتنا ہی فاصلہ طے کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں تمام ستارے (Stars) بھی اسی طرح ایک طے شدہ نظام کے مطابق محوِ گردش ہیں۔ اس لیے پورا دائرہ کائنات راستوں اور مداروں سے بھرا ہوا ہے جس کا قرآن مجید کی درج ذیل آیت کریمہ میں ذکر آیا ہے۔

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾

"قسم ہے متفرق شکلوں والے آسمان کی" [2]

کائنات میں کھربوں اجرامِ فلکی اپنے اپنے مقررہ مداروں میں گھومتے ہیں اور لاکھوں سال سے انتہائی نظم وضبط کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر گردش کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے دمدار ستارے (Comets) بھی اپنے مقررہ مداروں میں گھوم رہے ہیں۔ کائنات میں یہ مدار صرف انہی اجرام فلکی کے لیے مخصوص نہیں ہیں، کہکشائیں بھی نہایت تیز رفتاری سے مقررہ مداروں میں متحرک رہتی ہیں۔ اس نقل و حرکت کے درمیان مختلف اجرام فلکی ایک دوسرے کا راستہ نہیں کاٹتے اور نہ ہی ان کے

---

[1] http://www.sciencemonster.co

[2] (سورۃ الذّاریات 51)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان کوئی تصادم ہوتا ہے۔ایک عظیم "کمپیوٹر "انتہائی صحت اور زبردست احتیاط کے ساتھ ان کے راستوں اور رفتاروں کو کنٹرول کررہاہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس زمانے میں قرآن نے یہ انکشاف کیے بنی نوع انسان کے پاس آج جیسی دوربینیں یا ترقی یافتہ مشاہداتی ٹیکنالوجی نہیں تھی کہ جس سے لاکھوں'کروڑوں کلومیٹر دور محوِ گردش اجرام فلکی کامشاہدہ کیاجاسکتااورنہ ہی علم طبیعیات اور علم فلکیات اس درجے پر پہنچے ہوئے تھے کہ انسان کی رہنمائی کرسکتے لہٰذااس وقت اس امر کا سائنسی طور پر تعین کرنا ممکن نہیں تھا کہ خلاراستوں اور مداروں سے پُر ہے اور ہر چیز متحرک ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنے فرقان حمید میں بتایاہے لہٰذادرج بالا باتوں سے ایک ہی نتیجہ نکلتاہے کہ اس تمام نظام کا موجد اور خالق اللہ تعالیٰ کی ذات عالی شان کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور یہ کہ جس نتیجے پر سائنس بیسویں صدی میں پہنچی ہے ان باتوں کا چودہ سو سال سے قران مجید میں پایاجانا،اس کے برحق اور لاریب ہونے کی روشن دلیل ہے۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستارے کی نسبت 80 فیصد رہ جاتی ہے یہ مرتے ہوئے ستارے کی آخری حالتوں میں سے ایک ہے جس میں ستارہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا اور مدہم ہوتا چلا جاتا ہے [1]

قرآن مجید میں سورج کی روشنی کے ختم ہونے کا اشارہ درج ذیل آیت کریمہ میں دیا گیا ہے:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾

"اور سورج' وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے" [2]

مولانا مودودی اس آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "ٹھکانے سے مراد وہ جگہ بھی ہو سکتی ہے جہاں جا کر سورج کو آخر کار ٹھہر جانا ہے اور وہ وقت بھی ہو سکتا ہے جب وہ ٹھہر جائے گا۔ [3] تفسیر ابن کثیر میں ایک قول کے مطابق مستقر سے مراد اس کی چال کا خاتمہ ہے۔ قیامت کے دن اس کی حرکت باطل ہو جائے گی' یہ بے نور ہو جائے گا' اور یہ عالم کل ختم ہو جائے گا۔ [4] مولانا عبدالرحمان کیلانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوذر سے پوچھا: "جانتے ہو کہ سورج غروب ہونے کے بعد کہاں جاتا ہے؟" سیدنا ابو ذر کہنے لگے: "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": سورج غروب ہونے پر اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوتا ہے اور دوسرے دن طلوع ہونے کا اذن مانگتا ہے تو اسے اذن دے دیا جاتا ہے پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ اس

---

[1] اسلام اور جدید سائنس از ڈاکٹر طاہر القادری۔ صفحہ 96

[2] یٰس۔ 36:38

[3] تفہیم القرآن، جلد چہارم، سورۃ یٰس، حاشیہ 33

[4] تفسیر ابن کثیر، جلد چہارم، صفحہ 334

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہا جائے گا کہ جدھر سے آیا ہے ادھر ہی لوٹ جا۔ پھر وہ مغرب سے طلوع ہو گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی"۔[1]

مولانا عبدالرحمان کیلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ایک یہ کہ سورج اور اسی طرح دوسرے سیاروں کی گردش محض کشش ثقل اور مرکز گریز قوت کا نتیجہ نہیں بلکہ اجرام فلکی اور ان کے نظام پر اللہ حکیم و خبیر کا زبردست کنٹرول ہے کہ ان میں نہ تو تصادم و تزاحم ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی مقررہ گردش میں کمی بیشی ہوتی ہے اور یہ سب اجرام اللہ کے حکم کے تحت گردش کر رہے ہیں دوسرے یہ کہ قیامت سے پہلے ایک وقت آنے والا ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا اس کے بعد نظام کائنات بگڑ جائے گا۔آج کا مغرب زدہ طالب علم سورج کے طلوع و غروب ہونے اور عرش کے نیچے جا کر دوبارہ طلوع ہونے کی اجازت مانگنے کا مذاق اڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ سورج تو اپنی جگہ پر قائم ہے اور ہمیں جو طلوع و غروب ہوتا نظر آتا ہے تو یہ محض زمین کی محوری گردش کی وجہ سے ہے حالانکہ اللہ کا عرش اتنا بڑا ہے کہ ایک سورج کی کیا بات ہے کائنات کی ایک ایک چیز اس کے عرش کے تلے ہے اور جن وانس کے سوا ہر چیز اس کے ہاں سجدہ ریز یا اللہ کی طرف سے سپرد کردہ خدمت سرانجام دینے میں لگی ہوئی ہے۔[2]

ڈاکٹر سید سعید عابدی اسی حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "عصر جدید کے بعض مفسرین نے عرش الٰہی کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے اور اللہ تعالیٰ سے اجازت لینے کی اس خبر نبوی کا انکار کیا ہے ،ان کا دعویٰ ہے کہ علم فلک کے مطابق سورج کی رفتار میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا جبکہ سجدہ کرنا توقف کا تقاضا کرتا ہے۔یہ حدیث حضرت ابوذر سے متعدد سندوں سے مروی ہے اور ہر سند میں امام بخاری اور امام مسلم اور حضرت ابوذر کے درمیان جتنے راوی آئے ہیں وہ سب ثقات کی اعلیٰ صفات سے موصوف ہیں تو کیا صرف اس وجہ سے اس حدیث کا انکار قرین عقل ہے کہ عرش الٰہی کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے کی بات ہماری عقل کی رسائی سے باہر ہے اور کیا سورج کا سجدہ کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ ہماری طرح باقاعدہ وضو کرتا ہے ،پھر کھڑا ہوتا ہے اور پھر "اللہ اکبر" کہہ کر سجدہ میں جاتا ہے یا اس کے جس فعل کو سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہے وہ لمحوں میں وقوع پذیر ہو جاتا ہے ،کیا قرآن پاک کی متعدد آیتوں

---

[1] (بخاری۔کتاب التوحید۔باب وکان عرشہ علی المائ)

[2] تیسیر القرآن، جلد سوم، سورۃ یٰس، حاشیہ 36

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کائنات کی ہر شئ کے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی خبر نہیں دی گئی ؟(الرعد:15،النحل:40،الحج:18)۔تو کیا ہماری عقل اس سجدے کی حقیقت کا ادراک رکھتی ہے جبکہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں ادنیٰ سا شک بھی دائرہ ایمان سے خارج کر دیتا ہے اس لئے کہ اس کی سند: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل علیہ السلام، عن اللہ عزوجل کی صحت پر پوری کائنات گواہ ہے۔ [1]

سورج کی روشنی کے ختم کر دیئے جانے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ التکویر میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ﴾

"جب سورج لپیٹ دیا جائے گا"

کور بمعنی کسی چیز کو عمامہ یا پگڑی کی طرح لپیٹنا اور اوپر تلے گھمانا۔اور اس میں گولائی اور تجمع کے دونوں تصور موجود ہوتے ہیں یعنی کسی چیز کو گولائی میں لپیٹنا اور جماتے جانا۔ مطلب یہ ہے کہ سورج کی شعاعیں اس کی روشنی اور اس کی حرارت سب کچھ سمیٹ لیا جائے گا اور وہ بس ایک بے نور جسم رہ جائے گا۔ [2]

مولانا مودودی اس آیت کریمہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "سورج کے بے نور کر دیے جانے کے لیے یہ ایک بے نظیر استعارہ ہے۔ عربی زبان میں تکویر کے معنی لپیٹنے کے ہیں۔ سر پر عمامہ باندھنے کے لیے تکویر العمامہ کے الفاظ بولے جاتے ہیں کیونکہ عمامہ پھیلا ہوا ہوتا ہے اور پھر اسے سر کے گرد لپیٹا جاتا ہے۔اسی مناسبت سے اس روشنی کو جو سورج سے نکل کر سارے نظام شمسی میں پھیلتی ہے عمامہ سے تشبیہ دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز یہ پھیلا ہوا عمامہ سورج پر لپیٹ دیا جائے گا یعنی اس کی روشنی کا پھیلنا بند ہو جائے گا۔ [3]

---

[1] شمارہ روشنی۔اردو نیوز جدہ۔6فروری2009ء

[2] تیسیر القرآن، جلد چہارم، حاشیہ 2

[3] تفہیم القرآن۔ جلد ششم۔ حاشیہ 01

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمان کیلانی لکھتے ہیں کہ "سورج کی اس رجعت قہقریٰ کے بعد ستاروں کے درمیان باہمی کشش اور گردش کا سارا نظام مختل ہو جائے گا۔ زمین میں شدید زلزلے اور جھٹکے شروع ہو جائیں گے۔ ستارے بے نور ہو کر اکیلے گرنے لگ جائیں گئے جیسے جھڑ پڑے ہیں۔ سورج کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو کر فضا میں منتشر ہو جائیں گے۔ سمندروں کا پانی شدّت حرارت سے کھولنے لگے گا۔ تمام مخلوقات مر جائے گی اور کائنات فنا ہو جائے گی اور یہ سب کچھ کب ہو گا اس کا جاننا انسان کے بس کا روگ نہیں۔ سائنس دان خواہ کتنے ہی اندازے لگائیں وہ سب کچھ ظنون اور ڈھکوسلے ہی ہوں گے۔ اس کا حقیقی علم اسی خالقِ کائنات کو ہے جس نے اسے پیدا کیا تھا۔

بلکہ وحی ہمیں اس سے بہت بعد کی بھی خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر سے ایک نئی کائنات پیدا فرمائے گا جس کی زمین، جس کے سورج ، جس کے چاند ستارے اور جس کے قوانین نظم وضبط سب کچھ اس دنیا سے الگ ہوں گے اور جس کے متعلق اندازے لگانا بھی کسی انسان کے بس کا روگ نہیں البتہ اس کی بہت سی تفصیلات قرآن وحدیث میں موجود ہیں"۔[1]

قارئین کرام جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس مسئلہ میں جدید سائنس اور قرآن پاک میں دی گئی معلومات میں زبردست یگانگت پائی جاتی ہے جس سے ایک معمولی غور وفکر رکھنے والا آدمی بھی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی کے بغیر ان معلومات کو چھی صدی عیسوی میں کسی کتاب میں ذکر کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی اور یقینا یہ کام کسی مافوق الفطرت ہستی کا ہی ہے جسے ہم اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اسی نے ہی ان معلومات وپیشنگوئیوں کو دوسری انسانی ہدایات کے ساتھ قرآن مجید کی شکل میں اپنے پیارے وآخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق وصداقت کو سمجھنے، اس پر ایمان رکھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] (الشمس والقمر بحسبان۔ صفحہ 99)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وہی تو ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم برسوں اور تاریخوں کا حساب معلوم کر سکو"[1]

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾

"اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا"[2]

عربی میں سورج کو "شمس" کہتے ہیں اور شمس کو اس آیت میں "سراج" سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے معنی ہیں چراغ، دیا جس سے روشنی ملتی ہے۔ ان الفاظ سے سورج کے متعلق ہمیں قرآن مجید سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ سائنس کی معلومات کے مطابق ہیں۔ سورج 98 فی صد ہائیڈروجن اور ہیلیم گیسوں پر مشتمل ہے۔ اور ایک نیوکلیائی عمل کے نتیجے میں سورج سے روشنی کی بہت بڑی مقدار نکلتی ہے جبکہ چاند کو عربی میں قمر کہتے ہیں اور قرآن میں قمر یعنی چاند کو 'منیر" کہا گیا ہے۔ ضوء ذاتی روشنی کا نام ہے جیسے سورج اور آگ کی روشنی ذاتی ہے، کسبی نہیں اور نور کسبی اور عارضی روشنی کا نام ہے جیسے چاند کی روشنی جو سورج کی روشنی سے مستفاد ہے۔[3] مفسر قرآن مولانا عبدالرحمان کیلانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ضیا اور نور میں فرق یہ ہے کہ نور کا لفظ عام ہے اور ضیا کا خاص۔ گویا ضیاء بھی نور ہی کی ایک قسم ہے۔ نور میں روشنی اور چمک ہوتی ہے جبکہ ضیا میں روشنی اور چمک کے علاوہ حرارت، تپش اور رنگ میں سرخی بھی ہوتی ہے۔[4]

---

[1] یونس، 10:05

[2] نوح، 71:16

[3] (القاموس الوحید۔ صفحہ 980)

[4] تیسیر القرآن، جلد دوم، صفحہ 280

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی سورج کو منیر اور چاند کو سراج نہیں کہا بلکہ ان دونوں کی روشنی کے درمیان فرق کو واضح انداز میں الگ الگ الفاظ سے منسوب کیا ہے اور ضیا کا لفظ سورج کی روشنی کے لیے اور نور کا لفظ چاند کی روشنی کے لیے استعمال فرمایا ہے اور اس فرق کو آج ہم جدید سائنس کی بدولت زیادہ واضح طور پر جان سکے ہیں۔ یاد رہے کہ موجودہ بائیبل میں سورج کو بڑی روشنی(Greater Light)اور چاند کو چھوٹی روشنی(Lesser Light)کہا گیا ہے جو کہ غلط ہے چناچہ مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ ٹھوس سائنسی نتائج قرآن مجید میں بیان کردہ معلومات سے متصادم نہیں ہو سکتے نیز ان سائنسی معلومات کا جو آج جدید ترین وسائل کی مدد سے ہمیں حاصل ہو رہی ہیں، کا قرآن مجید میں صدیوں پہلے پایا جانا، قرآن مجید کی سچائی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ مشارق اور مغارب کا رب ہے

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ)

"دونوں مشرق اور دونوں مغرب، سب کا مالک و پروردگار وہی ہے"[1]

عربی زبان میں جمع دو طرح کا ہوتا ہے۔ایک تثنیہ اور دوسرا جمع۔دو اشیا ہوں تو ان کو تثنیہ کہتے ہیں جبکہ دو سے زاید اشیا کو عربی میں جمع کہتے ہیں۔[2]

اس آیت کریمہ میں لفظ تثنیہ استعمال ہوا ہے۔یعنی دو مشرقوں اور دو مغربوں کا رب۔جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے۔سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ سورج کے طلوع ہونے کا زاویہ ہر روز مختلف ہوتا ہے اور اسی طرح جب یہ مغرب میں غروب ہوتا ہے تو اس کا زاویہ بھی ہر روز مختلف ہوتا ہے۔سال میں صرف دو دن ایسے ہیں کہ سورج مشرق کے انتہائی دور دراز مقام سے طلوع ہوتا ہے اور پھر اسی کے مطابق مغرب کے انتہائی دور دراز مقامات پر غروب ہوتا ہے۔علاوہ ازیں سال میں دو دن 20 /21 مارچ اور 23/22 ستمبر کو سورج کچھ وقت کے لیے عین خط استوا کے مقام سے گزرتا ہے۔اس تاریخ کو رات اور دن کی لمبائی ایک جیسی ہوتی ہے ان وقتوں کو Equinox کہا جاتا ہے۔

---

[1] (الرحمٰن۔55:17)

[2] آسان لغاتِ قرآن، صفحہ 25

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"پس نہیں، میں قَسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی، بے شک ہم ہر چیز پر قادر ہیں"[1]

اس آیت میں لفظ مشارق اور مغارب، تثنیہ نہی بلکہ جمع ہے یعنی کئی مشرق اور کئی مغرب۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ سورج سال میں صرف دو دن مشرق اور مغرب کے انتہائی دور دراز مقامات سے طلوع ہوتا ہے جبکہ باقی دنوں میں وہ ہر روز ایک نئے درجے سے طلوع و غروب ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے سورج کے کئی مشارق اور مغارب ہوئے۔ چنانچہ جدید سائنس اور قرآن کی مندرجہ بالا آیات میں زبردست مطابقت پائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان آیات کا صحیح مفہوم کیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مستقبل کی جدید سائنس ہمیں ان آیات کے مفہوم کو اور زیادہ بہتر انداز میں سمجھنے کے لیے نئی معلومات فراہم کر دے۔ (واللہ اعلم)

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] المعارج، 70:40

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور جدید سائنس

اپالو 10 اور 11 کے ذریعے ناسا نے چاند کی جو تصویر لی ہے اس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ زمانہ ماضی میں چاند دو حصوں میں تقسیم ہوا تھا۔ یہ تصویر ناسا کی سرکاری ویب سائٹ پر موجود ہے اور تاحال تحقیق کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ ناسا ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچی ہے۔ اس تصویر میں راکی بیلٹ کے مقام پر چاند دو حصوں میں تقسیم ہوا نظر آتا ہے۔ ایک ٹی وی انٹرویو میں مصر کے ماہر ارضیات ڈاکٹر زغلول النجار سے میزبان نے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا:

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ﴾

"قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا. یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔ انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے۔"[1]

ڈاکٹر زغلول النجار کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ میں ماہر ارضیات کے پروفیسر ہیں۔ قرآن مجید میں سائنسی حقائق کمیٹی کے سربراہ ہیں ۔اور مصر کی سپریم کونسل آف اسلامی امور کی کمیٹی کے بھی سربراہ ہیں)۔ انہوں نے میزبان سے کہا کہ اس آیت کریمہ کی وضاحت کے لیے میرے پاس ایک واقعہ موجود ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ میں برطانیہ کے مغرب میں واقع کارڈف یونیورسٹی میں ایک لیکچر دے رہا تھا۔ جس کو سننے کے لیے مسلم اور غیر مسلم طلباء کی کثیر تعداد موجود تھی۔ قرآن میں بیان کردہ سائنسی حقائق پر جامع انداز میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک نو مسلم نوجوان کھڑا ہوا اور مجھے اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ سر کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور فرمایا ہے، کیا یہ قرآن میں بیان کردہ ایک سائنسی حقیقت نہیں ہے۔ ڈاکٹر زغلول النجار نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ نہیں! کیونکہ سائنس کی دریافت کردہ حیران کن اشیاء یا واقعات کی تشریح

---

[1] القمر، 1-3

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنس کے ذریعے کی جاسکتی ہے مگر معجزہ ایک مافوق الفطرت شے ہے، جس کو ہم سائنسی اصولوں سے ثابت نہیں کر سکتے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا ایک معجزہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے لیے بطور دلیل دکھایا۔ حقیقی معجزات ان لوگوں کے لیے قطعی طور پر سچائی کی دلیل ہوتے ہیں جو ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہم اس کو اس لیے معجزہ تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اس کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اگر یہ ذکر قرآن وحدیث میں موجود نہ ہوتا تو ہم اس زمانے کے لوگ اس کو معجزہ تسلیم نہ کرتے ۔علاوہ ازیں ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

پھر انہوں نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ احادیث کے مطابق ہجرت سے 5 سال قبل قریش کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے سچے نبی ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے ناممکن کام کا خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس چاند کے دو ٹکڑے کر دو۔ چناچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو اس کے درمیان دیکھا. یعنی اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک ٹکڑا اس طرف ہو گیا۔ ابن مسعود فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو، یاد رکھنا اور گواہ رہنا۔ کفار مکہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ ابن ابی کبشہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو ہے۔ کچھ اہل دانش لوگوں کا خیال تھا کہ جادو کا اثر صرف حاضر لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس کا اثر ساری دنیا پر تو نہیں ہو سکتا۔ چناچہ انہوں نے طے کیا کہ اب جو لوگ سفر سے واپس آئیں ان سے پوچھو کہ کیا انہوں نے بھی اس رات چاند کو دو ٹکڑے دیکھا تھا۔ چناچہ جب وہ آئے ان سے پوچھا، انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آکر یہی کہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔ اب جو باہر سے آیا، جب کبھی آیا ، جس طرف سے آیا ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس شہادت کے باوجود کچھ لوگوں نے اس معجزے کا یقین کر لیا مگر کفار کی اکثریت پھر بھی انکار پر اڑی رہی۔

اسی دوران ایک برطانوی مسلم نوجوان کھڑا ہوا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میرا نام داؤد موسیٰ پیٹ کاک ہے۔ میں اسلامی پارٹی برطانیہ کا صدر ہوں۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا کہ سر! اگر آپ اجازت دیں تو اس موضوع کے متعلق میں بھی کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے تم بات کر سکتے ہو! اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جب میں مختلف مذاہب کی تحقیق کر رہا تھا، ایک مسلمان دوست نے مجھے قرآن شریف کی انگلش تفسیر پیش کی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اُسے گھر لے آیا۔ گھر آ کر جب میں نے قرآن کو کھولا تو سب سے پہلے میری نظر جس صفحے پر پڑی وہ یہی سورۃ القمر کی ابتدائی آیات تھیں۔ ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا کہ کیا اس بات میں کوئی منطق ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوں اور پھر آپس میں دوبارہ جڑ جائیں۔ وہ کونسی طاقت تھی کہ جس نے ایسا کیا؟ ان آیات کریمہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں قرآن کا مطالعہ برابر جاری رکھوں۔ کچھ عرصے کے بعد میں اپنے گھریلو کاموں میں مصروف ہو گیا مگر میرے اندر سچائی کو جاننے کی تڑپ کا اللہ تعالیٰ کو خوب علم تھا۔

یہی وجہ ہے کہ خدا کا کرنا ایک دن ایسا ہوا کہ میں ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ٹی وی پر ایک باہمی مذاکرے کا پروگرام چل رہا تھا۔ جس میں ایک میزبان کے ساتھ تین امریکی ماہرین فلکیات بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹی وی شو کا میزبان سائنسدانوں پر الزامات لگا رہا تھا کہ اس وقت جب کہ زمین پر بھوک، افلاس، بیماری اور جہالت نے ڈھیرے ڈھالے ہوئے ہیں، آپ لوگ بے مقصد خلا میں دورے کرتے پھر رہے ہیں۔ جتنا روپیہ آپ ان کاموں پر خرچ کر رہے ہیں وہ اگر زمین پر خرچ کیا جائے تو کچھ اچھے منصوبے بنا کر لوگوں کی حالت کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے اور اپنے کام کا دفاع کرتے ہوئے اُن تینوں سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ یہ خلائی ٹیکنالوجی زندگی کے مختلف شعبوں ادویات، صنعت اور زراعت کو وسیع پیمانے پر ترقی دینے میں استعمال ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سرمائے کو ضائع نہیں کر رہے بلکہ اس سے انتہائی جدید ٹیکنالوجی کو فروغ دینے میں مدد مل رہی ہے۔ جب انہوں نے بتایا کہ چاند کے سفر پر آنے جانے کے انتظامات پر ایک کھرب ڈالر خرچ آتا ہے تو ٹی وی میزبان نے چیختے ہوئے کہا کہ یہ کیسا فضول پن ہے؟ ایک امریکی جھنڈے کو چاند پر لگانے کے لیے ایک کھرب ڈالر خرچ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ سائنسدانوں نے جواباً کہا کہ نہیں! ہم چاند پر اس لیے نہیں گئے کہ ہم وہاں جھنڈا گاڑ سکیں بلکہ ہمارا مقصد چاند کی بناوٹ کا جائزہ لینا تھا۔ دراصل ہم نے چاند پر ایک ایسی دریافت کی ہے کہ جس کا لوگوں کو یقین دلانے کے لیے ہمیں اس سے دوگنی رقم بھی خرچ کرنا پڑ سکتی ہے۔ مگر تاحال لوگ اس بات کو نہ مانتے ہیں اور نہ کبھی مانیں گے۔ میزبان نے پوچھا کہ وہ دریافت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایک دن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اس نے وفات پائی۔ یمن میں اب بھی اس کا مقبرہ موجود ہے۔ جس کو "ہندوستانی راجہ کا مقبرہ" کہا جاتا ہے اور لوگ اس کو دیکھنے کے لیے وہاں کا سفر بھی کرتے ہیں۔ اسی معجزے کے رونما ہونے کی وجہ سے اور راجہ کے مسلمان ہونے کے سبب مالا بار کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس طرح انڈیا میں سب سے پہلے اسی علاقے کے لوگ مسلمان ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے عربوں کے ساتھ اپنی تجارت کو بڑھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کے لوگ اسی علاقے کے ساحلوں سے گزر کر تجارت کی غرض سے چین جاتے تھے۔ یہ تمام واقعہ اور مزید تفصیلات لندن میں واقع "انڈین آفس لائبریری" کے پرانے مخطوطوں میں ملتا ہے۔ جس کا حوالہ نمبر (Arabic, 2807,152-173) ہے۔ اس واقعہ کا ذکر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب "محمد رسول اللہ" میں کیا تھا۔[1]

ناسا کی یہ تصویر چاند پر پائی جانے والی کئی دراڑوں میں سے ایک دراڑ کی ہے۔ ہم وثوق سے تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی دراڑ ہے کہ جو معجزہ کے رونما ہونے کی بناء پر وجود میں آئی تھی مگر ہمارا ایمان ہے کہ معجزہ کے بعد چاند کی کچھ ایسی ہی صورتحال ہوئی ہوگی۔

بحر حال سائنسدانوں کے بیانات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم نے جس واقعہ کا ذکر آج سے 14 سو سال پہلے کیا تھا وہ بالکل برحق ہے۔ یہ نا صرف قرآن مجید کی سچائی کی ایک عظیم الشان دلیل ہے بلکہ یہ ہمارے پیارے نبی، امام الانبیاء کی رسالت کی بھی لاریب گواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو اکمل و کامل کرے اور ہمیں قرآن و حدیث کے مطابق اپنے عملوں کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] http://miracles-of-allah.blogspot.com/2006/12/crack-on-moon.html

http://www.answering-christianity.com/moon_split.htm

http://www.cyberistan.org/islamic/farmas.html

http://antwrp.gsfc.nasa.gov/apod/ap021029.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر3

- زمین کی شکل کروی ہے
- پہاڑ زمین پر میخوں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں
- پہاڑوں کی نقل وحرکت
- زمین پر پست ترین مقام
- کرہ ہوائی ایک محفوظ چھت
- زمینی کا مقناطیسی میدان
- زمین کا مرکز گرینچ یا مکۃ المکرمہ
- زمین کی کششِ ثقل اور قرآنِ مبین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوریشین پلیٹ دنیا کی دوسری سب سے بڑی پلیٹ شمار ہوتی ہے۔یہ جاپان کے جزائر سے شروع ہو کر آئس لینڈ اور شمالی اوقیانوس کے وسط تک جاتی ہے۔اس کی ایک سرحد چین جبکہ دوسری سائبیریا سے ملتی ہے۔یہ پلیٹ بہت متحرک ہے۔دنیا کے بڑے بڑے آتش فشاں کے سلسلے اس پلیٹ کے ساتھ واقع ہیں۔انڈین پلیٹ بحر ہند کے کنارے واقع ممالک خاص طور پر انڈیا، سری لنکا،اور تھائی لینڈ سے انڈونیشیا اور ملایا تک پھیلی ہوئی ہے۔ماہرین ارضیات کے مطابق پہاڑ ٹیکٹونز پلیٹوں کے کناروں پر پائے جاتے ہیں یہ زمین کی بیرونی سطح کو جمانے اور مستحکم بنانے میں مدد معاون ہیں۔اس لیے کہ یہ زمین کے اندر بہت گہرائی میں اترے ہوئے ہیں اور مضبوط جڑیں رکھتے ہیں۔اس کی بہترین مثال کوہ قاف (قفقاز) کی بلند ترین چوٹی ہے جو 5642 میٹر یعنی 5.6 کلو میٹر اونچی ہے مگر اسی کوہ قاف کی جڑیں زمین کے اندر تقریباً 65 کلو میٹر تک گڑی ہوئی ہیں۔دنیا میں پہاڑوں کا سب سے بڑا سلسلہ امریکہ میں ہے۔ اس کا نام اندس پہاڑ (Andes Mountains) ہے۔اس کی لمبائی 7200 کلو میٹر ہے،یہ جنوبی امریکی ممالک کے سات ملکوں تک پھیلا ہوا ہے۔اوسطاً اس کی چوڑائی 300 کلو میٹر ہے جبکہ Bolivia کے مقام پر اس کی چوڑائی 600 کلو میٹر تک پائی گئی ہے۔[1]

دنیا میں بلندی کے لحاظ کے سے سب سے بڑا پہاڑی سلسلہ "ہمالیہ" ہے۔اس کی لمبائی 2414 کلو میٹر ہے۔یہ پاکستان،انڈیا،تبت کے شمالی علاقہ جات،نیپال، سکم اور بھوٹان تک پھیلا ہوا ہے۔ تیس مقامات پر اس کی اونچائی 25000 فٹ سے کم یا زیادہ ہے۔جبکہ سب سے زیادہ اونچائی 29,036 فٹ ریکارڈ کی گئی ہے۔سمندری فرش پر سب سے اونچا پایا جانے والا پہاڑ Mauna Kea

---

[1] http://www.nineplanets.org/earth.html

http://kids.msfc.nasa.gov

بحوالہ اردو میگزین جدہ، 31 دسمبر 2004

اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات صفحہ 58

بحوالہ قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک، صفحہ 26

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، یہ ہوائی میں واقع ہے۔اس کی مجموعی اونچائی 33,474 فٹ ہے مگر اس کا صرف 13,796 فٹ حصہ سمندر سے باہر ہے۔ پہاڑ دنیا میں زمین کی خشک سطح کا پانچواں حصہ ہیں۔یہ دنیا کی آبادی کے تقریباً 10/1 حصے کو گھر مہیا کرنے کا ذریعہ ہیں۔اور دنیا میں 80% تازہ پانی انہی پہاڑوں میں سے نکلتا ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں پہاڑوں کا مقصد یہی بتایا ہے کہ وہ سطح زمین کو استحکام فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً

﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

"اس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تاکہ زمین تم کو لے کر ڈھلک نہ جائے۔اس نے دریا جاری کیے اور قدرتی راستے بنائے تاکہ تم ہدایت پاؤ" [2]

عَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

"اور ہم نے زمین میں پہاڑ جما دیے تاکہ وہ انھیں لے کر ڈھلک نہ جائے اور اس میں کشادہ راہیں بنا دیں، شاید کہ لوگ اپنا راستہ معلوم کر لیں" [3]

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ﴾

"اس نے آسمانوں کو پیدا کیا بغیر ستونوں کے جو تم کو نظر آئیں۔اس نے زمین میں پہاڑ جما دیے، تاکہ وہ تمھیں لے کر ڈھلک نہ جائے"۔ [4]

---

[1] http://www.woodlands-junior.kent.sch.uk/Homework/mountains/world.htm

[2] النحل،15

[3] (الانبیاء،31)

[4] (لقمان:10)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا قرآن میں بھی پہاڑوں کا مقصد یہی بتایا گیا ہے کہ وہ سطح زمین کو استحکام فراہم کرتے ہیں۔قرآن کی ان آیات میں یہ کہیں بھی نہیں کہا گیا کہ پہاڑ زلزلوں کو روکتے ہیں۔عربی میں زلزلے کے لیے "زلزال" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، لیکن مندرجہ بالا تینوں آیات میں کہیں بھی زلزلے کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ان میں جو لفظ استعمال ہوا، وہ ہے "تمہیداً" جس کے معنی "ڈھلکنے" یا "جھولنے" کے ہوتے ہیں اور قرآن ان تینوں آیات میں یہی لفظ استعمال کرتا ہے کہ زمین تمھیں لے کر ڈھلک نہ جائے، جھول نہ پڑے۔اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین حرکت کرتی۔علاوہ ازیں رواسی ایسے سلسلہ ہائے کوہ کو کہا جاتا ہے جو سیکڑوں میلوں تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ زمین ہچکولے نہ کھائے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو پیدا کیا گیا تو ڈگمگاتی اور ہچکولے کھاتی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ رکھ دیے۔(ترمذی، ابواب التفسیر، سورہ الناس) جس کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر پہاڑوں کو کسی خاص ترتیب اور حکمت سے پیدا کیا اور رکھا گیا ہے۔ کہیں اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ کہیں پھیلاؤ زیادہ ہے لیکن بلندی کم ہے۔ کہیں دور دور تک پہاڑوں کا نام ونشان ہی نہیں ملتا اور یہ سب کچھ زمین کے توازن (Balance) کو قائم رکھنے کے لیے کیا گیا ہے۔جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ پہاڑوں کا وجود زلزلوں کو روکنے میں بھی بڑا ممد ثابت ہوا ہے۔ گویا پہاڑوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان زمین پر سکون سے رہ سکتا ہے۔اس کی مثال یوں سمجھیے جیسے ایک خالی کشتی پانی میں ادھر ادھر ہلتی اور ڈگمگاتی رہتی ہے۔ پھر جب اس میں بوجھ ڈال دیا جائے تو اس کا ہلنا جلنا بند ہو جاتا ہے۔ہماری زمین بھی جدید سائنس کے مطابق فضا میں تیزی سے تیر رہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس پر متناسب اور متوازن پہاڑ ٹھونک کر اس کی ڈگمگاہٹ کو بند کر دیا۔ پھر انہی پہاڑوں سے اللہ تعالیٰ نے دریاؤں کو رواں کیا۔ چنانچہ دنیا کے بیشتر دریاؤں کے منابع پہاڑوں ہی میں واقع ہوئے ہیں۔ پھر انہی پہاڑوں سے ندی نالے نکلتے ہیں اور پھر دریاؤں کے ساتھ ساتھ راستے بھی بنتے چلے جاتے ہیں، ان قدرتی راستوں کی اہمیت پہاڑی علاقوں میں تو بہت زیادہ ہوتی ہے۔اگرچہ میدانی علاقوں میں بھی کچھ کم اہم نہیں ہیں۔ [1]

ڈاکٹر الفرڈ کرونر (Dr. Alfred Kroner) دنیا کے معروف ماہر علم الارضیات (Geologist) میں سے ایک ہیں۔ وہ جوہانز گیٹنبرگ یونیورسٹی مینز جرمنی (Johannes Gutenberg University Mains,Germany)

[1] تیسیر القرآن، جلد دوم، النحل، حاشیہ 15

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے انسٹی ٹیوٹ آف جیو سائنسز(Institute of Geosciences)میں علم الارضیات کے پروفیسر اور علم الارضیات کے شعبہ کے چیئرمین ہیں۔وہ کہتے ہیں:

"سوچیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لائے۔میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے اس قسم کی معلومات کا حصول ناممکن تھا۔مثلاً کائنات کا مشترکہ نقطہ آغاز وغیرہ۔کیونکہ سائنس دانوں نے بھی بہت ہی پیچیدہ اور جدید ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کے ذریعہ ان معلومات کو کچھ سال پہلے ہی حاصل کیا ہے اور واقعتاً ایسا ہی ہے....چودہ سو سال پہلے جو شخص نیوکلیائی طبیعیات(Nuclear Physics)میں کچھ نہیں جانتا تھا میں سمجھتا ہوں کہ زمین اور آسمان کے مشترکہ آغاز کے بارے میں صرف اپنے ذہن سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

پروفیسر الفرڈ کرونر نے قرآن مجید کو پرکھنے کے لیے بطور مثال ایک آیت منتخب کی جو ان کے امتحان پر پورا اُتری اور انہوں نے کہا قرآن مجید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریر کردہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔انہوں نے درج ذیل آیت منتخب کی تھی۔

﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

"کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین آپس میں گڈمڈ تھے پھر ہم نے انہیں الگ الگ کیا اور ہر جاندار چیز کو پانی سے زندگی بخشی کیا پھر بھی یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کی خلاقی) پر ایمان نہیں لاتے؟"[1]

پروفیسر الفرڈ کرونر نے اس مثال سے ثابت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی شخص اس بارے میں قطعاً واقفیت نہیں رکھتا تھا۔

پروفیسر پالمر بھی (Professor Palmer)امریکہ کے ایک صف اول کے ماہر ارضیات ہیں ان سے مسلمانوں کے ایک گروپ نے ملاقات کے دوران جب ان کو قرآن وحدیث میں موجود سائنسی معجزات کے بارے میں بتایا تو وہ بہت حیران ہوئے۔دوسرے سائنس دانوں کی طرح پروفیسر پالمر پہلے تو ہچکچائے لیکن بعد میں انہوں نے اپنے خیالات کا کھل کر اظہار کیا۔انہوں

---

[1] سورۃ الانبیاء۔21:30)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے قاہرہ میں ایک کانفرنس میں اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جو کہ قرآن مجید میں ارضیاتی علوم سے متعلق معلومات پر مشتمل ایک بے مثال مقالہ تھا۔

انہوں نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سائنس کے شعبہ کے رسم معمولہ کیا تھے لیکن اس وقت علم اور وسائل کی کمی کے متعلق ضرور معلومات ہیں۔ میں بغیر کسی شک وشبہ کے کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید آسمانی علم کی روشنی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ان کے مقالہ کے آخری ریمارکس یہ تھے: "ہمیں مشرق وسطیٰ کی ابتدائی تاریخ اور زبانی روایات کی تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ ہم یہ جان سکیں کہ کیا یہ تاریخی واقعات (اس زمانے میں) دریافت ہو چکے تھے۔ اگر کوئی ایسا ریکارڈ نہیں ہے تو یہ بات اس عقیدہ کو مضبوط بناتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان علمی پاروں کو منتقل کیا جو آج موجودہ وقت میں دریافت ہوئے ہیں۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ارضیاتی تحقیق کے حوالے سے سائنسی موضوع پر گفتگو (تحقیق) جاری رہے گی۔ بہت بہت شکریہ "[1]

سائنس کی تاریخ پتہ چلتا ہے کہ پہاڑوں کے گہری جڑیں رکھنے کا نظریہ 1865ء میں برطانوی شاہی فلکیات دان سر جارج ایری نے پیش کیا تھا جبکہ قرآن مجید نے یہ بات ساتویں صدی عیسوی میں بتادی تھی[2]۔ کیا کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس بات کا علم رکھتا تھا یا کیا بائبل میں بھی یہ معلومات پائی جاتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے ان معلومات کو لے کر قرآن میں لکھ دیا ہو (نعوذ باللہ، جیسا کہ بعض مستشرقین اس طرح کا جھوٹا دعوٰی کرتے ہیں)۔ حقیقت یہ ہے کہ جدید علم الارض نے قرآنی آیات کی صداقت کا اعتراف کر لیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آج اگر انسانیت راہ حق کی متلاشی ہے تو وہ صرف اور صرف اسی کتابِ ہدایت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ یہ کوئی سائنس کی کتاب نہیں ہے مگر اس کے باوجود اس میں بیان کی گئیں تمام سائنسی معلومات، موجودہ جدید سائنس کی ثابت شدہ دریافتوں کے عین مطابق ہیں۔ یہ غیر مسلم سائنسدانوں کے کڑے

---

[1] سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ صفحہ 115-120

[2] اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات صفحہ 58

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتحان پر پورا اتری ہے جبکہ بائبل کے پہلے صفحے ہی میں کئی سائنسی اغلاط پائی جاتی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ موجودہ بائبل تحریف شدہ ہے جبکہ یہ بات بھی قرآن صدیوں پہلے بتا چکا ہے۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان پلیٹوں کی گردش آہستہ آہستہ زمین کے جغرافیہ میں تبدیلیاں لا رہی ہے۔ سالہا سال سے جاری اس حرکت کی وجہ سے بحر اوقیانوس قدرے وسیع ہو گیا ہے۔" [1]

جدید سائنس دانوں نے پہاڑوں کی اس حرکت کے لیے "کانٹی نینٹل ڈرفٹ" (Continental Drift) کی اصطلاح استعمال کی ہے جس کے معنی براعظموں کا "بہنا" کے ہیں۔ [2]

چنانچہ ماہرین ارضیات کی پہاڑوں کے متعلق تحقیقات قرآن مجید کی اطلاعات کے مطابق درست پائی گئی ہیں۔ جبکہ قرآن نے یہ اطلاعات اس وقت دی تھیں کہ جب جدید ٹیکنالوجی کا وجود تک بھی نہ تھا کہ کسی انسان کے بس میں ہوتا کہ وہ ان باتوں کی کھوج لگا سکتا۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] General Science, Carolyn Sheets, Robert Gardener,Samuel Howe; Allyn And Bacon Inc. Newton Massachusetts, Page.305-306

. http://www.quran-m.com/firas/en1/index.php?option=com_content&view=article&id=247:the-movements-of-the-mountains&catid=35:universe&Itemid=91

http://en.wikipedia.org/wiki/Continental_drift

[2] (Power of Nature"- National Geographic SocietyWashington D.C.,1978 P.12-13"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سطح زمین پر سب سے پست ترین مقام

اور رومیوں کی فتح

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

(الم غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ط)

"الم۔رومی قریب کی (نشیبی) سرزمین میں مغلوب ہوگئے۔تاہم وہ مغلوب ہونے کے چند ہی سال بعد پھر غالب آجائیں گے" [1]

اللہ تعالیٰ نے سورۃ روم کی ابتداء میں ہی دو عظیم باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ان میں سے ایک تو یہ خوشخبری تھی کہ اہل روم جو کہ اس وقت ایرانیوں کے آگے مغلوب ہو چکے ہیں وہ عنقریب (دس سال سے کم عرصہ میں) دوبارہ ایرانیوں پر غالب آجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔614ء میں خسرو پرویز نے روم کے بادشاہ ہرقل کو شکست فاش دی تھی۔اس طرح دس سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی ہرقل نے اپنے آپ کو مضبوط کرتے ہوئے 2 ہجری 624ء میں ایرانیوں پر فتح حاصل کرلی۔اس طرح قرآن مجید کی یہ عظیم پیشین گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی اور بہت سے کافر اسی وجہ سے مسلمان ہوئے۔عربی زبان میں بضع کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے۔ [2]

دوسری پیشین گوئی اس میں لفظ "ادنی" ہے۔عربی زبان میں ادنی کا معنی اقرب بھی ہے اور نشیب بھی۔نشیب کے مقابلہ میں بلندی ہوتی ہے۔گویا ادنی کا معنی ہے نیچا یعنی نشیبی علاقہ۔لہٰذا "ادنی الارض" سے مراد نشیبی علاقہ ہے۔اور اس سے مراد فلسطین کا نشیبی علاقہ ہے۔یعنی بحیرہ مردار (Dead Sea)، جو سطح سمندر سے 392 میٹر نیچے ہے۔ [3]

---

[1] 4-30:1

[2] تفہیم القرآن، جلد سوم، صفحہ 725-727

[3] اطلس القرآن، ناشر دار لسلام ریاض، صفحہ 282

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یروشلم کے نزدیک کے علاقے پر ایک مخصوص نشان پر مرتکز ہو گیا۔ان کو تعجب ہوا کہ اس علاقے کی جانب ایک علامت ان الفاظ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"The lowest Part on the face of the Earth"

"سطح زمین پر سب سے پست ترین مقام"

پروفیسر پالمر نے تسلیم کر لیا کہ آپ (مسلمانوں) کی اطلاعات بالکل درست ہیں، انہوں نے گفتگو جاری رکھی اور کہا کہ جیسا کہ آپ اس ارض نما کرہ کی جانب دیکھ رہے ہیں۔یہی کرہ ارض پر سب سے پست ترین زمینی مقام ہے۔یہ بحر مردار (Dead Sea) کے علاقے میں واقع ہے۔اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ ارض نما کرہ پر نشان لگا ہوا ہے۔Lowest Point

پروفیسر پالمر کی حیرانگی اس وقت مزید بڑھی جب انہوں نے دیکھا کہ قرآن مجید ماضی کے متعلق بھی گفتگو کرتا ہے اور وضاحت کرتا ہے کہ تخلیق کی ابتدا کیسے ہوئی۔زمین وآسمان کی تخلیق کیسے ہوئی۔زمین کی گہرائیوں سے پانی کے سوتے کیسے پھوٹے اور کس طرح پہاڑ زمین پر مستحکم ہوئے۔روئیدگی کے عمل کی ابتدا کیسے ہوئی، زمین کیسی تھی۔پہاڑوں کی تفصیلات، اس کے مظاہر کی تفصیلات، سطح زمین پر جزیرہ عرب کی شہادتوں کی تفصیلات۔پھر قرآن مجید مستقبل میں عرب کی زمین اور دنیا کے مستقبل کی بھی وضاحت کرتا ہے۔اس موقع پر پروفیسر پالمر نے تسلیم کر لیا کہ یہ کیسی کتاب ہے کہ جو ماضی، حال اور مستقبل کی تفصیلات بتاتی ہے۔

دوسرے سائنس دانوں کی طرح پروفیسر پالمر پہلے تو ہچکچائے لیکن بعد میں انہوں نے اپنے خیالات کا کھل کر اظہار کیا۔انہوں نے قاہرہ میں ایک کانفرنس میں اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جو کہ قرآن مجید میں ارضیاتی علوم سے متعلق معلومات پر مشتمل ایک بے مثال مقالہ تھا۔

انہوں نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سائنس کے شعبہ کے رسم معمولہ کیا تھے لیکن اس وقت علم اور وسائل کی کمی کے متعلق ضرور معلومات ہیں۔میں بغیر کسی شک وشبہ کے کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید آسمانی علم کی روشنی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ان کے مقالہ کے آخری ریمارکس یہ تھے:

"ہمیں مشرق وسطیٰ کی ابتدائی تاریخ اور زبانی روایات کی تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ ہم یہ جان سکیں کہ کیا یہ تاریخی واقعات (اس زمانے میں) دریافت ہو چکے تھے۔اگر کوئی ایسا ریکارڈ نہیں ہے تو یہ بات اس عقیدہ کو مضبوط بناتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان علمی پاروں کو منتقل کیا جو آج موجودہ وقت میں دریافت ہوئے ہیں۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ارضیاتی تحقیق کے حوالے سے سائنسی موضوع پر گفتگو (تحقیق) جاری رہے گی۔ بہت بہت شکریہ "[1]

بہر حال یہ قرآن مجید کی حقانیت کا ایک ایسا ثبوت ہے کہ جسے جھٹلانا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اہل غور و فکر کے لیے اس میں ایک واضح پیغام پنہاں ہے۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ صفحہ 115-118

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرہ ہوائی...ایک محفوظ چھت

کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ایسی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن پر غور کرنے سے بآسانی انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ان اشیا کو پیدا کرنے والی اور ان میں نظم وضبط برقرار رکھنے والی ضرور کوئی نہ کوئی ہستی موجود ہے جو اتنی بااختیار، علیم اور مقتدر ہے کہ ان تمام اشیا پر کنٹرول کر رہی ہے۔ان میں سے ایک نشانی زمین کے اوپر کرہ ہوائی کا موجود ہونا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی اس نشانی کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کرتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾

"اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنادیا مگر یہ ہیں کہ کائنات کی نشانیوں کی طرف

توجہ ہی نہیں کرتے"[1]

وہ گیسیں جن سے کرۂ ہوائی بنتا ہے اور ان کا کرہ ہوائی میں ارتکاز نہ صرف انسانوں کے وجود کے لیے بلکہ زمین پر بسنے والے تمام جانداروں کے لیے بے حد اہم ہے۔کرۂ ہوائی میں جو گیسیں تشکیل پاتی ہیں وہ ایک خاص تناسب سے بنتی ہیں اور ان میں تبدیلی نہیں آتی اور ایسا بے شمار توازنات کے باہمی وجود کی بنا پر ممکن ہوا ہے۔

کرہ ہوائی میں چار بنیادی گیسیں پائی جاتی ہیں۔ نائٹروجن 78 فی صد، آکسیجن 21 فی صد، ارگون (ایک بے رنگ وبے بو عنصر) 01 فی صد سے بھی کم، اور کاربن ڈائی آکسائیڈ 0.03 فی صد۔ کرۂ ہوائی کی ان گیسوں کو دو گروپوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔"وہ جو ردعمل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں" اور وہ "جو ردعمل کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتیں"۔ ردعمل کے نتیجے میں پیدا ہونے

[1] الانبیاء-21:32

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاربن ڈائی آکسائیڈ کے بھی ایسے ہی نازک توازنات ہیں۔ پودے اس گیس کے ذریعے سورج کی شعاعوں کو جذب کرتے ہیں، اسے پانی کے ساتھ ملاتے ہیں اور بائی کاربونیٹ تشکیل دیتے ہیں۔ اس مادے سے چٹانیں پگھلتی ہیں اور سمندروں کے پانی میں حل ہوتی رہتی ہیں۔ علاوہ ازیں پودے اس گیس کو توڑتے بھی ہیں اور آکسیجن کو خارج کر کے دوبارہ واپس کرۂ ہوائی میں بھیجتے ہیں۔ یہ گیس دنیا بھر میں "پودگھر کا اثر" (Green House Effect) برقرار رکھنے میں بھی مدد دیتی ہے اور اپنے موجودہ درجہ حرارت میں تبدیلی نہیں آنے دیتی۔ اگر کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار کم ہوتی تو زمین پر اور سمندر میں پودوں کی زندگی میں کمی آجاتی۔ نیز جانوروں کے لیے خوراک کم رہ جاتی۔ اگر سمندروں میں بائی کاربونیٹ کم ہوتی تو تیزابیت میں اضافہ ہوتا۔ کرۂ ہوائی میں کاربن ڈائی آکسائیڈ میں اضافے سے زمین کا کیمیائی کٹاؤ زیادہ ہو جاتا جس سے زمین کی تہہ میں نقصان دہ شورہ زیادہ جمع ہو جاتا۔ مزید یہ کہ پودگھر کا اثر بڑھنے سے زمین کا درجہ حرارت بھی زیادہ ہو جاتا اور نتیجتاً کرۂ ارض پر جانداروں کا وجود ناممکن ہو جاتا۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ کرۂ ہوائی کی موجودگی زمین پر زندگی کے تسلسل کے لیے کس قدر ضروری ہے۔ تاہم کرۂ ہوائی کو برقرار رکھنے کے لیے بہت سے فلکی طبعی حالات کا باہم وجود ضروری ہے۔ مثلاً

1) زمین کی سطح پر ایک معتدل درجہ حرارت کی موجودگی اشد ضروری ہے۔

اس کے لیے رب کائنات نے درج ذیل انتظامات کیے ہوئے ہیں:

اوّلاً زمین کو سورج سے ایک خاص فاصلے پر ہونا چاہیے۔ یہ فاصلہ سورج سے زمین تک پہنچنے والی گرمی کی توانائی کی مقدار میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ زمین کے مدار میں سورج کے گرد گردش میں ذرا برابر فرق آجائے۔ خواہ یہ زیادہ قریب آجائے یا کچھ اور دور ہو جائے تو اس گرمی میں جو سورج سے زمین تک پہنچ رہی ہے بہت فرق آجائے گا۔ اس حوالے سے حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ سورج سے جو گرمی زمین پر پہنچ رہی ہے اس میں 13 فی صد کمی آجائے تو زمین پر ایک ایسی برف کی تہہ جمع ہو جائے جو 1000 میٹر دبیز اور موٹی ہو گی۔ دوسری طرف توانائی میں معمولی سا اضافہ جانداروں کو جھلسا کر رکھ دے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میزوسفیئر(Mesosphere)۔

سٹریٹوسفئیر کے اوپر والی تہہ کو میزوسفیئر(Mesosphere)کہا جاتاہے۔ یہ اوپر فضا میں 80کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے، یہاں درجہ حرارت بتدریج کم ہوتے ہوتے منفی 93سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتاہے۔اس تہہ میں کیمیاوی عناصر سورج کی حرارت کو جذب کرنے کی وجہ سے کافی سرگرم ہوتے ہیں۔میزوپاز (Mesopause)اس تہہ کو تھرموسفیئر (Thermosphere) سےالگ کرتی ہے۔

تھرموسفیئر(Thermosphere)۔

یہ1280کلومیٹر تک بلند ہے،اس حصے میں سورج کی حرارت کی وجہ سے درجہ حرارت بتدریج بڑھتے ہوئے1727سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتاہے۔ یہاں پر کیمیاوی عوامل زمین کی سطح کی نسبت بڑی تیزی سے عمل پذیر ہوتے ہیں۔اسی حصے کو سائنس دان بالائی کرہ ہوائی کہتے ہیں۔آئنوسفیئر (Ionosphere)اور ایکسپوسفئیر (Exposphere)، تھرموسفئیر کا ہی حصہ ہیں(بعض سائنس دان ان کوالگ الگ بھی بیان کرتے ہیں نیزان کی ترتیب میں بھی اختلاف رائے پایاجاتاہے مگران کے افعال کی نوعیت پر سب متفق ہیں)۔آئنوسفئیر 640کلومیٹر تک بلند ہے'یہی تہہ سورج کی روشنی کے ذرات فوٹانز کو جذب کرتی ہے اور زمین پر نشر ہونے والی ریڈیائی لہروں کو واپس زمین پر منعکس کردیتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے لیے یہ ممکن ہو جاتاہے کہ ہم ریڈیو،ٹی وی اور وائرلیس کی نشریات کو دور دور تک بھیج سکیں۔ [1]

---

[1] http://liftoff.msfc.nasa.gov/academy/space/atmosphere.html

http://csep10.phys.utk.edu/astr161/lect/earth/atmosphere.html

http://www.atm.ch.cam.ac.uk/tour/atmosphere.html

http://www.daviddarling.info/encyclopedia/E/Earthatmos.html

http://www.enchantedlearning.com

http://www.enchantedlearning.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئنوسفئیر سے اوپر والا تمام حصہ ایکسوسفیئر (Exosphere) کہلاتا ہے۔ یہ 1280 کلو میٹر تک بلند ہے اس کے بعد یہ اوپر خلا کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ زمینی فضا کا یہ کردار یہیں تک محدود نہیں۔ یہ زمین کو یخ سردی سے ٹھٹھر کر مردہ ہو جانے سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔ خلا کی یہ سردی "منفی 270" درجہ سینٹی گریڈ تک ہوتی ہے۔

مختصراً ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اگر زمین میں مقناطیسی میدان تشکیل دینے کی خاصیت نہ ہوتی اور کرۂ ہوائی کا ایک ڈھانچہ نہ ہوتا، نہ کثافت ہوتی جو ضرر رساں شعاعوں کو چھان لیتی ہے تو پھر زمین پر زندگی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ بیشک یہ کسی بھی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اس قسم کی تنظیم و ترتیب پیدا کرلے۔ یہ بات واضح ہے کہ اللہ نے یہ ساری مدافعتی خاصیتیں تخلیق کی ہیں جو انسانی زندگی کے لیے بے حد ضروری تھیں اور اسی نے آسمان تخلیق کیا اور اسے ایک محفوظ چھت کی صورت بخشی۔

دوسرے سیاروں کو یہ محفوظ چھت حاصل نہیں ہے۔ یہ اس بات کی جانب ایک اور اشارہ ہے کہ اس زمین کو بطور خاص انسانی زندگی کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر مریخ سیارے کا پورا قلب ٹھوس ہے اور اس کے گرد کوئی مقناطیسی ڈھال نہیں ہے۔ مریخ چونکہ اتنا بڑا نہیں ہے جتنی یہ زمین، نہ ہی قلب کے سیال حصے کو تشکیل دینے کے لیے کافی دباؤ پیدا کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ صرف موزوں اور درست سائز کا ہونا ہی سیارے کے گرد مقناطیسی میدان کی تشکیل کے لیے کافی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر وینس کا قطر اتنا ہے جتنا زمین کا۔ اس کی کمیت (Mass) زمین کی کمیت سے صرف 2% کم ہے اور اس کا وزن کم و بیش اتنا ہی ہے جتنا زمین کا۔ اس لیے دباؤ اور دوسرے اسباب کے حوالے سے یہ ناگزیر ہے کہ ایک دھاتی سیال حصہ وینس سیارے کے قلب کو تشکیل دے دے۔ تاہم وینس کے گرد کوئی مقناطیسی میدان نہیں ہے جس کا سبب یہ ہے کہ زمین کے مقابلے میں وینس کی گردشی رفتار کم ہے۔ زمین اپنے محور کے گرد پورا چکر ایک دن میں لگاتی ہے جبکہ وینس کو اس کے لیے 243 روز درکار ہوتے ہیں۔

چاند اور دوسرے ہمسایہ سیاروں کے سائز اور زمین سے ان کے فاصلے بھی مقناطیسی میدان کی موجودگی کے لیے ضروری ہیں جو زمین کے لیے "محفوظ چھت" بناتے ہیں۔ اگر ان سیاروں میں سے کوئی ایک اپنے اصل سائز سے بڑا ہوتا تو اس سے اس میں زیادہ کشش ثقل پیدا ہو گئی ہوتی۔ کوئی ہمسایہ سیارہ جس میں اس قدر زیادہ کشش ثقل ہو' سیال شے کی شرح رفتار اور زمین کے قلب کے ٹھوس حصوں کو تبدیل کر دے گا۔ اور ایک مقناطیسی میدان کو اس کی موجودہ شکل میں تشکیل نہیں ہونے دے گا۔ [1]

[1] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے۔ صفحہ 233-234

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر یہ کہ زمین کے اوپر زبردست حفاظتی نظام قائم ہے۔جو کرۂ ارض کو بیرونی خطرات سے بچا رہا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا ہے' جدید سائنس نے اس پر تصدیق کی مہر ثبت کر دی ہے اور اسمیں اہل عقل و دانش کے لیے ایک واضح پیغام پنہاں ہے کہ وہ غور و فکر کریں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ جس حفاظتی نظام کے بارے میں سائنس دانوں کو حال ہی میں پتہ چلا ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں صدیوں پہلے سے موجود تھا اور یہ بھی قرآن مجید کی سچائی کا ایک واضح ثبوت ہے کہ قرآن مجید میں ان معلومات کے موجود ہونے کے باوجود کسی مفسر یا عالم نے ان باتوں کا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ یہ سب باتیں 1400 سو سال سے انسان کی سمجھ سے بالاتر تھیں تاآنکہ سائنس کی بدولت یہ سب راز ہم پر منکشف ہوئے۔اور یہی بات قرآن مجید کے منجانب اللہ تعالیٰ ہونے کا ایک ناقابل تردید ثبوت فراہم کرتی ہے۔اس لیے کہ ان سب معلومات کا قرآن مجید کے نزول کے وقت کسی فرد کے پاس ہونا ناممکن تھا۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، حضرت علی سے یہی منقول ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی یہ تعمیر کعبہ نوح علیہ السلام کے زمانے تک باقی تھی ، طوفانِ نوح میں منہدم ہوئی اور اس کے نشانات مٹ گئے ،اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کیا"۔[1] سائنسی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ مکہ جسے قرآن میں بکہ بھی کہا گیا ہے اور جہاں مسلمان عمرہ وحج ادا کرتے ہیں، زمین پر معرض وجود میں آنے والا خشکی کا پہلا ٹکڑا تھا۔ سائنسی طور پر ثابت شدہ حقیقت یہی ہے کہ زمین کی پیدائش کے ابتدائی ایام میں تمام کرہ زمین پانی میں ڈوبا ہوا تھا یعنی ایک بہت بڑا سمندر تھا۔ بعدازاں اس کی تہہ سے آتش فشاں پھٹے اور انہوں نے زمینی پرت کے نیچے پگھلے ہوئے چٹانی مواد اور لاوے کو بڑی مقدار میں اوپر دھکیل دیا جس سے ایک پہاڑی معرض وجود میں آئی اور یہی وہ پہاڑی تھی کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر (قبلہ) بنانے کا حکم دیا۔ مکہ کی سیاہ بسالٹ چٹانوں پر کی گئی سائنسی تحقیق سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ہماری زمین کے قدیم ترین پتھر ہیں۔

اگر یہ بات ایسے ہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسی مکہ سے ہی پھر بقیہ زمین کو پھیلایا گیا اور دنیا کے دوسرے خطے معرض وجود میں آئے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے اس دعوٰی کی تائید میں کوئی حدیث مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے۔ اس کا جواب ہاں میں ہے۔ ڈاکٹر ذغلول النجار نے درج ذیل دو احادیث کو پیش کیا ہے [2]۔ جن کو میں انہی کے حوالے سے نقل کر رہا ہوں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ پانی کے اوپر زمین کا ایک ٹکڑا تھا اسی سے ہی بقیہ زمین کو پھیلایا گیا[3]

اسی طرح الطبرانی اور البیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب زمین و آسمان بنائے جا رہے تھے تو پانی کی سطح میں سے سب سے پہلا نکلنے والا خشکی کا ٹکڑا یہی تھا کہ جس پر یہ (متبرک گھر) واقع ہے، پھر اسی کے نیچے سے ہی بقیہ زمین کو پھیلایا گیا۔ علاوہ ازیں درج ذیل احادیث سے بھی مندرجہ بالا احادیث کو تقویت ملتی ہے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس

---

[1] (تفسیر معارف القرآن، سورۃ آل عمران 96)

[2] http://www.elnaggarzr.com/Test_fre/English/index_E.asp

[3] (الفائق فی غریب الحدیث للزمخشری: 371/1)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ایک حدیث روایت کی ہے۔اس لمبی حدیث میں سے ایک ٹکڑا میں یہاں نقل کرتا ہوں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "(مکہ) وہ شہر ہے کہ جس دن سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔اسی دن سے اس کو حرمت دی اور اللہ کی یہ حرمت قیامت تک قائم رہے گی"۔[1] اس کے علاوہ امام ابن کثیر نے بھی ایک حدیث مسند احمد، ترمذی اور نسائی سے نقل کی ہے،اس کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے بازار حزورہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ "اے مکہ تو اللہ تعالی کو ساری زمین سے بہتر اور پیارا ہے۔اگر میں زبردستی تجھ سے نہ نکالا جاتا تو ہرگز تجھے نہ چھوڑتا"[2]

چناچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جہاں مندرجہ بالا تحقیق کی حمایت کرتا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو بھی عیاں کرتا ہے ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے بتایا کہ شروع میں پوری زمین پانی میں ڈوبی ہوئی تھی اور پھر اسی خشکی کے ٹکڑے پر اللہ کا پہلا گھر بنایا گیا تھا،جیسا کہ مکہ کی بسالٹ چٹانوں پر کی گئی تحقیق سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ یہ قدیم ترین چٹانیں ہیں۔

پروفیسر حسین کمال الدین ریاض یونیورسیٹی میں شعبہ انجنیئرنگ میں پروفیسر تھے۔انہوں نے اپنی بے مثال تحقیق کے بعد اس امر کا انکشاف کیا تھا کہ مکہ زمین کا مرکز ہے۔انہیں اس حقیقت کا علم اس وقت ہوا جب وہ دنیا کے بڑے شہروں سے قبلہ (مکہ) کی سمت معلوم کرنے کے کام پر مامور تھے۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ایک چارٹ بنایا۔اس چارٹ میں ساتوں براعظموں کو مکہ المکرمہ سے فاصلے اور محل وقوع کی بنیاد پر ترتیب دیا۔پھر اپنے کام کو مزید آسان بنانے کے لیے انہوں نے اس چارٹ کو طول بلد اور عرض بلد کے حساب سے تقسیم کرنے کے لیے یکساں خطوط کھینچے۔پھر ان فاصلوں، مقداروں اور دوسری کئی ضروری چیزوں کو معلوم کرنے کے لیے انہوں نے انتہائی جدید اور پیچیدہ کمپیوٹر سافٹ ویئرز کو استعمال کیا اور آخر کار دو سالہ انتھک محنت کے بعد اپنی نئی دریافت کا انتہائی خوشی سے اعلان کرتے ہوئے کہا کہ "مکہ "ہی زمین کا مرکز ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ بالکل

---

[1] (بخاری ابواب العمرہ، باب لایحل القتال بمکۃ)

[2] ۔(تفسیر ابن کثیر، آل عمران، آیت 96)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممکن ہے کہ ایک ایسا دائرہ بنایا جائے کہ اگر اس کا مرکز مکہ ہو تو اس دائرے کے بارڈرز تمام براعظموں سے باہر واقع ہوں گے اور اسی طرح اس دائرے کا محیط تمام براعظموں کے محیطوں کا احاطہ کر رہا ہو گا۔[1]

بعد ازاں 20 صدی کی آخری دہائی میں زمین اور زمین کی تہوں کی جغرافیائی خصوصیات کو جاننے اور نقشہ نویسی کی غرض سے حاصل کی گئیں سیٹلائٹ تصاویر سے بھی اس تحقیق کو تقویت ملتی ہے کہ مکہ زمین کے مرکز میں واقع ہے۔ سائنسی طور پر یہ امر ثابت شدہ ہے کہ زمین کی پلیٹیں (Tectonics Plates) اپنی لمبی جغرافیائی عمر کے وقت سے باقاعدگی کے ساتھ عربین پلیٹ کے گرد گھوم رہی ہیں۔ یہ پلیٹیں باقاعدگی کے ساتھ عربین پلیٹ کی طرف اس طرح مرتکز ہو رہی ہیں کہ گویا یہ ان کا مرکز ہدف ہے۔ اس سائنسی تحقیق کا مقصد ہرگز یہ معلوم کرنا نہیں تھا کہ زمین کا مرکز مکہ ہے یا نہیں بلکہ کچھ اور مقاصد تھے۔ تاہم اس کے باوجود یہ تحقیق مغرب کے کئی سائنسی میگزینوں میں شائع ہوئی مگر اس طور پر کہ اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہ کیا جا سکے۔[2]

سید ڈاکٹر عبدالباسط مصر کے نیشنل ریسرچ سنٹر کے ممتاز رکن ہیں۔ انہوں نے 16 جنوری 2005ء میں سعودی عرب میں المجدی ٹی وی چینل کو انٹرویو دیا تھا۔ اس میں مکۃ المکرمہ کے متعلق کئی حیرت انگیز سائنسی انکشافات کیے تھے۔ (یہ انٹرویو یوٹیوب پر دستیاب ہے)[3] انہوں نے کہا کہ سائنسی بنیادوں پر مکہ دنیا کا مرکز اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ جب نیل آرم سٹرانگ زمین سے اوپر خلا کی طرف جا رہے تھے تو انہوں نے زمین کی تصویریں کھینچیں۔ انہوں نے دیکھا کہ زمین خلا میں معلق ایک کالا کُرّہ ہے۔ نیل آرم سٹرانگ نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ اسے کس نے لٹکایا ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ! اسے خدا نے ہی معلق کر کے تھاما ہوا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے مشاہدہ کیا کہ زمین کے کسی خاص مقام سے کچھ خاص قسم کی شعاعیں نکل رہی ہیں جو کم طول موج کی تھیں۔ انہوں نے اس چیز کو معلوم کرنے کے لیے اپنے کیمروں کو اس مقام پر فوکس کرنا شروع کیا کہ جہاں سے یہ شعاعیں نکل رہی تھیں۔ آخر کار وہ

---

[1] (المجلہ العربی۔ نمبر 237، اگست 1978ء)

[2] http://www.quran-m.com/firas/en1/index.php?option=com_content&view=article&id=94:mekka-is-the-center-of-the-universe&catid=61:historical&Itemid=90

[3] http://www.youtube.com/watch?v=HSal6QvX2SI

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے یہ معلوم کر لیا کہ وہ مقام کہ جہاں سے شعاعیں خارج ہو رہی ہیں وہ مکہ ہے۔ بلکہ بالکل اگر صحیح طور پر کہا جائے تو وہ کعبہ ہے۔ جب نیل آرم سٹرانگ نے یہ منظر دیکھا تو اس کے منہ سے نکلا۔ اوہ! میرے خدا! جب وہ مریخ کے قریب پہنچے تو دوبارہ انہوں نے زمین کی تصویریں کھینچیں تو انہیں معلوم ہوا کہ مکہ سے نکلنے والی یہ شعاعیں مسلسل آگے جا رہی تھیں۔ ناسا نے یہ تمام معلومات اپنی ویب سائٹ پر پیش کر دی تھیں مگر صرف 21 دن کے بعد ان کو ویب سائٹ سے ہٹا دیا گیا تھا۔ شاید اس لیے کہ یہ معلومات بڑی اہم اور حساس تھیں۔ ڈاکٹر عبدالباسط نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ یہ شعاعیں جو کعبہ سے خارج ہو رہی ہیں لا محدود ہیں۔ زیادہ طول موج یا کم طول موج والی شعاعوں کی خصوصیات سے بالکل برعکس ، میرے خیال میں اس کی وجہ فقط یہ ہے کہ ان کا منبع اور مأخذ زمین کا کعبہ ہے جو آسمانی کعبہ سے وابستہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ شعائیں زمینی کعبۃ اللہ سے بیت المعمور (آسمانی کعبۃ اللہ) تک جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کعبہ زمین کے اس مقام پر ہے کہ جہاں زمینی مقناطیسی قوتوں کا اثر صفر ہے۔ یہ زمینی مقناطیس کے شمالی اور جنوبی قطبوں کے بالکل درمیان میں ہے ، اگر یہاں قطب نما رکھ دیا جائے تو اس کی سوئی حرکت نہیں کرے گی۔ اس لیے کہ اس مقام پر شمالی قطب اور جنوبی قطب کی کششیں ایک دوسرے کے اثر کو زائل کر دیتی ہیں۔ چناچہ یہی وجہ ہے کہ مکۃ المکرمہ اس زمینی مقناطیسی قوت کے اثر سے باہر ہے اور مکہ کے رہنے والوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، نتیجتاً جو کوئی مکہ کی طرف سفر کرتا ہے یا اس میں رہتا ہے وہ صحت مند اور لمبی عمر پاتا ہے۔ اسی طرح جب آپ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو آپ اپنے اندر ایک توانائی داخل ہوتے ہوئے محسوس کرتے ہیں ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ آپ زمین کے مقناطیسی میدان کی قوت کے اثر سے باہر ہوتے ہیں اور سائنسی بنیادوں پر یہ بات ثابت شدہ ہے۔ علاوہ ازیں مکہ کی کالی بسالٹ چٹانوں کے ٹکڑوں کو لیبارٹری میں لے جا کر چیک کیا گیا ہے اور یہ بات معلوم کر لی گئی ہے کہ یہ زمین کی سب سے قدیم ترین چٹانیں ہیں۔ علاوہ ازیں برطانیہ کے عجائب گھر میں حجر اسود کے تین ٹکڑے موجود ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ جس چٹان کے ٹکڑے ہیں اس کا ہمارے نظام شمسی میں وجود نہیں پایا جاتا۔

مصر کے ڈاکٹر عبدالباسط کی گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ کعبہ نا صرف زمین کا مرکز ہے بلکہ یہ پوری کائنات کا مرکز بھی ہے کیونکہ اس کی سیدھ میں بالکل اوپر آسمانی کعبہ یعنی بیت المعمور ہے۔ مختلف روایات و احادیث سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بیت المعمور ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمینی کعبہ کی سیدھ میں بالکل اوپر ہے۔اگر وہ اوندھے منہ گرے تو سیدھا اس کے اوپر گرے۔ہر روز 70 ہزار فرشتے اس میں آتے ہیں جب وہ وہاں سے جاتے ہیں تو پھر ان کی باری نہیں آتی۔علاوہ ازیں قرآن مجید میں بھی مکہ کو "ام القری" کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ مکہ ان شہروں کی ماں ہے جو سب اس کے ارد گرد ہیں۔اس آیت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکہ تمام شہروں کے درمیان میں ہے۔اسلامی معاشرے میں ماں کے لفظ کی ایک خاص اہمیت ہے۔آل واولاد کا سلسلہ ماں سے ہی چلتا ہے۔چناچہ مکہ کو شہروں کی ماں کا نام دینے سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ زمین کے بقیہ حصے بھی اسی سے پھیلے یا اس کے بعد وجود میں آئے اور یہی بات سائنسی طور پر بھی ثابت ہو چکی ہے۔

مکہ ایک محفوظ اور پر امن شہر ہے۔قرآن میں اس کو "بلد الامین" بھی کہا گیا ہے۔یہاں کسی چرند پرند کو بھی نقصان پہنچانا ممنوع ہے۔ یہ تمام اطراف سے اونچے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے،یہی وجہ ہے کہ یہاں کبھی کبھار کم درجے کے زلزلے ہی آتے ہیں۔ مزید برآں چونکہ اس شہر کا درجہ حرارت عموماً زیادہ رہتا ہے اسی وجہ سے یہاں زمینی پرت (Crust) کے نیچے چٹانیں چکنے والی اور لیس دار ہیں،اس وجہ سے بھی مستقبل میں اگر کبھی یہاں زلزلہ آیا تو اس کی شدت کم ہی رہے گی۔

کعبہ کی ایک اور اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ مسلمان اس کے گرد طواف کرتے ہیں۔طواف کا آغاز حجر اسود والی جگہ سے کیا جاتا ہے ۔حاجی یہ طواف اینٹی کلاک وائز (مخالف گھڑی وار) کرتا ہے اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کائنات میں ایٹم سے لے کر کہکشاؤں تک ہر چیز اینٹی کلاک وائز حرکت کر رہی ہے۔ایٹم کے اندر الیکٹرونز،نیوکلئس کے گرد اینٹی کلاک وائز گردش کرتے ہیں۔زمین کی تمام پلیٹیں عربین پلیٹ کے گرد اینٹی کلاک وائز حرکت کرتی ہیں۔انسانی جسم کے اندر سائیٹوپلازم،سیل کے نیوکلئس کے گرد اینٹی کلاک وائز حرکت کرتا ہے۔پروٹین مالیکیولز بھی بائیں سے دائیں طرف اینٹی کلاک وائز ہی حرکت کرتے ہوئے ترتیب پاتے ہیں۔ ماں کے رحم کے اندر بیضیٰ انثیٰ بھی اپنے ہی گرد حرکت اینٹی کلاک وائز ہی کرتا ہے۔مرد کی منی کے اندر جرثومہ بھی اپنے ہی گرد اینٹی کلاک وائز حرکت کرتے ہوئے بیضیٰ انثیٰ تک پہنچتا ہے۔انسانی خون کی گردش بھی اینٹی کلاک وائز ہی شروع ہوتی ہے۔زمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے گرد اور سورج کے گرد بھی اینٹی کلاک وائز ہی حرکت کرتی ہے۔ سورج اپنے ہی گرد اینٹی کرتا ہے۔ کہکشاں خود اپنے ہی گرد اینٹی کلاک وائز گردش کرتی ہے۔[1]

چناچہ ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان جب کعبہ کا طواف کرتا ہے تو وہ اسی طرح اپنے رب کی طرف سے عائد کی گئی ڈیوٹی کو نبھاتا ہے کہ جس طرح ایٹم سے لے کر کہکشاؤں تک، سب اپنے رب کے حکم کے آگے سر اطاعت خم کیے ہوئے ایک ہی سمت میں محو گردش ہیں۔ اس سے اسلام کا امتیاز اور برتری دوسرے مذاہب کی نسبت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

بی بی سی اردو ڈاٹ کام کے مطابق پچھلے سال قطر میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس کا عنوان "مکہ مرکز عالم، علم و عمل" تھا۔ اس میں کچھ مسلمان علمائے دین اور سائنسدانوں نے مطالبہ کیا تھا کہ گرینچ کے معیاری وقت کے بجائے مکہ مکرمہ کے وقت کو معیار کے طور پر اپنانا چاہیے کیونکہ بقول ان کے مکہ مکرمہ ہی دنیا کا مرکز ہے۔ اس کانفرنس میں شریک ایک ماہر ارضیات کا کہنا تھا کہ جغرافیائی لحاظ سے مکہ مکرمہ قطب شمالی سے دیگر طول بلد کے مقابلے میں بہترین مطابقت رکھتا ہے۔ شرکاء کانفرنس کا کہنا تھا کہ انگریزوں نے برطانوی راج کے دور میں دیگر ممالک پر قبضہ کر کے، باقی دنیا پر زبردستی گرینچ کا وقت مسلط کر دیا تھا۔ اب اس صورت حال کو بدلنے کا وقت آگیا ہے۔ معروف عالم دین شیخ یوسف القرضاوی نے اس کانفرنس میں کہا کہ جدید سائنسی طریقوں سے اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مکہ مکرمہ کرہ ارض کا اصل مرکز ہے۔ جس سے قبلے کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ اس کانفرنس میں مکہ واچ، نامی منصوبے کا بھی جائزہ لیا گیا۔ یہ ایک فرانسیسی سائنسدان کی ایجاد کردہ گھڑی ہے جو الٹی طرف چلتی ہے اور اس سے دنیا میں کہیں بھی موجود مسلمانوں کو قبلے کے رخ کا پتہ چل سکتا ہے۔ (بی بی سی اردو ڈاٹ کام، 22 اپریل، 2008)[2]

اب جب کہ سائنسی تحقیقات اور سیٹلائٹ تصاویر نے بھی اس تحقیق کی حمایت کر دی ہے کہ مکہ ہی زمین کا مرکز ہے تو کئی دہائیوں سے جاری اس تنازعہ اور بحث و مباحثہ کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بین الاقوامی طور پر وقت کے معیار کے لیے گرینچ کی

[1] http://www.quran-m.com/firas/en1/index.php?option=com_content&view=article&id=94:mekka-is-the-center-of-the-universe&catid=61:historical&Itemid=90

[2] http://www.bbc.co.uk/urdu/regional/story/2008/04/printable/080421_macca_mean_time_zs.shtml

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے "مکہ "ہی کو مرکز قرار دیا جائے۔اب اگر مکہ کے وقت کو بین الاقوامی طور پر نافذ کر دیا جائے تو ہر ایک کے لیے نمازوں کے اوقات کا معلوم کرنا بالکل آسان ہو جائے گا۔لہذا مکۃ المکرمہ جو کہ ایک مبارک شہر ہے، کو دنیا کے دیگر شہروں پر فضیلت کا حق ملنا چاہیے۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہمیں محسوس نہیں ہوتی۔ کشش کی یہی قوت ہے جس کی وجہ سے زمین اور دیگر سیارے سورج کے ارد گرد گھومتے ہیں اور نظامِ شمسی اور دیگر نظام قائم ہیں۔ کائنات میں ہر طرف یہ قوت کار فرما ہے۔ زمین پر اجسام کا قائم رہنا، مدوجذر، مادہ کے اجزاء کا ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہ کر بڑے بڑے اجسام بنانا سب کششِ ثقل کی وجہ سے ہیں۔

حالیہ تجربات سے ماہرین کو معلوم ہوا ہے کہ خلا میں کشش ثقل کی اسی طرح کی لہریں چل رہی ہیں جیسا کہ سمندروں میں وہ روئیں چلتی ہیں جن پر تجارتی بحری جہاز سفر کر کے اپنے ایندھن کے اخراجات میں بچت کرتے ہیں۔ خلا میں کشش ثقل کی یہ لہریں مختلف سیاروں اور ان کے چاندوں کے درمیان موجود ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ لہریں دائروں کی شکل میں بھی ہے اور وہ سانپوں کی طرح بل بھی کھا رہی ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ خلائی جہاز ان لہروں پر سفر کر کے اپنے ایندھن کے اخراجات نمایاں طور پر بچا سکتا ہے۔

امریکہ میں سائنس دان کشش ثقل کی ان بل کھاتی ٹیوب نما لہروں کا نقشہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ خلائی سفر کے اخراجات میں بچت کرنے کے لیے انہیں استعمال کیا جا سکے۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ خلا میں ٹیوب کی شکل کی لہریں سیاروں اور ان کے چاندوں کے درمیان ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے والوں قوتوں کے باہمی عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ کمپیوٹروں پر ان لہروں کے بنائے جانے والے نقشوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خلائی راستے سوئیوں کے لچھوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں جو سیاروں کے ارد گرد لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ خلائی راستے ان نکات کو ایک دوسرے سے منسلک کرتے ہیں جہاں کشش ثقل کی قوتیں ایک دوسرے کے مساوی ہو جاتی ہیں۔

زمین میں موجود معدنیات، پتھر اور طرح طرح کے بے شمار مادوں کی مناسب مجموعی کشش نے اس پر موجود ہر چیز کو سکون اور قرار بخشا ہوا ہے۔ اگر یہ کششِ ثقل بہت زیادہ ہوتی تو ہم ایک قدم بھی نہ اٹھا سکتے یا چلنے کے لیے بہت قوت صرف کرنا پڑتی۔ (جیسا کہ سورج کی کشش ثقل ہے) اسی طرح اگر یہ کششِ ثقل بہت کم ہوتی تو کسی چیز کو قرار ملنا بہت مشکل ہو جاتا، ہر چیز ہوا میں اڑ رہی ہوتی اور ہمارا چلنا، پھرنا دوبھر ہو جاتا، حتیٰ کے ہماری فضاء سے آب و ہوا بھی غائب ہو جاتی (جیسا کہ چاند کی کشش ثقل ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر قربان جایئے کہ جس نے ننھے سے ذرے ایٹم میں بھی قوت کشش رکھی ہے۔ اگر الیکٹرون کو اس کشش سے آزاد ہونا ہے تو بہت زیادہ توانائی کی ضرورت ہو گی۔ چناچہ ایک ذرے سے لے کر دور افتادہ کہکشاؤں اور زمین و آسمان کی تمام چیزوں پر ثقل کا قانون لاگو ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان ایک مدت سے اس کوشش میں تھا کہ زمین کے مدار سے باہر نکلے اور کائنات کی قدرتوں کا مشاہدہ کرے، چناچہ مسلسل تجربات و تحقیق کی بدولت وہ دن بھی آگیا جب انسان نے اپنے وجود کو زمین کی کشش سے آزاد کرا لیا اور چاند پر قدم رکھا۔ سائنسدانوں کے مطابق انسان زمین کی کشش سے اس وقت آزاد ہو سکتا ہے کہ جب وہ 11.2 کلو میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے زمین کی مخالف سمت میں سفر کرے۔ اس حدِ رفتار کو رفتارِ گریزاں یا Escape Velocity کہتے ہیں۔

اگر زمین کی کثافت یوں بڑھائی جائے کہ اس کا قطر موجودہ سے چار گنا کم ہو جائے تو مطلوبہ رفتار گریزاں 22 کلو میٹر فی سیکنڈ یعنی دگنی ہو جائے گی۔ جوں جوں ہم کثافت بڑھاتے جائیں اور زمین کا سائز کم کرتے جائیں تو کشش ثقل بڑھتی جاتی ہے اور زمین کے مدار سے نکلنے کے لیے نسبتاً زیادہ رفتار کی ضرورت ہوتی ہے۔ چناچہ اگر زمین کو کسی طرح بھینچ کر اسپرین کی گولی کے برابر کر لیں تو کثافت اتنی زیادہ بڑھ جائے گی کہ پھر جسم کو زمین سے فرار اختیار کرنے کے لیے روشنی کی رفتار سے بھاگنا ہو گا۔ اگر کسی جسم کی کشش اتنی بڑھ جائے کہ روشنی بھی راہِ فرار نہ پا سکے تو اس جسم کو سیاہ شگاف یا Black Hole کہتے ہیں۔ یہ جسم چونکہ روشنی کو جذب کر لیتا ہے لہٰذا دکھائی نہیں دیتا۔

اجرام فلکی میں چھوٹے بڑے اربوں ستارے ہیں۔ ان کی جسامت اور کشش کے ماتحت یہ ستارے بتدریج، سفید بونے، نیوٹرون اسٹار اور بلیک ہولز میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ زمین کی طرح اور سیاروں اور ستاروں پر بھی کشش کا قانون اتنا ہی بھرپور ہے جتنا زمین پر۔

کائنات کا نظام کشش کے تانوں بانوں پر مبنی ہے۔ باہمی کشش اور گردشِ دوام پر نظام کائنات کا نظام منحصر ہے۔ جب خالق کائنات چاہے گا یہ کائنات تھم جائے گی، پھر واپسی ہو گی اور بالآخر "Big Crunch" سے یہ کائنات ایک نقطے پر آجائے گی، جہاں تمام مادے اور توانائیاں جمع ہو جائیں گی۔ اسے سائنسداں "Singularity" کہتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا کہ کثافت، کشش ثقل اور اسکیپ ولاسٹی سبھی کچھ آفرینش سے لے کر قیامت تک کے لیے ایک اہم پہلو ہے۔ یہ کثافت کا قانون ہی تو ہے کہ اربوں نوری سال دوری پر واقع بھاری بھرکم کہکشائیں سمٹ کر یکجا ہو جائیں گی۔

زمین کی اسی کشش ثقل کی وجہ سے جہاں اس پر سکون ممکن ہے وہی اس سے راہِ فرار اختیار کرنا بھی ممکن ہے۔ چناچہ انہی دونوں باتوں کی جانب قرآن مجید میں درج ذیل آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمان باری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہیں عمدہ چیزیں کھانے کو عطا فرمائیں، یہ اللہ تمہارا پروردگار ہے، پس بہت ہی برکتوں والا اللہ ہے سارے جہان کا پرورش کرنے والا۔ (غافر،64)

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا ۚ

لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ

اے جن وانسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے تو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جاو مگر تم قوت کے بغیر نکل نہیں سکتے۔

(سورہ الرحمٰن 33)

مندرجہ بالا آیات میں جہاں زمین کو جائے قرار کہا گیا ہے وہیں زمین اور اجرام فلکی میں کشش اور رفتار گریزاں کی بات وضاحت کے ساتھ کی گئی ہے اور یہ بھی کہ قوت کے ساتھ اس ثقل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

ماخذ۔

http://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%AB%D9%82%D8%A7%D9%84%D8%AA

http://www.voanews.com/urdu/news/gravitational-corridores-12sep09-59129357.html

http://en.wikipedia.org/wiki/Escape_velocity

قرآن سائنس اور ٹیکنالوجی از شفیع حیدر دانش صدیق

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر 4

- انسان کی مرحلہ وار تخلیق
- ماں کے پیٹ کے تین تاریک پردے
- زندگی میں انسان کے پہلا قدم رکھنے کی مکمل کہانی
- جنس کی شناخت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس بڑا بابرکت ہے، اللہ جو سب بنانے والوں سے بہتر بنانے والا ہے"[1]

ان آیات میں انسانی تشکیل وارتقاء کے سات مراحل کا ذکر ہے جن میں سے پہلے کا تعلق اس کی کیمیائی تشکیل سے ہے اور بقیہ چھ کا اس کے بطن مادر کے تشکیلی مراحل سے۔ مذکورہ بالا آیات میں بیان کردہ انسانی ارتقاء کے مراحل کی ترتیب اس طرح بنتی ہے۔ سلٰلۃ من طین، نطفہ، علقہ، مضغہ، عظام، لحم اور خلقِ آخر۔ آیئے اب ہم ان مراحل کا اسی ترتیب کے ساتھ تفصیلاً مطالعہ کرتے ہیں۔

پہلا مرحلہ: اور ہم نے انسان کو مٹی کے سَت سے پیدا کیا۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ مٹی سے پیدا کرنے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ہر انسان ان مادّوں سے پیدا کیا جاتا ہے جو سب کے سب زمین سے حاصل ہوتے ہیں اور اس تخلیق کی ابتدا نطفے سے ہوتی ہے یا یہ کہ نوعِ انسانی کا آغاز آدم علیہ السلام سے کیا گیا جو براہِ راست مٹی سے بنائے گئے تھے اور پھر آگے نسلِ انسانی کا سلسلہ نطفے سے چلا جیسا کہ سورۃ سجدہ میں فرمایا "انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی اور پھر اس کی نسل ایک سَت سے چلائی جو حقیر پانی کی شکل میں نکلتا ہے"۔[2]

عربی کے لفظ سُلٰلَہ کا معنی ہے جوہر، ست، خلاصہ یا کسی چیز کا بہترین حصہ۔ اس بات کا بھی علم ہمیں حال ہی میں ہوا ہے کہ کسی انڈے کے اندر داخل ہونے والا منی کا ایک معمولی سا قطرہ یا جرثومہ ہی اسے بارآور بنانے کے لیے کافی ہے۔ حالانکہ ایک مرد کئی کروڑ جرثومے پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اس بات کی کہ "کروڑوں جرثوموں میں سے ایک جرثومہ" کی نشاندہی لفظ سُلٰلَہ سے کی ہے۔ اسی طرح اس بات کو بھی ہم نے حال ہی میں معلوم کیا ہے کہ عورت کے رحم کے اندر بننے والے لاکھوں انڈوں میں سے صرف ایک انڈہ ہی بارآور ہوتا ہے (ہر بالغ عورت کے مخصوص حصے میں 4 لاکھ ناپختہ انڈے موجود رہتے ہیں مگر ان میں سے صرف

---

[1] 14-23:12

[2] (السجدہ، 7-8)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزوں کی وضاحت نہیں کر سکوں گا جن کے متعلق (آج) ہمیں معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ سے یہ تمام اطلاعات بہم پہنچائی ہیں میں اس کے غلط یا جھوٹا ہونے کی کوئی شہادت نہیں پاتا۔ اس عقیدے کو قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا وہ وحی الٰہی تھا"۔ [1]

ڈاکٹر جوئی لی سمپسن جو امریکہ کے شہر ہوسٹن میں واقع بلیر کالج آف میڈیسن کے شعبہ علم وضع حمل اور علم امراض نسواں (Gynecology) کے سربراہ ہیں، اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "یہ احادیث اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا اس سائنسی علم کی بنیاد پر نہیں ہو سکتا جو ان کے زمانے میں (ساتویں صدی عیسوی کی طرف اشارہ ہے) موجود تھا اور یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ علم توالد و تناسل اور مذہب (یعنی اسلام) میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ مذہب سائنس کی مدد کر سکتا ہے۔۔۔ قرآن میں موجود باتیں صدیوں کے بعد بھی صحیح قرار پائی ہیں جو اس بات کو تقویت دیتی ہیں کہ قران مجید کا مأخذ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔" [2]

احادیث مبارکہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے پیٹ کے اندر جنین کے ان مختلف مراحل کا ذکر کیا ہے۔ آیئے ان کا بھی جائزہ لیتے ہیں:

"حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جب نطفے پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے' جو اس کی صورت' کان' آنکھ' کھال' گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے' پھر عرض کرتا ہے اے پروردگار، یہ مرد ہے یا عورت' پھر جو مرضی الٰہی ہوتی ہے وہ فرماتا ہے' فرشتہ لکھ دیتا ہے' پھر عرض کرتا ہے' اے پروردگار اس کی عمر کیا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور فرشتہ وہ لکھ دیتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے

---

[1] سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ صفحہ 100

[2] قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک، صفحہ 49,59

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروردگار اس کی روزی کیا ہے' چنانچہ پروردگار جو چاہتا ہے وہ حکم فرما دیتا ہے اور فرشتہ لکھ دیتا ہے اور پھر وہ فرشتہ وہ کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر باہر نکلتا ہے جس میں کسی بات کی کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی"[1]

امام بخاری بھی حضرت ابن مسعود سے ایک روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں مکمل کی جاتی ہے۔ چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے پھر اتنے ہی وقت تک منجمد خون کا لوتھڑا رہتا ہے پھر اتنے ہی روز تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے اس کے بعد اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا عمل' اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ بھی لکھ دے کہ بدبخت ہے یا نیک بخت، اس کے بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے...."[2]

حضرت انس بن مالک سے بھی ایک حدیث مروی ہے کہ سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے' وہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب، نطفہ تیار ہو گیا ہے' اے میرے رب خون بستہ ہو گیا' اے میرے رب گوشت کا لوتھڑا تیار ہو گیا' اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ اس کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں تو وہ فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ اے میرے رب! نر ہے یا مادہ' بدبخت ہے نیک بخت' اس کی روزی کتنی ہے' عمر کتنی ہے؟ اس طرح رحم مادر میں ہی ان چیزوں کے بارے میں اس کی تقدیر لکھ دی جاتی ہے۔"[3]

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نطفہ، علقہ اور مضغہ کے مراحل کا تذکرہ فرمایا ہے جبکہ اس سے پہلے والی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ نطفہ بننے کے بعد بیالیس راتیں گزرنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ آتا ہے اور وہ اس کی صورت سازی اور تخلیق کا کام

---

[1] (صحیح مسلم باب القدر)

[2] (صحیح بخاری باب بدء الخلق۔ صحیح مسلم باب القدر)

[3] (صحیح بخاری۔ باب القدر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجام دیتا ہے' یہ بات بالکل وہی ہے جس کے بارے میں علم جنین سے متعلق جدید تحقیقات بتاتی ہیں کہ اس مدت میں گوشت کے ٹکڑے میں موجود جسمانی حصے ہڈیوں اور پٹھوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، پھر ہڈیوں پر گوشت اور پٹھے چڑھتے ہیں، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنین کی نشوونما کے مراحل میں حضرت حذیفہ والی حدیث میں مذکور مراحل اور علم جنین کے سلسلے کی جدید تحقیقات کے نتائج بالکل یکساں ہیں۔

لیکن فرشتے کے حاضر ہونے کے زمانے کے بارے میں حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود کے روایت کردہ الفاظ میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ حضرت حذیفہ کی روایت میں تو یہ ہے کہ فرشتہ بیالیس راتوں کے بعد حاضر ہوتا ہے جبکہ ابن مسعود کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ ایک سو بیس دن کے بعد حاضر ہوتا ہے۔ علماء نے ان دونوں احادیث کو تطبیق دی ہے چنانچہ اس ضمن میں حافظ ابن قیم فرماتے ہیں!

"حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پہلے چالیس دن کے بعد تخلیق کی ابتدا پر دلالت کرتی ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تیسرے چلے کے بعد جنین میں روح پھونکی جاتی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث تخلیق کا آغاز چالیس روز کے بعد شروع ہو جانے کے سلسلے میں صریح ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں صورت سازی اور تخلیق کے وقت سے تعارض نہیں کیا گیا ہے' بلکہ اس میں نطفے کے مختلف ادوار کا بیان ہے اور اس بات کا تذکرہ ہے کہ ہر چالیس دن کے بعد نیا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور تیسرے چلے کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے' اس چیز کا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ذکر نہیں ہے بلکہ خاص طریقہ پر یہ چیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

لہٰذا یہ دونوں حدیثیں پہلے چلے کے بعد ایک خاص چیز کے پیدا ہونے پر متفق ہیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مخصوص طور پر یہ بات ہے کہ اس نطفے کی صورت سازی اور تخلیق کا عمل پہلے چلے کے بعد شروع ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں خاص بات یہ مذکور ہے کہ جنین میں روح کا پھونکا جانا تیسرے چلے کے بعد ہوتا ہے، اب یہ دونوں حدیثیں اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات پر متفق ہیں کہ اس دوران پیدا ہونے والے بچے کی تقدیر کے بارے میں فرشتہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کر کے لکھتا ہے۔اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتیں سچی ہو گئیں اور ایک حدیث دوسری حدیث کی تصدیق کرنے والی بن گئی"[1]

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی اس تشریح سے وہ اختلاف ختم ہو جاتا ہے' جو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے درمیان محسوس ہوتا ہے کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بیالیس راتوں کے بعد صورت سازی اور تخلیق کے آغاز کی طرف اشارہ ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب جنین تخلیق کے مراحل پورے کر چکتا ہے تب اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور تخلیق کی تکمیل رحم مادر میں نطفہ قرار پانے کے بعد ایک سو بیس دن میں مکمل ہوتی ہے' جنین میں روح پھونکے جانے سے وہ ایک دوسری مخلوق ہو جاتا ہے کیونکہ وہ حرکت کرنے اور آوازوں کو سننے پر قادر ہو جاتا ہے اور اس کا دل برابر دھڑکنے لگتا ہے' اسی جانب قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے اور یہ

ساتواں اور آخری مرحلہ ہے:

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾

"پھر ہم نے اس کو دوسری مخلوق بنایا' لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے بابرکت ہے"[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں تخلیق مکمل ہونے اور روح پھونکے جانے کا جو زمانہ بتایا گیا ہے وہ بالکل وہی ہے جو جدید علم جنین میں جنین کے اندر حرکت پیدا ہونے کے لیے بتایا گیا ہے یعنی نطفہ ٹھہرنے کے بعد تیسرے مہینے کے آخر یا چوتھے مہینے

---

[1] تحفۃ المودود' باحکام المولود از ابن قیم الجوزی، صفحہ 259

[2] المومنون۔23:14

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے شروع میں۔ جنین کی نشوونما کے مراحل کے بارے میں اس حدیث میں مذکور مراحل اور علم جنین کے سلسلہ کی جدید تحقیقات کے نتائج بالکل یکساں ہیں۔ [1]

قارئین کرام جیسا کہ آپ جان چکے ہیں کہ قرآن مجید نے حیات انسانی کے ارتقاء کے جملہ مرحلوں پر بھرپور روشنی ڈالی ہے اور یہ معلومات اس وقت بیان کیں جب سائنسی تحقیق اور Embryology جیسے سائنسی مضامین کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ کیا یہ سب کچھ قرآن اور اسلام کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کرنے کے لیے کافی نہیں؟ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ قرآن اُس رب کی نازل کردہ کتاب ہے جس کے نظامِ ربوبیت کے یہ سب پرتَو ہیں۔ اس لیے اُس سے بہتر ان حقائق کو اور کون بیان کر سکتا تھا! بات صرف یہ ہے کہ سائنس جوں جوں چشمِ انسانی کے حجابات اُٹھاتی جارہی ہے قرآنی حقیقتیں توں توں بے نقاب ہو کر سامنے آتی جارہی ہیں۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ صفحہ 84-88

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1)۔پہلی مادری شکمی دیوار(The Maternal Interior Abdominal Wall)

یہ پہلا مرحلہ ہے جب بیضہ والا خلیہ رحم کی دونالیوں میں نشوونما پاتا ہے۔زندگی کی ابتدا کا تجربہ اس حیاتیاتی خلیے(Zygote)کو اس پہلے مرحلے میں ہوتا ہے۔دراصل ایک بیضہ والا خلیہ(Ovum)صرف اللہ کی مرضی سے بارور(Fertilized) ہوتا ہے۔یہ باریک ترین خلیہ(Cell)ہی ہے۔جس میں ہر چیز تیار ہوتی ہے اور انسانی زندگی کی آئندہ تفصیلات بھی یہیں متعین ہو جاتی ہیں۔عورت کے بیضہ کی باروری کے لیے مرد کے صرف ایک(Single Sperm)کی ضرورت ہوتی ہے۔لیکن مرد کے جسم سے ان کا اخراج کروڑوں کی تعداد میں ہوتا ہے جب کہ ان میں کارآمد ایک ہی ہوتا ہے باقی خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔چنانچہ اس کو قرآن کی اصطلاح میں پہلا اندھیرا(حجاب)کہہ سکتے ہیں۔

2)۔رحمی دیوار(The Uterine Wall)

زرخیز شدہ بیضہ کا خلیہ رحم کی لعاب دار جھلی جسے(Intrauterine Epitherlium Endometrium)بھی کہتے ہیں'میں پہنچتا ہے۔یہ ایک جنگل کے مشابہ ہے۔یہ اس میں ایک طرح سے جڑ پکڑ لیتا ہے اور خود وہیں مناسب جگہ قائم کر لیتا ہے۔

حیاتیاتی خلیہ(Zygote)اسی جگہ پر تقسیم کا عمل شروع کرتا ہے،اس لیے جنین(Embryo)کے پہلے مرحلہ میں تمام اعضا کی تشکیل کی ابتدا بھی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔خلیوں کی ابتدائی تقسیم اسی کے دوسرے مرحلے کی تشکیل کرتی ہے۔اس مرحلے میں انسانی جسم کی شکل خلیوں کے جھمگھٹوں کی طرح ہوتی ہے۔مادہ منویہ انسان کے خلیوں میں پیدا ہوتا ہے اور پھر عارضی طور پر نالیوں کے ایک نظام میں جمع ہو جاتا ہے۔پھر بارور شدہ بیضہ عورت کے تولیدی نظام میں بیضہ نالیوں(Fallopian Tubes)کے راستہ سے گزر کر رحم مادر(Uterus)میں چلا جاتا ہے اور وہاں ایک خاص مقام پر ٹھہر جاتا ہے۔اس جگہ کو دوسرا اندھیرا(حجاب)کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3)۔غلاف جنین جھلی(The Amniochorionic Membrane)

یہاں ایک پوٹلی(Amniotic Sac)ابتدائی شکل کے ارد گرد ایک مخصوص مائع کی شکل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر انسانی اعضا اور دوسرا حیاتیاتی نظام اسی کے اندر افزائش پاتا ہے۔ پھر جب یہ جنین نظر آنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو یہ محض گوشت کا ایک لوتھڑا سا نظر آتا ہے جس کے مرکز میں انسان کو ابتدائی حالت میں شناخت کرنا مشکل ہوتا ہے اور وہاں تدریجاً بڑھتا ہے اور وہیں ہڈیوں کی ساخت(Bone Structure)اعصابی نظام (Nervos system)، پٹھے (Muscles)، اور آنتیں (Viscerae) تخلیق ہوتی ہیں۔اس جگہ کو تیسرا اندھیرا(حجاب) کہہ سکتے ہیں۔[1]

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔صفحہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں انسان کے پہلا قدم رکھنے کی کہانی

قرآن کی بہت سی سورتوں میں اللہ نے ہماری توجہ تخلیقِ انسان کی جانب مبذول کروائی ہے۔ وہ لوگوں کو اس تخلیق پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ سورہ الانفطار میں ارشاد ہوتا ہے

"اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا۔ تجھے نک سک سے درست کیا۔ تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا"[1]

سورۃ یٰس میں انسان کو خبر دار کرتے ہوئے فرمان الٰہی جاری ہوتا ہے:

"کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا؟ اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے، کہتا ہے کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟ اس سے کہو انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے"۔ (یٰس:77-79)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کی تخلیق اور پیدائش کے ان مراحل کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو ماں کے رحم میں حمل ٹھہرنے کے بعد وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ المومنون میں فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾

---

[1] (الانفطار:6-8)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اللہ نے تمہیں مٹی سے، پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنایا۔ جو بھی مادہ حاملہ ہوتی یا بچہ جنتی ہے تو اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اور کوئی بڑی عمر والا جو عمر دیا جائے یا اس کی عمر کم کی جائے تو یہ سب کچھ کتاب میں درج ہے۔ اللہ کے لیے یہ بالکل آسان بات ہے"[1]

ہمارا جسم جو صرف پانی کے ایک حقیر قطرے سے بننا شروع ہوا ایک مکمل انسان بن جاتا ہے۔ جس میں کئی ملین نازک توازنات ہوتے ہیں گو ہم اس بات سے باخبر نہیں ہیں مگر ہمارے جسموں میں نہایت پیچیدہ اور نازک نظام کام کر رہے ہیں جن کی مدد سے ہم زندہ رہتے ہیں۔ یہ تمام نظام انسان کے واحد مالک، خالق اور آقا، اللہ نے بنائے ہیں اور وہی ان کو چلا رہا ہے۔ [2]

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] فاطر۔35-11

[2] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے۔ صفحہ 63-70

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروموسوم "Y" ہے تو عورت کے "X" سے جب یہ ملاپ کرے گا تو پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہو گا۔ یہ تمام معلومات حال ہی میں جدید طبّی تحقیق سے ہی حاصل ہوئی ہیں، اس سے پہلے کسی کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ [1]

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى ۔ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اِذَا تُمۡنٰى﴾

"اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے" [2]

نطفہ انسان کے اعضاے تناسل سے نکلنے والے منی کے پانی کو کہتے ہیں اور تمنی کا مطلب ہے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ بچے کی جنس کا انحصار مرد کی منی پر ہے اور یہ جدید سائنس نے ہمیں حال ہی میں بتایا ہے۔ سورۃ القیامہ میں اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے:

﴿اَلَمۡ يَكُ نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِىٍّ يُّمۡنٰى ۔ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۔ فَجَعَلَ مِنۡهُ الزَّوۡجَيۡنِ﴾

"کیا وہ منی کی ایک بوند نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکائی گئی تھی پھر وہ لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ نے اس کا جسم بنایا اور اعضا درست کیے' پھر اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنا دیں" [3]

---

[1] اللہ کی نشانیاں۔ صفحہ 103

http://www.windows.ucar.edu/tour/link=/earth/Life/genetics_intro.html

The Quran and Modern Science by Dr. Zakir Naik Page: 52

[2] النجم، 46-53:45

[3] 39-37 :75

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ یہی ارشاد فرمارہا ہے کہ انسان کی منی کا تھوڑا سا حصہ یا مقدار یا قطرہ جو عورت کے رحم کے اندر ٹپکایا جاتا ہے، وہی بچے کی جنس کا ذمہ دار ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں بد قسمتی سے عورت کے ہاں اگر لڑکی پیدا ہو جائے تو اس کے سسرال والے عورت کو ہی اس کا ذمہ دار گردانتے ہیں اور اسے برا بھلا کہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن اور سائنس نے ہمیں بتایا ہے کہ بچے کی جنس کا ذمہ دار مرد ہے عورت نہیں۔ جب کہ اولاد کے متعلق اسلامی تصور یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی ہے کہ وہ جسے چاہے لڑکے دے اور جسے چاہے لڑکیاں دے اور جسے چاہے کچھ نہ دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ درج ذیل آیت میں اس بات کو اس طرح بیان فرماتا ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے جسے چاہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے لڑکے' یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا قدرت والا ہے"[1]

جبکہ سائنسی زبان میں یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی ہے کہ وہ مرد کی منی میں "x" نوعیت والے جرثومے پیدا کرتا ہے یا "y" نوعیت والے۔ یا دونوں میں سے کوئی بھی پیدا نہ کرے کہ جس سے عورت کا بیضہ بارور ہو سکے۔ اور یہ انتظام اللہ تعالیٰ نے مرد کی منی کے اندر ہی رکھا ہے، عورت کے انڈے یا بیضے کے اندر نہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ میں بھی اہل بصیرت پر عیاں ہو گیا ہو گا کہ قرآن اور جدید سائنس میں کس قدر یگانگت پائی جاتی ہے۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] الشوریٰ، 42 : 49-50

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر 5

- انسان کی پیشانی
- انسانی پنجر اور ہڈیوں کی ساخت
- انگلیوں کے نشانات
- انسان کی جلد میں درد محسوس کرنے والا نظام
- دماغ کے اندر قوت گویائی کا مرکز
- انسانی فکر و عمل مین انسانی قلب کا کردار اور اسلام
- دُمچی کی ہڈی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری قوت کا اس میں دخل نہیں۔ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ اس عالم موجودات کی ہر چیز اللہ جل شانہ کے علم اور اس کی مشیت و قدرت سے مکمل ہوتی ہے۔ انسانی دماغ کے غور و فکر کے دوران دماغ کے خلیوں میں ہونے والی جسمانی اور ذہنی تبدیلیاں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

انسانی دماغ (Cerebrum) کی ساخت کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ دماغ کے اگلے حصہ میں واقع اوپر کے دونوں حصوں میں بلند عقلی مراکز پائے جاتے ہیں اور یہ حصہ انسانی دماغ میں شعوری یا ارادی خیال و عمل کا مرکز و منبع سمجھا جاتا ہے۔

فکر و تدبر کی ساری صلاحیتیں اسی حصے میں ہوتی ہیں۔ سر کے اسی حصہ کو ناصیہ کہا گیا ہے۔ اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث (دعا) میں بھی آیا ہے:

(اللهم انی عبدك وابن عبدك وابن امتك ناصيتی بيدك)

"اے اللہ بے شک میں آپ کا بندہ ہوں۔ آپ کے بندے اور بندی کی اولاد ہوں، میری پیشانی آپ کے قبضہ میں ہے"[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "ناصیتی بیدک" یعنی میری پیشانی آپ کے قبضے میں ہے میں اس بات کا مکمل اشارہ ملتا ہے کہ انسان یعنی اس کے دماغ کا اگلا حصہ جو مغز کے دونوں ابھرے ہوئے حصوں پر مشتمل ہے، جن میں انسان کی بلند ترین عقلی و شعوری سرگرمیوں کے مراکز پائے جاتے ہیں۔ یہ پیشانی اللہ جل شانہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور جس رخ پر چاہتا ہے اسے ڈال دیتا ہے اور جب اللہ کی مشیت ہوتی ہے وہ مغز دماغ کے دونوں ابھرے ہوئے حصوں میں پائے جانے والے جسمانی مراکز کی فکری سرگرمیوں کو نئے افکار پہنچاتا ہے۔

---

[1] مسند احمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دماغ ہڈیوں کے مضبوط قلعے میں یعنی کھوپڑی کے اندر خول دار اخروٹ کی طرح ہے۔اخروٹ ہی کی طرح یہ دو ملے ہوئے حصوں میں تقسیم ہے۔اللہ رب العزت نے ہمارے دماغ میں کتنی بڑی دنیا سمودی کہ کروڑوں خلیے بھیجے کے اندر ہیں جو ہر طرح کے کام سرانجام دیتے ہیں۔

سارے جسم میں پھیلے ہوئے ہزاروں اعصاب دماغ کے ساتھ منسلک ہیں جو وہاں سے ایک پیغام لاتے اور واپس لے جاتے ہیں۔ گویا دماغ کا نظام ایک آٹو میٹک ٹیلی فون سوئچ بورڈ سے مشابہ ہے جس میں دو قسم کے اعصاب سے کام لیا جاتا ہے۔ایک وہ جو ٹرنک لائن سے مشابہ ہیں اور دوسرے جو لوکل ایکسٹینشن لائن کی طرح ہیں'نئی تحقیقات کے مطابق دماغ مصروفیت کے دوران وائرلیس کی لہروں کی سی لہریں نشر کرتا ہے۔ان کے کام کرنے کے طریقے کو واضح کرنے کے لیے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں،فرض کیجیے آپ دوپہر کے وقت آرام کر رہے ہیں مگر اس کے بعد چار بجے آپ کوئی کام سرانجام دینا چاہتے ہیں،آپ آرام فرما رہے ہیں مگر آپ کے دماغ کے پچھلے حصہ میں یہ خیال موجود ہے کیونکہ یادداشت کی میکانزم نے اسے وہاں خاص طور پر نوٹ کر رکھا ہے۔ آپ گھڑی کی طرف دیکھتے ہیں،آپ کی آنکھیں جو کیمرہ سے بڑھ کر عجیب اور پیچیدہ میکانزم رکھتی ہیں،نہایت نازک اعصاب کے ذریعہ گھڑی کا منظر آپ کے دماغ تک پہنچاتی ہیں۔دماغ میں بعض خاص خلیے جو تعلیم اور عادات کی بدولت مدت سے گھڑیوں کی سوئیوں کی خاص حالت کو"وقت"میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت حاصل کر چکے ہیں۔دماغ کے سوچنے والے حصہ کو پیغام نشر کرتے ہیں کہ اب چار بج چکے ہیں۔کام کرنا ہو تو اٹھو،دماغ فوراً نیچے ٹانگوں اور پاؤں کو اپنا کام شروع کر دینے کا حکم دیتا ہے اور پاؤں اپنا کام شروع کر دیتے ہیں اور آپ کو فوراً کرسی سے اٹھا دیتے ہیں اس طرح گویا آپ کھڑے ہو جاتے ہیں، ساتھ ہی دماغ کا وہ حصہ جس کا کام توازن قائم رکھنے سے ہے،سارے جسم کے عضلات کو پیغام بھیجتا ہے اور وہ کشش ثقل کے خلاف زور لگانے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرتے ہیں مگر بالعموم آپ کو ان پیغامات کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔[1]

---

[1] سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں،سے اقتباس

www.islam-guide.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال جدید سائنسی معلومات نے قرآن مجید کی حقانیت کی ایک اور دلیل اہل عقل و فکر کے سامنے رکھ دی ہے۔ چاہیں تو وہ اپنے دماغ کے اس حصے سے کسی خالق کی موجودگی کو پہچانیں یا جھٹلادیں 'اب یہ فیصلہ کرنا انہی کا کام ہے و گرنہ سائنسی گواہیاں تو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ اس عظیم الشان کائنات کو پیدا کرنے والا اور اس پُر عظمت اور حکمت والی کتاب یعنی قرآن مجید کا مصنف سوائے رب کائنات کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی پنجر اور ہڈیوں کی ساخت

انسانی پنجر اور ہڈیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے:

﴿وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا﴾

"پھر دیکھو ہڈیوں کے اس پنجر کو ہم کس طرح اٹھا کر گوشت پوست اس پر چڑھاتے ہیں..." [1]

ایک دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۔ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۔ اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ﴾

"کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا؟ اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟ اس سے کہو انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے"۔ [2]

پنجر صناعی کی ایک بہترین مثال ہے۔ یہ انسانی جسم کو ساختیاتی سہارا دینے کا نظام ہے۔ یہ جسم کے نازک اعضا مثلاً دماغ، دل اور پھیپھڑوں کی حفاظت کرتا ہے اور اندرونی اعضا کو تحفظ دیتا ہے۔ یہ انسانی جسم کو حرکت کی ایک ایسی اعلیٰ صلاحیت دیتا ہے جو کسی

---

[1] البقرہ:259

[2] یٰس:77-79

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہڈیوں کے جوڑوں کی سطح پر تخلیق کے نشانات بھی نظر آتے ہیں۔ یہ جوڑ حالانکہ عمر بھر مسلسل حرکت میں رہتے ہیں مگر ان کو پھر بھی کسی چکنائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ماہرین حیاتیات نے اس کا سبب جاننے کے لیے تحقیق کی کہ ان جوڑوں میں رگڑ کیوں کر نہیں ہوتی، یہ کیسے اس سے محفوظ رہتے ہیں؟ سائنس دانوں نے دیکھا کہ یہ مسئلہ ایک ایسے نظام سے حل کر دیا گیا تھا جسے "تخلیق کا مکمل معجزہ" تصور کیا جانا چاہیے۔ جوڑوں کی جو سطح رگڑ والی سمت میں ہوتی ہے اس پر ایک پتلی مسام دار چپنی ہڈی کی تہہ رکھ کر اسے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ اس تہہ کے نیچے ایک چکناہٹ ہوتی ہے۔ جب کبھی ہڈی جوڑ پر زور ڈالتی ہے تو یہ چکناہٹ مساموں سے باہر نکل آتی ہے اور جوڑ کی سطح پر اسی قسم کی پھسلن پیدا ہو جاتی ہے جیسی تیل سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ انسانی جسم ایک جامع اور بے نقص بناوٹ کے ساتھ انسانی جسم کے ساتھ بہ سہولت حرکت کر سکتا ہے۔

ذرا یہ تصور کریں کہ اگر ہر شے اس قدر جامع اور بے نقص نہ ہوتی اور پوری ٹانگ میں ایک ہی لمبی سی ہڈی ہوتی تو انسان کے لیے چلنا ایک سنگین مسئلہ بن جاتا۔ ہمارے جسم بڑے بھدے اور سست ہوتے، تمام پھرتی ختم ہو گئی ہوتی۔ بیٹھنا تک مشکل ہو جاتا اور ہر ایسے کام میں ٹانگ پر جب دباؤ پڑتا تو وہ بہت جلد ٹوٹ جاتی۔ تاہم انسانی پنجر کی ساخت اس قسم کی ہے جو جسم کو ہر طرح کی حرکت کی اجازت دیتی ہے۔[1]

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے۔ صفحہ 82-86

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگلیوں کے نشانات

قیامت کے منکر اس بات کو ماننے کے لیے بالکل تیار نہیں ہیں کہ وہ انسان کہ جس کی ہڈیاں مرنے کے بعد گل سڑ کر ختم ہو جاتی ہیں ، قیامت کے دن پھر جی اٹھے گا، یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہر انسان وہی شکل وصورت لے کر دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب درج ذیل آیت میں دیا ہے:

﴿اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ۔ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ﴾

"کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں اکٹھی نہ کر سکیں گے ؟ کیوں نہیں، ہم اس بات پر قادر ہیں کہ (پھر سے) اس کی انگلیوں کے پور پور تک درست بنا دیں"[1]

ماں کے پیٹ میں حمل کے چوتھے مہینے میں جنین کی انگلیوں پر نشانات بنتے ہیں، جو پھر پیدائش سے لے کر مرنے تک ایک جیسے رہتے ہیں۔ انگلیوں کے نشان، آڑھی ترچھی، گول اور خمدار لکیروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جو انسان کی جلد کے اندرونی وبیرونی حصّوں کی آمیزش سے بنتے ہیں۔ کسی بھی انسان کی پہچان اور شناخت کے لیے ہاتھ کی لکیریں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ مگر اس بات کا بنی نوع انسان کو پتہ نہیں تھا۔ تاہم دو سو سال پہلے انگلیوں کے نشانات اس قدر اہم نہ تھے کیونکہ انیسویں صدی کے آخر میں یہ بات دریافت ہوئی تھی کہ انسانوں کی انگلیوں کے نشان ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ 1880ء میں ایک انگریز سائنس دان Henry Faulds نے اپنے ایک مقالے میں جو "نیچر" نامی جریدے میں شائع ہوا، اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ لوگوں کی انگلیوں کے نشان عمر بھر تبدیل نہیں ہوتے اور ان کی بنیاد پر ایسے مشتبہ لوگ جن کی انگلیوں کے نشان کسی شے پر مثلاً شیشے وغیرہ پر رہ جاتے ہیں' مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ ایسا پہلی بار 1884ء میں ہوا کہ انگلیوں کے نشانات کی شناخت کی بنا پر ایک قتل کے ملزم کو

---

[1] القیامہ، 75:3-4

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر جکیلز کا کہنا ہے کہ جب انسان کسی چیز کو چھوتے ہیں تو کچھ نامیاتی مرکبات انگلیوں کے پوروں سے اس چیز پر لگ جاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ انگلیوں کے پوروں میں بہت سے نامیاتی مرکبات پائے جاتے ہیں اور یہ بہت سے امکانات کو جنم دیتے ہیں۔اس طرح کا ایک نامیاتی مرکب جس سے کولیسٹرول بھی بنتا ہے انسانی پوروں میں بڑی تعداد میں پایا جاتا ہے۔یہ مرکب جسے سکیولین کہا جاتا ہے انسانی ہاتھ سے مس ہونے والی چیز پر رہ جاتا ہے۔اس کا روایتی طریقے یا انسانی آنکھ سے پتا لگانا ناممکن ہے۔

ڈاکٹر جکیلز کے مطابق بالغوں 'بچوں اور عمر رسیدہ لوگوں کی انگلیوں سے مختلف نوعیت کے نامیاتی مرکبات چیزوں پر لگتے ہیں۔اس کے علاوہ منشیات کا استعمال کرنے والوں کی انگلیوں کے پوروں سے جو نامیاتی مرکبات چیزوں پر لگتے ہیں اس میں ان نشہ آور اشیا کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں جو وہ استعمال کرتے ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا آیت میں ان لوگوں کو جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ نہ صرف ہماری ہڈیوں کو دوبارہ بالکل اسی طرح جوڑ دے گا جیسا کہ وہ پہلے تھیں بلکہ ان کی انگلیوں کے پوروں کے نشانات بھی بالکل ویسے ہی ہوں گے جیسا کہ پہلے تھے۔قرآن یہاں پر انسانوں کی شناخت کے حوالے سے انگلیوں کے نشانات کو کیوں اہمیت دے رہا ہے جبکہ 1880ء سے پہلے انگلیوں کے نشانات کے ذریعے کسی انسان کی انفرادیت یا شناخت کا تصور بھی نہیں پایا جاتا تھا۔چنانچہ اربوں کھربوں انسانوں کی ہلاکت کے بعد قیامت کے دن دوبارہ ان کو زندہ کرنا جب کہ ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ اور جسم گل سڑ چکے ہوں گے ،دوبارہ اسی شکل وصورت میں پیدا کرنا بلکہ انگلیوں کے پور پور تک کا اسی پہلی بناوٹ میں ہونا،اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔چنانچہ یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی انگلیوں کی لکیروں میں جو راز پنہاں رکھا ہے وہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے جو بے مثال انجنیئرنگ اور ڈیزائنگ صرف چند مربع سینٹی میٹر کے رقبے میں کی ہے کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ انسان اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اتنی چھوٹی سی جگہ کے اندر اربوں، کھربوں نمونے تیار کیے جا سکتے ہیں۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ 1400 سال پہلے وہ کون سی ہستی تھی کہ جس کو پتہ تھا کہ تمام انسانوں کے ہاتھوں کے نشانات

[1] http://www.bbc.co.uk/urdu/science/story/2006/04/060402_fingerprints_hide_fz.shtml

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف ہیں اور ان ہی کی وجہ سے کسی انسان کی شناخت ممکن ہے تو جواب ملے گا کہ سوائے اللہ رب العزت کی ذات کے کوئی اس بات کو نہیں جانتا تھا کیوں کہ وہی ہمارا خالق ہے اور وہی جانتا ہے کہ انسان کی پیدائش کس طرح ہوئی۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر خود بخود جھڑ جاتا ہے۔

جلد میں جگہ جگہ ننھے منے اعضائے حاسہ بھی موجود ہوتے ہیں۔ یہ حسی اعضا لمس، حرارت، سردی، دباؤ اور درد کو محسوس کرتے ہیں۔ اور جسم کے مختلف مقامات پر ان کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ یہ اعصاب مرکزی عصبی نظام سے آنے والی تحریکات کو متعلقہ اعضا تک پہنچاتے ہیں اور متعلقہ اعضا سے آنے والی تحریکات کو مرکزی عصبی نظام تک پہنچاتے ہیں۔ مرکزی عصبی نظام سے آنے والے جو اعصاب جلد میں داخل ہوتے ہیں، وہ جلد کی اندرونی تہہ ادمہ (Dermis) میں موجود چھوٹی چھوٹی شریانوں کی دیوار کے سادہ عضلات میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ نیز بالوں کو حرکت دینے والے عضلات اور جلد میں پائے جانے والے پسینے کی غدود میں بھی یہ اعصاب موجود ہوتے ہیں۔ جلد سے مرکزی نظام عصبی کی طرف پیغامات لے جانے والے اعصاب کے سرے (آخذے) مخصوص اور مختلف قسموں کے ہوتے ہیں۔ یہ سرے فرد کے ماحول میں ہونے والی تبدیلیوں سے متاثر ہوتے ہیں اور پھر یہ مرکزی عصبی نظام کو جو پیغامات بھیجتے ہیں اس کے نتیجے میں دماغ میں احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ یوں ان ذرائع سے ہم اپنے جسم کے ارد گرد کے ماحول کے بارے میں علم حاصل کر لیتے ہیں۔

جب ننگی جلد پر بالائے بنفشی شعاعیں براہ راست پڑتی ہیں تو جلد کی برادمہ (Epidermis) میں پہلے سے موجود ایک مادہ وٹامن ڈی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ وٹامن بعد میں جسم میں جذب ہو جاتا ہے اور کیلشیم کے انجذاب میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جلد ایک بہت زیادہ موثر حسی عضو ہے۔ اس میں ایسے اعصاب کے سرے پائے جاتے ہیں جو چھونے، درد محسوس کرنے اور درجہ حرارت میں تبدیلی کو دماغ میں محسوس کرانے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ ہماری جلد ایسی اطلاعات کا ایک اہم ذریعہ ہے جن کی بنا پر ہم جلتی آگ جیسی نقصان دہ تحریکوں (Harmful Stimuli) سے خود کو دور کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو محفوظ مقام پر لے جاتے ہیں۔

ساخت کے لحاظ سے جلد دو تہوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایک بیرونی پتلی تہہ جس کو برادمہ (Epidermis) کہتے ہیں۔ یہ تہہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برحلمی (Epithelial) خلیوں پر مشتمل ہوتی ہے جو باہم بہت سے زیادہ ٹھنسے ہوتے ہیں۔اس کے نیچے ایک اندرونی موٹی تہہ ہوتی ہے، جو ادمہ (Dermis) کہلاتی ہے۔

یہ دونوں تہیں ایک دوسری کے ساتھ مضبوطی سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔البتہ اگر جلد کو بہت زیادہ رگڑ پہنچے تو اس کے نتیجے میں برادمہ چھل کر ادمہ سے الگ ہو جاتی ہے، جیسے ڈھیلا جوتا پہن کر چلنے سے پاؤں کی کھال چھل جاتی ہے۔ بہت زیادہ رگڑ سے جب برادمہ ادمہ سے الگ ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان بین خلوی سیال (Interstitial Fluid) جمع ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں یہ دونوں تہیں مزید ایک دوسری سے الگ ہو جاتی ہیں اور یوں برادمہ چھالے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ادمہ کے نیچے ایک زیر جلدی تہہ (Suhcutaneous Layer) ہے۔اس تہہ کو زیر ادمہ یا تحت الجلد (Superficial Fascia or Hypodermis) کہا جاتا ہے۔یہ تہہ خلوی اور شحمی بافتوں پر مشتمل ہے۔ادمہ سے ریشے نکل کر نیچے اس زیر ادمہ میں داخل ہوتے ہیں اور جلد کو اس زیر ادمہ تہہ کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔یہ زیر ادمہ آگے نیچے موجود بافتوں اور اعضا سے مضبوطی کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔

برادمہ چار یا پانچ خلوی تہوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ برادمہ کی ان خلوی تہوں کی تعداد کا انحصار جسم میں جلد کے محل وقوع پر ہے۔ جہاں جلد کو بیرونی رگڑ کا سب سے زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے، ہتھیلیاں اور تلوے، وہاں برادمہ کی پانچ تہیں ہیں۔اس کے علاوہ دیگر تمام مقامات پر اس کی چار تہیں ہوتی ہیں۔

جلد کی اندرونی تہہ ادمہ ہے جسے بعض اوقات "جلد حقیقی" بھی کہا جاتا ہے۔اس میں خون کی نالیوں، لمفی نالیوں، اعصابی ریشوں اور جلدی غدود کا گھنا جال سا بنا ہوتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایک لچکدار اور ریشے دار بافت، واصلی بافت (Connective Tissue) میں مضبوطی سے جمی ہوتی ہیں۔یہ لیس دار ریشے ہی دراصل جلد میں تناؤ برقرار رکھتے ہیں۔ بڑھاپے میں یہ ریشے کمزور ہو کر الاسٹک کی تاروں کی طرح ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور یوں جلد میں جھریاں پڑ جاتی ہیں۔یہ ادمہ ہتھیلیوں اور تلووں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت موٹی اور آنکھ کے ڈیلے، ذکر اور فوطوں میں بہت پتلی ہوتی ہے۔ پھر جسم کے بطنی جوانب کی ادمہ بھی موٹائی کا رجحان رکھتی ہے۔

جلد کے اس حصے میں پائے جانے والے غدود دو طرح کے ہوتے ہیں۔ایک پسینے کے غدود، دوسرے چربیلے غدود۔ پسینے کے غدود پسینہ بنانے کے ذمہ دار ہیں۔ یہ غدود ہمارے لیے بہت اہم ہیں کیونکہ ان غدودوں کی وجہ سے ہمارے جسم کا درجہ حرارت ایک خاص حد سے بڑھنے نہیں پاتا۔چربیلے غدود ایک طرح کی چربی خارج کرتے رہتے ہیں، جسے شحم(Sebum) کہا جاتا ہے۔ یہ چربی جسم کی سطح کے لیے ایک لحاظ سے حفاظتی کام سرانجام دیتی ہے۔ بالوں کی جڑیں اسی حقیقی جلد یعنی ادمہ میں موجود ہوتی ہیں۔[1]

عام طور پر کئی صدیوں سے لوگ یہی بات جانتے تھے کہ تمام جسم کو درد کا احساس ہوتا ہے۔اگر انگلی کو کانٹا بھی لگ جائے تو بجائے اس کے کہ صرف متاثرہ حصے ہی کو درد محسوس ہو، پورے جسم کو درد کا احساس ہوتا ہے۔اور اس وقت لوگ اس بات کو نہیں جانتے تھے کہ انسان کی جلد کے اندر کچھ مخصوص رگیں اور اعصاب ہیں جو درد کی حس اور دوسری حسوں کو محسوس کرتے ہیں، جن سے انسان کا جسم متاثر ہوتا ہے اور وہ اپنا ردعمل ظاہر کرتا ہے۔یعنی انسان کی جلد کے اندر ہی Pain Receptors پائے جاتے ہیں۔ اور ابھی شعبہ علم الاعضا میں جدید تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ انسان کو ہر قسم کے درد کا احساس، انسان کی جلد میں پائے جانے والے اعصاب اور مخصوص رگ جس کو رگ ختمی(Nerve Ending) کہتے ہیں، کے ذریعے ہوتا ہے۔

انسان کے جسم کے اندر اہم ترین رگیں تین طرح کی ہیں جو مختلف چیزوں کو محسوس کرتی ہیں۔

1۔ چھونے کا احساس: خون کا چھوٹے سے چھوٹا جز(Corpuscles) اس حس کو محسوس کرتا ہے جسے Meissners and Merkels Corpuscles کہتے ہیں۔

---

[1] ہماری جلد، اردو سائنس بورڈ لاہور سے اقتباس

http://science.nationalgeographic.com/science/health-and-human-body/human-body/skin-article.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔درد کا احساس: یہ جلد میں موجود رگ ختمی کے ذریعے محسوس ہوتا ہے۔

3 ۔ گرمی و حرارت کا احساس: اس حس کی ذمہ داری Ruffini Cylinders Corpuscles پر ہوتی ہے۔

جلد کو درد کا احساس عموماً جلد کے جلنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جلد کے جلنے کو تین درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

پہلے درجے کا جلنا:... سورج کی تپش اور گرمی سے جلد کی اوپر والی سطح (Epidermis) متاثر ہو جاتی ہے اور اس جگہ میں سوجن اور ورم پیدا ہوتا ہے اور جگہ سرخی مائل ہو جاتی ہے۔ جس سے انسان تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اور عام طور پر یہ تکلیف دو سے تین دن میں ختم ہو جاتی ہے۔

دوسرے درجے کا جلنا:... اس درجے کے جلنے میں انسان کی جلد کا اوپر والا حصّہ (Epidermis) اور اندرونی حصّہ (Dermis)، دونوں زخمی ہو جاتے ہیں یا جل جاتے ہیں۔ دونوں حصّے آپس میں علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ان دونوں حصّوں کے درمیان بدن کی رطوبات خون سے الگ ہو کر جمع ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں متاثرہ آدمی کو بہت سخت درد ہوتا ہے اور آبلہ یا چھالہ بن جانے کے بعد رگِ ختمی ننگی ہو جاتی ہے اور جب اس کو رگڑ لگتی ہے تو اس کی تکلیف اور درد میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی جلد کو اپنی اصلی حالت میں واپس آنے اور صحت مند ہونے میں تقریباً دو ہفتے لگ جاتے ہیں۔

تیسرے درجے کا جلنا:... اس درجے میں جلد کی پوری تہہ جل جاتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ زخم پٹھوں اور ہڈیوں تک پہنچ جائے۔ اس صورت میں جلد میں لچک ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ خشک اور کھردری ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں متاثرہ شخص کو زیادہ درد نہیں ہوتا کیونکہ رگِ ختمی اور درد کو محسوس کرنے والے اعصاب تقریباً مکمل طور پر جلنے کی وجہ سے ناکارہ ہو جاتے ہیں[1] ۔ اسی بات کی طرف اشارہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ

[1] http://www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm#pain

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا

"جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں' اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے" ۔[1]

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ "جیسے ہی ان کے جسموں کی کھال جل جائے گی" کیونکہ جلنا تو تھوڑا بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ فرمایا" جیسے ہی ان کے جسموں کی کھال گل جائے گی "یعنی جب درد کو محسوس کرنیوالے اعصاب اور رگیں جل جائیں گی تو تب اللہ تعالیٰ ان کی جگہ تازہ رگوں والی جلد پہنا دے گا کہ جس سے ان کو درد کی تکلیف کا احساس مسلسل ہوتا رہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "ایک ایک کافر کی سو سو کھالیں ہوں گی' ہر ہر کھال پر قسم قسم کے علیحدہ علیحدہ عذاب ہوتے ہوں گے۔ ایک ایک دن میں ستر ہزار مرتبہ کھال الٹ پلٹ ہو گی یعنی کہہ دیا جائے گا کہ پھر لوٹ آئے وہ پھر لوٹ آئے گی... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں کہ ایک ایک ساعت میں سو سو بار بدلی جائے گی۔[2]

پروفیسر ٹیجاٹا ٹیجاسین (Professor Dr. Tegata Tejasen) جو تھائی لینڈ کی "چیانگ مائی یونیورسٹی" کے شعبہ علم تشریح الاعضا (Anatomy) کے چیئرمین ہیں، نے جلد میں پائے جانے والے پین ریسیپٹرز پر تحقیق میں بہت وقت صرف کیا ہے۔ شروع میں وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے تھے کہ قرآن نے اس جیسی سائنسی حقیقت کو 1400 سال پہلے بیان کیا ہو گا۔ بعد ازں انہوں نے قرآن مجید کی اس خاص آیت کے معانی پر تحقیق و جستجو کی۔ اس تحقیق کے نتیجے میں پروفیسر ٹیجاٹا، قرآن مجید کی اس

---

[1] النساء، 4:56

[2] تفسیر ابن کثیر۔ جلد اول۔ صفحہ 568

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنسی مطابقت پر اس قدر متاثر ہوئے کہ سعودی عرب کے شہر ریاض میں "قرآن وسنت میں سائنسی نشانیاں" کے موضوع پر ہونے والی آٹھویں سعودی میڈیکل کانفرنس میں حاضرین کے سامنے بڑے فخر سے کلمہ طیبہ پڑھنے کا اعلان کر دیا۔[1]

طب جدید نے دریافت کیا ہے کہ وہ اعصاب جو درد کا ادراک کرتے ہیں خواہ وہ درد چوٹ لگنے، جلنے یا شدید گرمی و سردی کی وجہ سے ہو وہ اعصاب فقط جلد میں ہی پائے جاتے ہیں، یعنی اگر جسم میں سوئی چبھوئی جائے تو درد صرف جلد پر ہو گا لیکن اگر سوئی جلد سے آگے گزار دی جائے تو بقیہ گوشت میں فی الواقع درد نہیں ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں دوزخیوں کی جلد جلنے کے بعد اس کو تبدیل کرتا رہے گا تاکہ ان کو جلنے کا عذاب برابر ہوتا رہے۔

چنانچہ جدید سائنس نے جس حقیقت کو حال ہی میں دریافت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو 1400 سال پہلے ہی قرآن مجید میں ذکر کر کے اپنے رب العالمین کے ہونے کا ثبوت منکرین اور مفکرین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور اب بھی اگر کوئی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہ مانے تو وہ اپنی بد قسمتی و بد بختی کا ماتم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہدایت کے منکر کو ہدایت نہیں دیتا۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] بحوالہ، قرآن اینڈ ماڈرن سائنس، از ڈاکٹر ذاکر نائیک، صفحہ 64

سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں، صفحہ 174-176

www.islam-guide.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ط﴾

"اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے"[1]

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ط قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾

"وہی تو ہے جس نے تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کیے (تاکہ تم سنو، دیکھو اور غور کرو) مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو"[2]

تیسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ق نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا م بَصِیْرًا﴾

"ہم نے انسان کو (مرد اور عورت کے) ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا"[3]

ان تمام آیات میں سننے کی حس کو دیکھنے کی حس سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی کانوں کا ذکر آنکھوں سے پہلے ہے۔ چنانچہ بعض جدید مفسرین نے غلط فہمی سے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کانوں کو آنکھوں پر فضیلت دیتا ہے کیونکہ قرآن میں ہر مقام پر کانوں کا ذکر آنکھوں سے پہلے کیا گیا ہے اور اس فضیلت کی وجوہات انہوں نے درج ذیل بیان کی ہیں:

---

[1] السجدہ، 32-9

[2] المومنون، 23-78

[3] الدھر، 76-2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کی سماعت بیدار ہوتی ہے اور اس کی سننے کی حس، دیکھنے کی حس سے پہلے کام کرنا شروع کر دیتی ہے۔ تجربے کے طور پر نومولود کے پاس اگر کوئی ڈراؤنی یا عجیب سی آواز پیدا کی جائے تو وہ ڈر جائے گا مگر کسی ڈراؤنی چیز کو دکھانے سے وہ نہیں ڈرے گا کیونکہ نومولود کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور وہ اس وقت دیکھنے کے قابل نہیں ہوتا۔

☆ کانوں کو آنکھوں پر اس وجہ سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ کان کبھی بند نہیں ہوتے، یہ ہر وقت کام کے لیے تیار رہتے ہیں اور مسلسل کام کر رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ آنکھیں سوتے ہوئے بند ہوتی ہیں اور اس وقت ان سے کام نہیں لیا جاتا۔ یعنی کان آنکھوں کے مقابلہ میں زیادہ کام کرتے ہیں۔

☆ اس کے علاوہ آنکھوں کو کسی منظر یا چیز کو دیکھنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ روشنی کی شعاعیں جب تک کسی چیز سے ٹکرا کر منعکس نہ ہوں، آنکھوں کو وہ چیز نظر نہیں آسکتی۔ جبکہ کانوں کو ایسے کسی ذریعہ کی ضرورت نہیں ہے، وہ اندھیرے میں بھی آوازوں کو سن سکتا ہے۔

☆ کان، انسان اور دنیا کے درمیان رابطے کا کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی جب اصحاب کہف والوں کو 309 سال تک سلایا تھا تو ان کے کانوں کو بند کر دیا تھا کہ جس سے وہ باہر کی آوازیں سن کر بیدار ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا﴾

"پس ہم نے ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک اسی غار میں پردے ڈال دیے"[1]

یقیناً مندرجہ بالا تمام باتیں اپنی جگہ درست ہیں مگر شاید ان کو معلوم نہیں کہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر آنکھوں کا ذکر کانوں سے پہلے بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً

﴿اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۭ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ﴾

[1] الکہف، 18:11

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کیا یہ آنکھیں رکھتے ہیں کہ ان سے دیکھیں؟ کیا یہ کان رکھتے ہیں کہ ان سے سنیں؟"[1]

﴿وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ﴾

"آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت"[2]

چنانچہ جیسا کہ آپ نے نوٹ کیا کہ مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا ذکر کانوں سے پہلے کیا ہے جبکہ پچھلی آیات میں کانوں کا ذکر آنکھوں سے پہلے موجود ہے۔ لہٰذا یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے کانوں کو آنکھوں پر فضیلت بخشی ہے بلکہ بات کچھ اور ہے جس کا انکشاف اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت کریمہ میں کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾

"ایسے لوگ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ یہ (ایمان لانے کی طرف) لوٹ کر نہیں آئیں گے"[3]

اگرچہ اس آیت کریمہ کے مخاطب کفار مکہ تھے کہ جن کے کان 'حق بات سننے کے لیے بہرے، زبانیں 'حق گوئی کے لیے گونگی اور آنکھیں 'حق بینی کے لیے اندھی تھیں مگر اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی اعضا کی ترتیب میں ایک معجزانہ پہلو پنہاں ہے جس کا ہم جدید سائنس کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔

---

[11] الاعراف، 7:195

[2] المائدہ، 5:45

[3] البقرہ، 2:18

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنس دانوں نے حال ہی میں معلوم کیا ہے کہ انسان کے دماغ میں ایک حصہ ایسا ہے جو صرف آوازوں کو محسوس کرتا اور ان کو ریکارڈ کرتا ہے اور پھر انہی کے مطابق رد عمل ظاہر کرتا ہے۔ یہ حصہ مرکز سماعت کہلاتا ہے۔ اسی طرح ایک حصہ بصارت کا ہے جو مرئی چیزوں کو محسوس کرتا اور دیکھتا ہے اور پھر انہی کے مطابق رد عمل بھی ظاہر کرتا ہے۔ علاوہ ازیں 'آلہ سماعت کا مرکز کان ہیں جو آوازوں کو ریکارڈ کرتے ہیں' جبکہ آلہ بصارت کا مرکز آنکھیں ہیں جو اشکال کو قبول کرتی ہیں۔

اگرچہ انسان کے سر میں کانوں کی نسبت 'آنکھیں اگلے حصے میں واقع ہیں مگر در حقیقت انسان کے دماغ کے اندر سننے والا حصہ آگے ہے جبکہ دیکھنے والا مرکز یا حصہ سر کے پچھلے حصے میں واقع ہے۔ ان دونوں حصوں کے درمیان ایک اور حصہ پایا جاتا ہے جس کا نام "Fornix" ہے اور اسے "Eloquence Zone" بھی کہا جاتا ہے۔ جب سننے والا مرکز' دیکھنے والے مرکز سے ملتا ہے تو اسی دوران درمیان والے حصے میں دیکھی اور محسوس کی جانے والی چیز کے متعلق قوتِ گویائی پیدا ہوتی ہے اور اسی حصے کی بدولت انسان اپنی زبان سے الفاظ ادا کرتا ہے۔ یعنی یہ حصہ قوت گویائی کا مرکز ہے۔[1]

چنانچہ مندرجہ بالا آیت میں بیان کی گئی اعضا کی ترتیب 'جدید سائنسی معلومات کے عین مطابق ہے۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] http://www.quran-m.com/firas/en1/index.php?option=com_content&view=article&id=178:physique-of-the-human-brain-in-the-light-of-the-holy-quraan&catid=38:human&Itemid=94

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی دل کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا کہ جدید سائنس نے انسانی دل کے متعلق اب یہ سمجھنا شروع کیا ہے کہ اس میں بھی ذہانت کے خانے ہیں۔انسانی دل پر جدید تحقیقات کی بنیاد پر کینیڈا کے سائنس دان ڈاکٹر جے اینڈ ریو آرمر (Dr. J. Andrew)(Armour M.D,ph.D) نے ایک نئی میڈیکل فیلڈ کی بنیاد رکھی ہے جس کا نام ہے نیورو کارڈیالوجی (Neuroradiology)یعنی انسانی دل کا اعصابی نظام (Nervous System)۔ڈاکٹر آرمر نے دل کے اعصابی نظام کے لیے ''دل کے اندر چھوٹا سا دماغ'' (A little Brain in the Heart) کی اصطلاح وضع کی ہے۔

یہ اس لیے کہ انہوں نے دریافت کیا ہے کہ انسانی دل کے اندر تقریباً چالیس ہزار اعصابی خلیے (Nerve Cells)پائے جاتے ہیں۔یہ وہی خلیے ہیں جن سے دماغ بنتا ہے۔یہ اتنی بڑی تعداد ہے کہ دماغ کے کئی چھوٹے حصے اتنے ہی اعصابی خلیوں سے مل کر بنتے ہیں۔مزید برآں دل کے یہ خلیے دماغ کی مدد کے بغیر کام کر سکتے ہیں۔دل کے اندر پایا جانے والا یہ دماغ پورے جسم سے معلومات لیتا ہے اور پھر موزوں فیصلے کرنے کے بعد جسم کے اعضاء حتیٰ کہ دماغ کو بھی جوابی ہدایات دیتا ہے۔

علاوہ ازیں دل کے اندر موجود دماغ میں ایک طرح کی یاداشت (Short Term Memory)کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے۔دل کو دھڑکنے کے لیے دماغ کی ضرورت نہیں ہوتی،یہی وجہ ہے کہ دل کی پیوند کاری کے آپریشن میں دل اور دماغ کے درمیان تمام رابطے کاٹ دیے جاتے ہیں اور جب دل نئے مریض کے سینے میں لگایا جاتا ہے تو وہ پھر سے دھڑکنا شروع کر دیتا ہے۔ان تمام تحقیقات کو پیش کرنے کے بعد،جو ڈاکٹر اینڈ ریو آرمر اور ان کے معاون سائنس دانوں نے دل کے اعصابی نظام پر کی ہیں، ڈاکٹر آرمر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''انسانی دل کے پاس اپنا چھوٹا سا دماغ ہوتا ہے جو اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اپنی مدد آپ کے تحت مشکل قسم کے تجزیے کر سکتا ہے۔دل کے اعصابی نظام کی ساخت اور کارکردگی کے متعلق جاننے سے ہمارے علم میں ایک نئی جہت کا اضافہ ہوا ہے جس کے مطابق انسانی دل نہ صرف دماغ کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے بلکہ دماغ کی مدد کے بغیر آزادانہ طور پر فرائض ادا کرتا ہے[1] ''

[1] فرائیڈے اسپیشل،کراچی، 8جولائی، 2011ء۔ازڈاکٹر مشتاق گوہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ دل، الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کی مدد سے دماغ اور بقیہ جسم کو اطلاعات پہنچاتا ہے۔ دل انسانی جسم میں سب زیادہ طاقتور الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ پیدا کرتا ہے جو انتہائی تناسب سے کافی دور تک پھیلتی ہیں۔ دل کی پیدا کردہ الیکٹرو میگنٹک فیلڈ دماغ کی پیدا کردہ میگنیٹک فیلڈ سے 500 گنا طاقتور ہوتی ہیں اور ان کو جسم سے کئی فٹ کے فاصلے سے بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔[1]

دل اور دماغ کے مابین دوطرفہ گفتگو کا سائنسی ثبوت

1970ء تک سائنس دان یہ سمجھتے تھے کہ صرف دماغ انسانی دل کو یک طرفہ احکام جاری کرتا ہے اور دل ہمیشہ ان کے مطابق کام کرتا ہے، لیکن 1970ء کی دہائی میں امریکی ریاست اوہایو (Ohio) کے دو سائنس دانوں جان لیسی اور اس کی بیوی بیٹرس لیسی نے یہ حیرت انگیز دریافت کی کہ انسان کے دماغ اور دل کے درمیان دوطرفہ رابطہ ہوتا ہے۔ یہ تحقیق امریکہ کے نہایت موقر سائنسی جریدے امریکن فزیالوجسٹ کے شمارے میں چھپی تھی۔ تحقیق کا عنوان تھا۔

(Two-Way communication between the heart and the brain)

"انہوں نے تجربات سے یہ دریافت کیا کہ جب دماغ جسم کے مختلف اعضاء کو کوئی پیغام بھجواتا ہے تو دل آنکھیں بند کر کے اسے قبول نہیں کرلیتا۔ جب دماغ جسم کو متحرک کرنے کا پیغام بھیجتا ہے تو کبھی دل اپنی دھڑکن تیز کر دیتا ہے اور کبھی دماغ کے حکم کے

(Neuroradiology: Anatomical and functional Principles, California, 2003)

http://www.rcpsych.ac.uk/pdf/Heart,%20Mind%20and%20Spirit%20%20Mohamed%20Salem.pdf

[1] (McCraty, Bradley& Tomasion,2004)

http://www.coherenceinhealth.nl/usr-data/general/verslagen/Verlsag_Rollin_McCraty.pdf

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف پہلے سے بھی آہستہ ہو جاتا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل اپن ہی کوئی منطق استعمال کرتا ہے۔مزید براں دل بھی دماغ کو کچھ پیغامات بھیجتا ہے جنہیں دماغ نہ صرف سمجھتا ہے بلکہ ان پر عمل بھی کرتا ہے"[1]

جان لیسی اور بیٹرس لیسی کی تحقیقات پر تبصرہ کرتے ہوئے امریکی سائنس دان ڈاکٹر رولن میکریٹی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"جیسے جیسے ان کی تحقیق مزید آگے بڑھی انہوں نے دریافت کیا کہ دل کی اپنی مخصوص منطق ہے جو بسا اوقات دماغ سے آنے والے پیغامات سے مختلف سمت میں جاتی ہے۔حاصل کلام یہ کہ انسانی دل اس طرح کام کرتا ہے جیسے اس کا اپنا ایک دماغ ہو[2]"

امریکی سائنس دان ڈاکٹر پال پیرسل (Paul Pearsall, Ph.D.) نے انسانی دل کی ذہانت پر اپنی کتاب میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ڈاکٹر پیرسل بیان کرتا ہے کہ علوم انسانی کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ سائنس نے کئی سچائیوں کو بہت مشکل سے تسلیم کیا۔اٹھارویں صدی کے وسط تک ڈاکٹر حضرات جراثیم کے وجود کو تسلیم نہیں کیا کرتے تھے اور اس دوران کئی مریضوں کی اموات جراثیموں کی وجہ سے ہوئیں، کیونکہ اس دور کے طبیب اپنا نشتر (Scalpel) اپنے جوتے کے تلے کے چمڑے سے تیز کرتے تھے جس پر نشتر پر جراثیم لگ جاتے اور جس مریض کا اس سے آپریشن کیا جاتا اس کی موت کا باعث بنتے۔

وہ اطباء (Doctors) اس بات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے کہ لوگ جراثیموں جیسی کسی مخلوق کے وجود کے قائل ہیں۔بالآخر جب لیون ہک (Leewenhook) نے خوردبین (Microscope) ایجاد کی اور سائنس دانوں نے خود اپنی آنکھوں سے جراثیم دیکھے تو پھر ہر ہسپتال میں آپریشن سے پہلے ڈاکٹروں نے اپنے ہاتھ دھونا شروع کر دیے اور انہوں نے اپنے میڈیکل اوزاروں کو بھی جراثیموں سے پاک (Sterilize) کرنا شروع کر دیا۔ڈاکٹر پیرسل کے مطابق یہی حال سائنسدانوں اور

[1] (American Psychologist, 1978)

[2] Heart-brain Neurodynamics The Making of emotions, California, 2003.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹروں کا بالآخر دل کے معاملے میں ہوگا، جب انہیں پتہ چل جائے گا کہ انسانی دل بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ڈاکٹر پیرسل مزید لکھتا ہے:

''موجودہ دور کی ایجادات کا تعلق بھی دماغ ہی سے ہے، دل سے نہیں، درحقیقت دماغ سے ہمیں صرف سائنسی ترقی ملی ہے جبکہ اخلاقی ترقی صرف دل سے ہی مل سکتی ہے[1] ''

ڈاکٹر پیرسل کے مطابق پورے جسم میں دل کی ایک منفرد خصوصیت اس کا دھڑکنا (Rhythmicity) ہے، جس کی وساطت سے دل پورے جسم پر اثر انداز ہوتا ہے۔ہر دھڑکن کے ساتھ ہم دل کی موجودگی کو اپنے جسم میں محسوس کر سکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی کلچر اور تہذیب کے کسی شخص کو لے لیں اور اس سے آپ کہیں کہ وہ اپنی ذات کی طرف اشارہ کرے تو کوئی شخص اپنے سر کی طرف اشارہ نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے ''میں'' یہ کرتا ہوں یا میں یہ کہتا ہوں۔

دراصل انسانی روح کا اصل مکان دل ہوتا ہے اور انسان کی ''میں'' دراصل اس کی روح ہی ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم بھی جب دل کا ذکر کرتے ہیں تو روح کا بھی ذکر کرتے ہیں، حتیٰ کہ مغربی عیسائی مصنفین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں اس جنت کی یاد ابھی پائی جاتی ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو نکالا گیا تھا، مثلاً مغربی مصنف رچرڈ بائن برگ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''ہماری مصروفیت بھری زندگی کے ہنگاموں کی تہہ میں ہمارے دلوں اور ہمارے اجسام کے خلیوں (Cells) کے اندر ایک کھوئی ہوئی جنت (A Paradise lost) کی خفیہ یادیں پوشیدہ ہوتی ہیں جنہیں ہم جنت میں اپنی مشترکہ بچپن جیسی زندگی (Our shard paradisal infancy) کہہ سکتے ہیں[2] ''

---

[1] The Heart's Code" ,New York, 1998.

[2] Memories and visions of Paradise , Los Angelus, 1989.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محقق جوزف چلٹن پیرس اپنی کتاب میں قلبِ انسانی کے متعلق سائنسی تحقیقات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

1. ہمارے ذہن کو ہمارے دل کا آلہ (Instrument) کہا جا سکتا ہے۔
2. ہمارے دل کو بذاتِ خود انسانی زندگی کا آلہ کہا جا سکتا ہے۔
3. ہمارا دماغ اور ہمارا جسم کچھ اس طرح کی ساخت کے بنے ہوئے ہیں کہ وہ دل سے آنے والی انفارمیشن کو ہمارے لیے منفرد تجربۂ زندگی میں تبدیل کر سکیں۔ دماغ اور بقیہ جسم دل سے آنے والی اس انفارمیشن کا لمحہ بہ لمحہ تجزیہ کرتے رہتے ہیں اور پھر اس نتیجے کو جذبات کی زبان میں دل تک دوبارہ پہنچاتے ہیں۔
4. دماغ سے آنے والی رپورٹوں کے جواب میں قلبِ انسانی پورے جسم کو اعصابی اور کیمیاوی (Neural and hormonal) سگنل بھیجتا ہے اور ان میں تبدیلی لاتا ہے۔ اس تبدیلی کی وجہ سے زندگی کے متعلق ہمارا ایک خاص قسم کا تجربہ ہماری شخصیت پر ثبت ہو جاتا ہے۔

آخر میں محقق پیرس جوزف قلبِ انسانی کے متعلق درج ذیل الفاظ میں خلاصہ پیش کرتا ہے:

"Our heart plays a major,though fragile role in our overall consciousness"

(ہمارا دل ہماری سمجھ بوجھ اور شعور میں نہایت اہم اور نازک کردار ادا کرتا ہے) [1]

[1] The Evolution's End, Harper, San Francesco, 1992

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قارئین کرام: یوں تو دل کے متعلق قرآن وحدیث میں بے شمار مقامات پر کہا گیا ہے مگر یہاں بطور ثبوت چند آیات واحادیث پیش کی جاتی ہیں تاکہ آپ کو جدید سائنس اور قرآنی آیات کی اطلاعات کے درمیان موازنہ کرنے میں آسانی رہے۔ارشاد فرمان باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ!

فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے؟ مگر ان کے دل تو اور سخت ہوگئے اور جو کام وہ کر رہے تھے شیطان نے انہیں وہی کام خوبصورت بنا کر دکھا دیئے (الانعام)

وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور (وہ ایسے کام) اس لیے بھی (کرتے تھے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں پر مائل ہوں اور وہ انھیں پسند کریں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔ (الانعام)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾

سچّے اہلِ ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں، (الانفال)

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِىْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ﴿۵۳﴾

(وہ اس لیے ایسا ہونے دیتا ہے) تاکہ شیطان کی ڈالی ہوئی خرابی کو فتنہ بنادے ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں کو (نفاق کا) روگ لگا ہوا ہے اور جن کے دل کھوٹے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ عناد میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ (الحج)

اب فرمودات امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرمایئے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا (جب) جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ (فرشتوں) سے فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر (بھی) ایمان ہو، اس کو (دوزخ سے) نکال لو، پس وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور وہ (جل کر) سیاہ ہو چکے ہونگے [1]
- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ دے اور اس کے دل میں ایک جو کے برابر نیکی (ایمان) ہو وہ دوزخ سے نکالا جائے گا اور جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اور اس کے دل میں گیہوں کے ایک دانے کے برابر خیر (ایمان) ہو وہ (بھی) دوزخ سے نکالا جائے گا اور جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر نیکی (ایمان) ہو وہ بھی دوزخ سے نکالا جائے گا، ابو عبداللہ نے کہا کہ ابان نے بروایت قتادہ، انس، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بجائے خیر کے ایمان کا لفظ روایت کیا ہے۔ [2]
- نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام (بھی ظاہر ہے) اور دونوں کے درمیان میں شبہ کی چیزیں ہیں کہ جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچے اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالیا اور جو شخص شبہوں (کی چیزوں) میں مبتلا ہو جائے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے کہ جانور شاہی چراگاہ کے قریب چر رہا ہو جس کے متعلق اندیشہ ہوتا ہے کہ ایک دن اس کے اندر بھی داخل ہو جائے (لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں، خبردار ہو جاؤ! کہ بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے، جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے، سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 21

[2] صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 43

[3] صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 51

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اسحاق بن ابراہیم، معاذ بن ہشام، ہشام، قتادہ، انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (ایک مرتبہ) آپ صلی اللہ کے ہمراہ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے معاذ (بن جبل) انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسعدیک آپ نے فرمایا کہ اے معاذ انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسعدیک تین مرتبہ (ایسا ہی ہوا) آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ اس پر (دوزخ کی) آگ حرام کر دیتا ہے۔ معاذ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں لوگوں کو اس کی خبر کر دوں؟ تاکہ وہ خوش ہو جائیں آپ نے فرمایا کہ اس وقت جب کہ تم خبر کر دو گے لوگ (اسی پر) بھروسہ کر لیں گے اور عمل سے باز رہیں گے۔ معاذ نے یہ حدیث اپنی موت کے وقت اس خوف سے بیان کر دی کہ کہیں (حدیث کے چھپانے پر ان سے) مواخذہ نہ ہو جائے۔[1]

اس مضمون کی مزید تفصیل کے لیے ان ویب سائٹس سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔[2]

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 129

[2] http://www.experiencefestival.com/a/Heart_and_Brain/id/1961

http://www.heartmath.org/research/research-our-heart-brain.html

http://www.therealessentials.com/followyourheart.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد کی بیرونی تہہ (Ectoderm):

اس سے جلد اور مرکزی اعصابی نظام تشکیل پاتا ہے۔

جنین کی درمیانی بافتی تہہ (Mesoderm) :

اس سے نظام ہضم کے پٹھے، انسانی پنجر یا ڈھانچے کے پٹھے، نظام دورانِ خون، دل، جنسی اور پیشاب کے نظام (مثانوں کے علاوہ)، زیر جلد پائی جانے والی بافتیں اور بافتوں میں پائے جانے والے بے رنگ مائع کا نظام (Lymphatic System)، تلی (Spleen)، اور دماغ کا بیرونی حصہ (Cortex) تشکیل پاتا ہے۔

جنین کی اندرونی تہہ (Endoderm):

اس حصے میں نظام ہضم کے متعلقہ اعضا (مثلاً جگر، لبلبہ وغیرہ)، نظام تنفس، مثانہ، غدۂ درقیہ (Thyroid Gland)، اور کان کی نالی (Hearing Canal) پر استر کاری (Linings) ہوتی ہے۔

اس کے بعد ابتدائی لکیریں اور ابھار سوکھ جاتے ہیں اور ریڑھ کی ہڈی کے آخری حصے یعنی مقعد کی ہڈی کی جگہ ٹھہر جاتے ہیں' چنانچہ اسی سے دُمچی کی ہڈی تشکیل پاتی ہے۔ یعنی جنین میں پیدا ہونے والی ابتدائی لکیریں اور ابھار ہی دُمچی کی ہڈی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

جنین کی بناوٹ و تشکیل میں نقص (Malformation)

جنین کی بناوٹ میں نقص اس بات کا ثبوت ہے کہ دُمچی کی ہڈی میں ماں کے وہ تمام خلیے پائے جاتے ہیں جو ایک انسان کی بافتوں کے لیے ضروری ہیں۔ جنین کی پیدائش اور بناوٹ کے بعد ابتدائی لکیریں اور ابھار پیڑو کے پیچھے کی تکونی ہڈی یعنی مقعد کی ہڈی (دُمچی کی ہڈی) میں ٹھہر جاتے ہیں اور اپنی خصوصیات کو برقرار رکھتے ہیں' اگر کسی وجہ سے یہ پھر متحرک ہو جائیں تو یہ ایک نئے جنین کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خشکی والے جانوروں پر کیا۔اس نے ان کے Primary Organizer کو ایک دوسرے جنین کے ساتھ ملا دیا' جہاں وہ مکمل طور پر ایک دوسرے جنین کی بناوٹ اختیار کر گئے۔

1931ء میں اس نے ایک اور تجربہ کیا۔اس مرتبہ اس نے اس Primary Organizer کو پانی میں اچھی طرح اُبال کر اسے ایک دوسرے ہم عمر جنین کے ساتھ کاشت کر دیا مگر اُبالنے کے باوجود Primary Organizer متاثر نہ ہوئے تھے اور انہوں نے ایک جنین کی بناوٹ کو تشکیل دے دیا۔ Primary Organizer کی اسی دریافت پر Hans Spemann کو 1935ء میں نوبل پرائز دیا گیا۔

2001ء (ماہ رمضان 1423ھ) میں اسی طرح کا ایک تجربہ ڈاکٹر عثمان الجیلانی اور شیخ عبدالماجد الزندانی نے یمن کے شہر صنعاء میں کیا۔ شیخ عبدالماجد الزندانی نے اپنے گھر میں دمچی کی پانچ ہڈیوں کو گیس گن (Gas Gun) کے ذریعے پتھروں کے اوپر 10 منٹ تک اس قدر جلایا کہ وہ آگ کا انگارہ بن گئیں اور جب ٹھنڈی ہوئیں تو بالکل سیاہ ہو چکی تھیں۔انہوں نے ان جل کر کوئلہ بن جانے والی ہڈیوں کو ایک جراثیم سے پاک صندوق کے اندر محفوظ کیا اور صنعاء شہر کی سب سے بہترین لیبارٹری (Al Olaki Laboratory) میں تجزیئے کے لیے لے گئے۔

ڈاکٹر Al Olaki صنعاء یونیورسٹی میں نسیجوں اور بافتوں کے خوردبینی مطالعہ (Histology) اور علم تشخیصِ امراض (Pathology) کے پروفیسر ہیں۔انہوں نے ان ٹکڑوں کا تجزیہ کرنے کے بعد کہا کہ اس قدر جلنے کے باوجود دُمچی ہڈیوں کی بافتوں کے خلیے بالکل متاثر نہیں ہوئے ہیں اور وہ سلامت ہیں' صرف چربیلی بافتوں والے پٹھے اور ہڈیوں کا گودا (Bone Marrow) متاثر ہوا ہے۔[1]

خلاصہ کلام یہ کہ جدید سائنس نے آقائے دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ اقدس پر تصدیق کی مہر ثبت کر کے آپ

[1] http://www.quran-m.com/firas/en1/index.php?option=com_content&view=article&id=181:the-coccyx&catid=38:human&Itemid=94

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا ہے اور اس میں اہل عقل و خرد کے لیے غور و فکر کا ایک واضح پیغام بھی موجود ہے۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر6

- سمندر میں میٹھے اور تلخ پانی کا وجود
- سمندر کی تہوں میں اندھیرا اور اندرونی موجیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمندر میں میٹھے اور تلخ پانی کا وجود

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ . بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ﴾

"اس نے دو دریا یا سمندر رواں کیے جو باہم ملتے ہیں (پھر بھی) ان کے درمیان ایک پردہ ہے، وہ اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے"[1]

دوسرے مقام پر ارشاد ربّانی ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾

"اور وہی تو ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے جن میں سے ایک کا پانی لذیذ و شیریں ہے اور دوسرے کا کھاری کڑوا۔ پھر ان کے درمیان ایک پردہ اور سخت روک کھڑی کر دی ہے"[2]

مرج کا لغوی معنی دو چیزوں کو اس طرح ملانا یا ان کا آپس میں اس طرح ملنا ہے کہ ان دونوں کی انفرادی حیثیت اور خواص برقرار رہیں۔ جیسے عضن مریج باہم گتھی ہوئی ٹہنی (مفردات امام راغب) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک نہایت محیر العقول نشانی بتائی ہے۔[3]

---

[1] الرحمن، 55- 19,20

[2] الفرقان۔ 25:53

[3] بحوالہ تیسیر القرآن، از مولانا عبدالرحمان کیلانی، جلد سوم، حاشیہ 65

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی چیز کو جدید سائنس نے حال ہی میں معلوم کیا ہے کہ سمندر کے مدو جزر والے دہانوں میں جہاں میٹھے اور نمکین پانی آپس میں ملتے ہیں صورت حال اس جگہ سے مختلف ہوتی ہے جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ دریاؤں کے دہانوں میں تازہ پانی اور کھارے پانی کے درمیان ایک گاڑھے پانی کا حجاب ہوتا ہے جو تازہ پانی اور کھارے پانی کی پرتوں کو ملنے نہیں دیتا۔ یہ حجاب (پردہ) تازہ پانی اور کھارے پانی کے انفرادی خواص سے مختلف کھارے پن کا حامل ہوتا ہے۔ یہ معلومات حال ہی میں حرارت ، کثافت، کھارے پن اور آکسیجن کی حل پذیری معلوم کرنے والے جدید ترین آلات کی مدد سے دریافت ہوئی ہیں۔

انسانی آنکھ جس طرح دو سمندروں کے ملاپ کے فرق کو نہیں دیکھ سکتی، اسی طرح مدو جزر کے دہانے میں تین اقسام کے پانی کو نہیں دیکھ سکتی۔ یعنی صاف وشفاف، نمکین پانی اور ان کی علیحدگی یعنی (Zone of Separation)۔[1]

چنانچہ اس مسئلہ میں بھی قرآن اور جدید سائنس میں زبردست مماثلت پائی جاتی ہے جبکہ قدرت کے اس کرشمے کو قرآن کے نزول کے صدیوں بعد بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] (سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ صفحہ 149-152)

www.islam-guide.com

http://www.quran-m.com/firas/en1/index.php?option=com_content&view=article&id=253:the-description-of-the-barrier-between-two-seas&catid=35:universe&Itemid=91

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ ط ظُلُمٰتٌ م بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا ط وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾

"یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا' کہ اُوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے' اس پر ایک اور موج' اور اس کے اوپر بادل، تاریکی پر تاریکی مسلّط ہے' آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے۔ جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لیے پھر کوئی نور نہیں" [1]

پروفیسر درگا پرساد راؤ علم البحر کے بین الاقوامی ماہر ہیں۔ کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ میں پروفیسر رہے ہیں۔ اس آیت کے متعلق انہوں نے کہا کہ ابھی حال ہی میں سائنس دان جدید آلات کی مدد سے یہ جاننے میں کامیاب ہوئے ہیں کہ سمندر کی گہرائی میں بالکل اندھیرا ہے۔ انسان کسی چیز کی مدد کے بغیر 20 سے 30 میٹر تک پانی کے اندر غوطہ لگا سکتا ہے مگر گہرے سمندر میں 200 میٹر سے زیادہ کی گہرائی میں وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس آیت کا اطلاق تمام سمندروں پر نہیں ہوتا کیونکہ ہر سمندر میں اندھیرے کو اس طرح بیان نہیں کیا جا سکتا کہ ایک اندھیرے کی تہہ کے اوپر دوسرے اندھیرے کی تہہ ہو۔ یہ آیت خاص طور پر صرف گہرے سمندروں کے متعلق ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں بھی کہا گیا ہے کہ "ایک بڑے گہرے سمندر میں اندھیرا"۔ گہرے سمندر میں اندھیرے کی تہہ پیدا ہونے کی دو وجوہات ہیں:

1)۔ روشنی کی شعاع سات رنگوں پر مشتمل ہے جیسا کہ ہم قوس قزح کے وقت دیکھتے ہیں۔ یہ سات رنگی مجموعہ بنفشی، نیلا، آسمانی، سبز، زرد، نارنجی اور سرخ پر مشتمل ہے۔ جب روشنی کی شعاع پانی سے ٹکراتی ہے تو عمل انعطاف کے نتیجے میں یہ مڑ جاتی ہے اور روشنی کے سرخ رنگ کو پانی 10 سے 15 میٹر کی گہرائی تک جذب کر لیتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی غوطہ خور پانی میں 25 میٹر کی گہرائی پر زخمی ہو جائے تو اپنے خون کو نہیں دیکھ سکے گا کیونکہ اس گہرائی پر سرخ رنگ نہیں پہنچتا۔ اسی طرح نارنجی رنگ کی شعاع 30 سے 50 میٹر تک کی گہرائی میں جذب ہو جاتی ہے۔ زرد رنگ 50 سے 100 میٹر تک۔ سبز رنگ 100 سے 200 میٹر تک۔ آسمانی

---

[1] النور، 24:40

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے یہ ناممکن تھا کہ ایک عام آدمی اس حیرت انگیز عمل کو اتنی وضاحت سے بیان کرے۔ لہٰذا یہ معلومات یقیناً کسی مافوق الفطرت ماخذ سے ہی نکلی ہیں۔ [1]

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک، صفحہ 30-32

www.islam-guide.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر 7

- پانی کا سائیکل
- بادلوں کے بننے اور بارش کے
- برسنے میں ہواؤں کا کردار
- بارش کا میٹھا پانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنس نے آج تسلیم کر لیا ہے کہ "یہ حقیقت ہے کہ آج ہم جو پانی استعمال کرتے ہیں وہ کروڑوں اربوں سالوں سے موجود ہے ،اوراس کی موجودہ مقدار جو ہمیں میسر ہے' میں کوئی بہت زیادہ تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ پانی پوری زمین میں مختلف حالتوں اور شکلوں میں استعمال ہو رہا ہے۔اس کو پودے اور جانور بھی استعمال کرتے ہیں مگر حقیقتاً یہ کبھی بھی غائب نہیں ہوتا۔ یہ ایک بہت بڑے دائرے کی شکل میں بہتا رہتا ہے۔اسی کو ہم Hydrolgic Cycle کہتے ہیں۔ [1]

سورج کی تپش سے سمندروں کا پانی بخارات میں بتدیل ہوتا ہے ۔ اندازا لگایا گیا ہے کہ ہر سال 400,000 کیوبک کلو میٹر سمندری پانی بخارات بن کر اڑتا ہے اور فضاء میں شامل ہوتا ہے۔اگر یہ پانی سمندر میں واپس نہ آئے اور اسی شرح سے سمندری پانی بخارات میں تبدیل ہوتا رہے تو سمندر کی سطح ہر سال تقریباً 4 فٹ تک کم ہوتی چلی جائے گی اور تقریباً 3500 سال کے اندر تمام سمندر غائب ہو جائیں گے۔اسی طرح پودے بھی زمین سے پانی حاصل کرتے ہیں اور عمل تبخیر کے دوران اپنے پتوں کے چھوٹے چھوٹے سوراخوں کے ذریعے پانی کے بخارات کو فضاء میں شامل کرتے رہتے ہیں۔ چناچہ پودے اپنے اس عمل کے ذریعے ہر سال اندازاً 70,000 کیوبک کلو میٹر پانی فضاء میں داخل کرتے ہیں۔ سائنسی تحقیق کے مطابق یہ بخارات بن کر اڑنے والا پانی بارشوں کی شکل میں واپس آتا ہے۔ زمین پر 1.4 ارب کیوبک کلو میٹر پانی پایا جاتا ہے۔اس میں سے 97% حصہ سمندری پانی کا ہے جو نمکین ہوتا ہے۔ چونکہ بخارات کی شکل میں سطح سمندر سے اُڑنے والا پانی تقریباً نمکین نہیں ہوتا لہذا بارش اور بر فباری کے نتیجے میں برسنے والا پانی بھی تقریباً میٹھا ہوتا ہے۔

بارشوں سے 90 فی صد پانی براہ راست سمندر میں گرتا ہے جبکہ باقی زمین پر برسنے والی بارش کا پانی بھی دریاؤں کے ذریعے واپس سمندر میں آجاتا ہے۔ بارش کی شکل میں زمین پر گرنے والا زیادہ تر پانی فوری طور پر ندی نالوں یا دریاؤں میں نہیں آتا بلکہ یہ زمین

---

[1] قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک صفحہ 20,21

/http://kids.msfc.nasa.gov

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی (کی چمک) دکھاتا ہے جس سے تم ڈرتے ہو اور امید بھی رکھتے ہو اور آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ سمجھنے سوچنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں"[1]

سورۃ المومنون میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً م بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ق وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ م بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾

"اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اُتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا' ہم اُسے جس طرح چاہیں غائب کر سکتے ہیں" [2]

مولانا عبدالرحمان کیلانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "سوال یہ ہے کہ ایک خاص مقدار میں پانی اللہ تعالیٰ نے کب اتارا تھا؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا کی تو اس وقت ہی ایک خاص اور کثیر مقدار میں پانی اتار دیا تھا۔ اتنی کثیر مقدار میں جو قیامت تک زمین پر پیدا ہونے والی مخلوق، خواہ وہ کسی نوع سے تعلق رکھتی ہو، کی ضروریات کے لیے کافی ہو۔ اس کثیر مقدار کے ایک بڑے حصہ نے زمین کی چوتھائی سطح کو سمندروں کی شکل میں تبدیل کر رکھا ہے۔ پھر اس کثیر مقدار کا بڑا حصہ زمین کی سطح کے نیچے چلا گیا جیسے زمین کے نیچے بھی پانی کے دریا بہہ رہے ہیں اور سطح زمین کا بہت بڑا حصہ ایسا ہے کہ جہاں سے کھودیں نیچے سے پانی نکل آتا ہے۔ جسے انسان نکال کر اپنے استعمال میں لاتا ہے اور کبھی زمین سے از خود چشمے ابل پڑتے ہیں۔

پھر اپنی مخلوق کی ضروریات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم فرمایا کہ سورج کی گرمی سے سمندر سے آبی بخارات اوپر اٹھتے ہیں جو کسی سرد طبقہ میں پہنچ کر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور مزید سردی سے زمین پر برسنے لگتے ہیں۔ اس بارش کے پانی

---

[1] قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک صفحہ 20,21

[22] 23:18

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زمین کی تمام نباتات سیراب ہوتی ہیں۔ جاندار بھی اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ پھر اس بارش کا کچھ حصہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور باقی حصہ ندی نالوں اور دریاؤں کی شکل میں پھر سمندروں میں جا گرتا ہے۔اور جو پانی مخلوق استعمال کرتی ہے وہ بھی بالآخر یا تو پانی کی شکل میں زمین میں چلا جاتا ہے یا بخارات بن کر ہوا میں مل جاتا ہے۔ان تصریحات سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کی جتنی مقدار زمین پر نازل فرمائی تھی،اس مقدار میں نہ کچھ اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی کمی واقع ہوئی ہے۔البتہ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ضروریات کی تکمیل کا ایک مستقل اور دائمی انتظام مہیا فرمادیا ہے۔[1]

ہر لمحے کئی مکعب میٹر پانی سمندروں سے اٹھا کر کرۂ ہوائی میں بھیج دیا جاتا ہے اور پھر اسے زمین پر واپس لایا جاتا ہے۔زندگی کا دارومدار پانی کے اس دائرہ کی شکل میں چکر کاٹنے پر ہے۔ہم دنیا بھر کی ٹیکنالوجی بھی استعمال کر لیتے تب بھی پانی کا ایسا چکر (Cycle) بنانے میں کبھی کامیاب نہ ہوتے۔ ہم بخارات کے ذریعے پانی حاصل کرتے ہیں جو زندگی کے لیے اوّلین شرط ہے۔اس پر کوئی اضافی لاگت یا توانائی خرچ نہیں ہوتی۔ سمندروں سے ہر سال 45 ملین مکعب میٹر پانی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے۔ بخارات میں تبدیل شدہ پانی کو ہوائیں بادلوں کی شکل میں خشکی پر لے جاتی ہیں۔ہر سال 3-4 ملین مکعب میٹر پانی سمندروں سے خشکی تک لے جایا جاتا ہے اور پھر یہ ہم تک پہنچتا ہے۔

صرف پانی ہی کو لے لیں جس کے اس دائرہ میں چکر کاٹنے پر ہمیں کوئی کنٹرول حاصل نہیں ہے۔اور جس کے بغیر ہم چند روز سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے،اسے ایک خاص طریقے سے ہمیں بھیجا جاتا ہے۔[2]

---

[1] تیسیر القرآن، جلد سوم، المومنون، حاشیہ 20

[2] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے۔ صفحہ 234-235

http://ga.water.usgs.gov/edu/watercycle.html

http://www.mnforsustain.org/water_climate_global_water_cycle_study.htm

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ بالا آیات اور ان کی تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ 1400 سال پہلے پانی کے اس چکر کی جو ٹھیک ٹھیک وضاحت قرآن مجید نے پیش کی ہے اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ یقیناً اس کائنات کا خالق ہی اپنی چیزوں کی بناوٹ کے متعلق ٹھیک ٹھیک بیان کر سکتا ہے، جو کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا،اللہ کے حکم کی تابع

مائیکروسافٹ اینکارٹیکا کے مطابق ہوا گیسوں کے انتہائی ننھے ننھے ذرّات سے مل کر بنی ہے جنہیں مالیکیول کہا جاتا ہے۔ یہ اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ ایک مکعب انچ میں 30 مہاسنکھ تک مالیکیولز سما سکتے ہیں۔ ہوا میں نائٹروجن 78%،اور آکسیجن 21% پائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ معمولی مقدار میں دوسری گیسیں ارگون، نیون، ہیلیم، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور میتھین پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں آبی بخارات، گرد، پولن، جراثیم اور بذرہ (Spore) بھی ہوا میں شامل ہوتے ہیں۔ ہوا میں آکسیجن کی موجودگی نہایت اہم ہے۔ عمل تنفس کے دوران انسان اور جانور سانس کے ذریعے آکسیجن اندر لیتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں۔

پودے ہوا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ لیتے ہیں اور ایک عمل (ضیائی تالیف) کے ذریعے اپنے لیے خوراک تیار کرتے ہیں۔ ضیائی تالیف کے دوران پودے زمین سے پانی اور ہوا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ حاصل کرتے ہیں اور سورج کی روشنی سے حاصل کردہ انرجی سے وہ ان کو آکسیجن اور کاربوہائیڈریٹس میں تبدیل کرتے ہیں۔ کاربوہائیڈریٹس یعنی سادہ شکر اور نشاستہ ہی پودوں کی خوراک ہے جبکہ اس عمل کے دوران پیدا ہونے والی آکسیجن کو وہ فضاء میں چھوڑ دیتے ہیں۔ زمین پر موجود تمام جاندار براہ راست یا بالواسطہ پودوں کی بنائی ہوئی خوراک ہی استعمال کرتے ہیں اور ان ہی کی بنائی ہوئی آکسیجن سے سانس لیتے ہیں۔ اگر یہ ضیائی تالیف کا عمل بند ہو جائے تو بہت جلد ہماری ہوا میں سے آکسیجن غائب ہو جائے گی اور خوراک کی مقدار میں بھی خطرناک حد تک کمی واقع ہو جائے گی۔

موسمی تبدیلیوں کا انحصار، ہوا کے دباؤ اور نمی وغیرہ پر ہوتا ہے۔ ہوا جیسے جیسے مختلف مقامات سے گزرتی ہے اس کی رفتار میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ حرکت کرتی ہوئی کبھی یہ گرم ہوا کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو کبھی ٹھنڈی، کبھی خشک تو کبھی نمدار کہلاتی ہے۔ ہوا کا درجہ حرارت موسم کے اتار چڑھاؤ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے درجہ حرارت میں تبدیلی کا انحصار سورج پر ہوتا ہے۔ سورج کی اپنی توانائی ہماری فضا میں جذب ہو کر حرارت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پس ہوا کے زیادہ دباؤ والے علاقوں میں موسم خوشگوار ہوتا ہے جبکہ ہوا کے کم دباؤ والے علاقوں میں ہوا نیم گرم ہوتی ہے۔ جس سے بادل چھائے رہتے ہیں یا عام طور پر ہلکی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آندھی چلنے والا موسم ہوتا ہے۔ ہوا عموماً زیادہ دباؤ والے علاقے سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف سفر کرتی ہے۔ ہوا میں نمی آبی بخارات کے باعث ہوتی ہے۔ لیکن یہ اپنی مختلف مقداروں کے لحاظ سے بارش، برف، کہر، بادل اور اولوں کی شکل اختیار کرتی رہتی ہے۔

ہمارے جسم کے اوپر فضا میں کئی سو میل کی بلندی تک ہوا موجود ہے۔ جس کا وزن سیکڑوں پاؤنڈ تک ہے۔ آپ نے کبھی سوچا کہ آپ آخر اتنا وزن کیسے سہار لیتے ہیں؟ ہم خود تو ایسا شاید کبھی بھی نہ کر سکتے اگر قدرت اس مسئلے کو احسن طریقے سے نہ سلجھاتی۔ دراصل ہوا کا جتنا دباؤ باہر سے ہمارے جسم پر پڑتا ہے، جسم کے اندر سے بھی ہوا اتنا ہی دباؤ باہر کی جانب بھی ڈالتی ہے۔ نتیجتاً ہمارا جسم کوئی وزن محسوس نہیں کرتا اور معتدل رہتا ہے۔

جوں جوں ہم بلندی کی جانب جاتے ہیں 'ہوا ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ اس کا دباؤ کم ہوتا جاتا ہے۔ اس کے مالیکیول ایک دوسرے سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوہ پیما اور پائلٹ آکسیجن کے ماسک اپنے ساتھ ضرور لے جاتے ہیں۔ ہیلیم گیس ہوا سے بہت زیادہ ہلکی ہوتی ہے۔ اس لیے غباروں میں یہ گیس بھری جاتی ہے۔ پس جب ہوا سے ہلکے غبارے زمین کو چھوڑتے ہیں تو یہ بالکل اس طرح اوپر اٹھتے ہیں جیسے کسی بوتل کا ڈھکنا کھلتا ہے لیکن غبارے ہمیشہ تو اوپر نہیں اڑتے رہتے، چند میلوں کا سفر طے کرنے کے بعد غبارا ہوا سے زیادہ ہلکا نہیں رہتا، کیونکہ بہت بلندی پر ہوا مزید ہلکی ہوتی جاتی ہے۔

دنیا میں بہت سے ایسے پہاڑ ہیں جو سارا سال برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ ہوا جب سطح سمندر سے بلندی کی جانب بڑھتی ہے تو وہ بلند پہاڑوں کی ایسی چوٹیوں پر سے گزرتی ہے جو برف سے ڈھکی ہوں تو سرد علاقے پر سے گزرنے کی وجہ سے ہوا کا درجہ حرات بہت کم ہو جاتا ہے۔ پس ہوا کے مالیکیول ایک دوسرے سے دور ہٹ جاتے ہیں۔ ہوا ہلکی، پتلی اور سرد ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں ہم بلندی کی جانب سفر کرتے ہیں درجہ حرارت میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔

اگر ہم کسی بلند مقام یا آسمان سے زمین کی جانب آئیں تو ہوا کے مالیکیول سمٹتے ہوئے نہ صرف ایک دوسرے کے قریب آتے جاتے ہیں اور آپس میں اسفنج کی طرح دبتے چلے جاتے ہیں بلکہ ان میں سختی بھی پیدا ہوتی جاتی ہے اور قریب آنے پر جب یہ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے سے ٹکراتے ہیں تو گرم ہو جاتے ہیں۔ایک ہی ملک میں دو انتہائی مختلف درجہ حرارت کا پایا جانا بھی اسی لیے ممکن ہوتا ہے۔

زمین پر کہیں پہاڑ ہیں اور کہیں دریا، کہیں چٹانیں ہیں اور کہیں ریتلے میدان، کہیں سبزہ اور کہیں صحرا، کہیں وادیاں ہیں اور کہیں سمندر۔ یہ شعاعیں جب سمندروں، دریاؤں اور زمین کی مختلف سطحوں پر پڑتی ہیں تو زمین گرم ہو جاتی ہے۔ کہیں سے زمین زیادہ گرم اور کہیں سے کم گرم ہوتی ہے۔زمین کی حدت کی مناسبت سے مختلف علاقوں کی ہوائیں بھی گرم اور سرد ہوتی ہیں۔خشک سطح سے اٹھنے والی ہوائیں گرم ہو کر ہلکی ہو جاتی ہیں۔اس لیے سمندر سے اٹھنے والی ہوائیں گرم ہوا کی جگہ لینے کے لیے اس طرف کا رخ کر لیتی ہیں اور ہوا کا یہ چکر مسلسل چلتا رہتا ہے۔

پانی کی نسبت زمین سورج کی حرارت زیادہ مقدار میں جذب کرنے کی وجہ سے جلد گرم ہو جاتی ہے اور نزدیک ترین پائے جانے والے پانی کے مقام سے ٹھنڈی ہوا گرم ہوا کی جگہ لینا شروع کر دیتی ہے،اس طرح ہوا کی گردش کا ایک چکر شروع ہو جاتا ہے جبکہ شام کے وقت ہوا کے چکر کی سمت بدل جاتی ہے، وہ اس طرح کہ شام کو جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور رات کا اندھیرا پھیل جاتا ہے تو زمین ٹھنڈی ہو جاتی ہے،اس کے باوجود پانی زمین کی نسبت گرم رہتا ہے اور اس کی سطح پر چلنے والی ہوا بھی گرم ہوتی ہے۔ اس لیے زمین سے آنے والی ٹھنڈی ہوا، گرم ہوا کو اوپر دھکیل دیتی ہے اور خود اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ ایسی ہوا کو "ساحلی ہوا" کہا جاتا ہے۔[1]

آیئے اب ہم قرآن مجید سے معلوم کرتے ہیں کہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے کن احکام کی بجاآوری میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاَرۡسَلۡنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسۡقَيۡنٰكُمُوۡهُ ۚ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ لَهٗ بِخٰزِنِيۡنَ﴾

[1] موسمیات،اُردو سائنس بورڈ،لاہور سے اقتباس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہم پانی سے لدی ہوئی ہوائیں بھیجتے ہیں پھر آسمان سے پانی برسا کر اس سے تمہیں سیراب کرتے ہیں۔اس پانی کا ذخیرہ رکھنے والے (ہم ہی ہیں) تم نہیں ہو" [1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ جب ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں تو ہوائیں بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو دھکیل کر اکٹھا کرتی ہیں تو یہ بڑے بڑے بادلوں کے پہاڑوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور پھر ان کے آپس میں ٹکرانے سے آسمانی بجلی پیدا ہوتی ہے اور بالآخر بارش شروع ہو جاتی ہے۔اس بات کی وضاحت درج ذیل آیت کریمہ میں کی گئی ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے پھر بادل (کے اجزا) کو آپس میں ملا دیتا ہے پھر اسے تہہ بہ تہہ بنا دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے بارش کے قطرے ٹپکتے ہیں اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں، اولے برساتا ہے پھر جسے چاہتا ہے ان سے نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان سے بچا لیتا ہے۔اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے" [2]

مولانا عبدالرحمان کیلانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "مشکل یہ پیش آتی ہے کہ ہمارے علمائے ہیت نے اللہ کی ہر نشانی میں کچھ ایسے طبعی قوانین دریافت فرما رکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت کہیں کام کرتا نظر نہ آئے اور یہی قوانین سکولوں اور کالجوں میں بچوں کو پڑھائے جاتے ہیں۔ مثلاً بارش کے لیے دریافت کردہ طبعی قوانین یہ ہیں کہ سمندر پر سورج کی گرمی سے بخارات بن کر اوپر اٹھتے ہیں۔ پھر ہواؤں کا رخ ان بخارات کو کسی مخصوص سمت کی طرف اڑا لے جاتا ہے۔تاآنکہ یہ بخارات کسی سرد منطقہ فضائی میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر یہ بخارات پھر پانی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔اور بارش ہونے لگتی ہے اور اگر شدید سر

---

[1] الحجر، 15:22

[2] النور، 24:43

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دمنطقہ میں پہنچ جائیں تو پھر اولے برسنے لگتے ہیں،انہی اصولوں کے مطابق ہمارے ہاں پاکستان میں بارش یوں ہوتی ہے کہ جون جولائی کے گرم مہینوں میں بحیرہ عرب سے بخارات اٹھتے ہیں جو کوہ ہمالیہ سے آکر ٹکراتے ہیں، یہاں ہوائیں پھر ان کا رخ پاکستان کی طرف موڑ دیتی ہیں اور اس پہاڑ کے سرد حصوں میں پہنچ کر پانی بن جاتی ہیں اور اس طرح موسم برسات یا جولائی اور اگست میں ہمارے ہاں بارشیں ہوتی ہیں"۔ یقینا بارش ان مراحل سے گزر کر ہی ہوتی ہے مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان مراحل کو طے کرانے والا کون ہے ؟ کس کے حکم سے آبی بخارات بنتے ہیں ؟ ہوائیں کس کے حکم سے ان آبی بخارات کو اُٹھا کر ہماری فضاء میں ایک مخصوص بلندی پر لے جاتی ہیں ؟ کس کے حکم سے ہوائیں ان بادلوں کو اکھٹا کرتیں اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف چلاتی رہتی ہیں ؟ قرآن مجید ہمیں اس حاکم کا تعارف اللہ تعالیٰ کے نام سے کراتا ہے کہ جس کے حکم کی اطاعت میں کائنات کا ذرہ ذرہ مصروف ہے، جو اس کائنات کا موجد ہے۔ چناچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بچوں کو یہ قوانین اس طور سے پڑھائیں کہ ان کے دلوں میں احکم الحاکمین کا تصور راسخ ہو جائے۔

ہواؤں کی اطاعت گزاری کا ذکر قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر اس طرح آیا ہے :

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

"اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھالاتی ہیں۔ پھر جیسے چاہتا ہے اس بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اسے ٹکڑیاں بنا دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے اس میں سے نکلتے آتے ہیں پھر جب اللہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہے بارش برسا دیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں"[1]

اس ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کئی نشانیاں بیان فرمادیں مثلاً ہوا جو ایک کنکر کا بوجھ بھی برداشت نہیں کر سکتی اور کنکر زمین پر آجاتا ہے مگر یہ ہوا آبی بخارات کو ایک کاغذ کے پرزے کی طرح اپنے دوش پر اٹھائے پھرتی ہے۔ وہ آبی بخارات جن میں کروڑوں

[1] الروم،30:48

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹن پانی موجود ہوتا ہے۔اور اس وزن کا اندازہ زمین کے اس رقبہ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں یہ بارش ہوئی اور جتنے انچ بارش ہوئی۔ دوسرا یہ کہ ان بار بردار ہواؤں کا رخ طبیعی طور پر متعین نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ جس طرف خود چاہے اسی طرف ہی موڑ دیتا ہے اس لیے جہاں چاہتا ہے وہیں بارش ہوتی ہے دوسرے علاقہ میں نہیں ہوتی۔ یہ ساری تفصیلات ہمیں بتاتی ہیں کہ انسان اپنی زندگی کے لیے ایک ایسے عظیم نظام کا مرہون منت ہے جس کے اندر بڑھتے ہوئے کئی پیچیدہ نظام موجود ہیں۔یہ پوری کائنات انسانی زندگی کو ممکن بنانے کے لیے تخلیق کی گئی ہے۔[1]

ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پودوں میں افزائش نسل کا کام بھی کرتی ہیں۔جدید سائنس کے مطابق انسانوں اور جانوروں کی طرح نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں۔جانوروں اور انسانوں میں یہ اہلیت ہوتی ہے کہ وہ تولید کی خاطر حرکت کرتے ہیں لیکن پودوں کو یہ ذرائع حاصل نہیں ہوتے کہ وہ ہم صحبت ہونے کے لیے ایک دوسرے کے قریب جاسکیں۔اس مسئلے کو ہوائیں حل کر دیتی ہیں۔جدید سائنسی تحقیق کے مطابق نر میں زرد رنگ کے ذرات ہوتے ہیں جنہیں پولن یا زردانے کہا جاتا ہے۔اگر یہ ذرات مادہ تک نہ پہنچیں تو بیج اور پھل پیدا نہیں ہوتے۔قدرت نے ان ذرات کو مادہ تک پہنچانے کے لیے حیرت انگیز اور دلچسپ طریقے مہیا کر رکھے ہیں۔بعض پودوں میں دونوں قسم کے پھول ایک دوسرے کے قریب ہی ہوتے ہیں جب ہوا یا بھونروں کے بیٹھنے سے شاخیں ہلتی ہیں تو پولن مادہ پھول پر گر پڑتا ہے۔اگر مادہ اور نر پھول کے پودے الگ الگ ہوں تو عموماً ہواؤں سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ہوائیں پولن کو اُڑا کر مادہ پھولوں پر ڈال دیتی ہیں۔

زیادہ تر پودے اس قدر مثالی انداز میں تخلیق کیے جاتے ہیں کہ وہ ہوا میں سے زردانے پکڑ لیتے ہیں۔گل پنج ہزاری، لٹکتے ہوئے پھول اور کچھ دوسرے ایسی نہریں بناتے ہیں جو ہوائی لہروں کی جانب کھلتی ہیں۔ایسے زردانے جن میں تولیدی مادہ ہوتا ہے تولیدی خطوں میں پہنچ جاتے ہیں اور اس کے لیے ان نہروں کا ان کو شکر گزار ہونا چاہیے۔پودے تولیدی مادے سے آراستہ زردانوں کے بیجوں کو ہوا میں پھینکتے ہیں۔بعد میں ہوا کی لہریں ان بیجوں کو اسی نوع (Species) کے پودوں تک لے جاتی ہیں، جب یہ زردانہ بیضہ

---

[1] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے۔صفحہ 243-245

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دان تک پہنچتا ہے تو بیضے کو بارور کر دیتا ہے اور اس طرح بیضہ دان بیجوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ بھونرے بھی یہی کام کرتے ہیں۔جب وہ پھولوں کا رس چوسنے کے لیے نر پھول میں گھستے ہیں تو پولن کی کچھ مقدار ان کے پروں اور ٹانگوں سے چمٹ جاتی ہے اور جب وہ مادہ پھول کے پاس آتے ہیں تو کچھ پولن وہیں چھوڑ آتے ہیں۔دریاؤں میں اگنے والے پودوں کا پولن پانی میں سفر کرتا ہے پرندے، گلہری، چوہے اور کیڑے مکوڑے بھی یہ فرض انجام دیتے ہیں۔چونکہ پولن کی تقسیم کا سب سے بڑا ذریعہ ہوائیں ہیں، اس لیے قرآن مجید نے انھی کے ذکر پر کتفا کیا ہے۔عربی زبان میں لقح کے معنی ہیں حمل کرنا، لقحت المراۃ یعنی عورت حاملہ ہو گئی، نیز لوقح (حاملہ اونٹنیاں) اور ریح لاقح "بارور کر دینے والی ہوا" چناچہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ﴾ یعنی "ہم نے بارور کر دینے والی ہوائیں چلائیں" بالکل برحق اور سچا ہے اور جدید سائنس کی تحقیق کے عین مطابق ہے۔[1]

جدید ٹیکنالوجی کی بدولت جو باتیں ہمیں آج معلوم ہوئیں ہیں ان کا قرآن مجید میں صدیوں پہلے پایا جانا، اس کی سچائی کی دلیل ہے۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] اللہ کی نشانیاں، 97-98

اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات۔ صفحہ 109-110

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برساتا ہے پھر جسے چاہتا ہے ان سے نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان سے بچالیتا ہے۔اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے"[1]

ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے کہ :

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

"اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھالاتی ہیں۔پھر جیسے چاہتا ہے اس بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اسے ٹکڑیاں بنا دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے اس میں سے نکلتے آتے ہیں پھر جب اللہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہے بارش برسا دیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں"[2]

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوائیں اللہ کے حکم سے بادلوں کو فضا میں پھیلاتی اور ٹکڑیوں میں بانٹتی رہتی ہیں اور جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے ان علاقوں میں بادلوں سے پانی بارش کی شکل میں برسنا شروع ہو جاتا ہے۔گھومتے ہوئے جب یہ بادل کسی ایسے ٹھنڈے فضائی علاقے میں پہنچتے ہیں جو آبی بخارات کو پھر سے پانی میں منتقل کر سکیں تو وہاں بھی بادلوں کا سارا پانی یک لخت زمین پر نہیں گر پڑتا، بلکہ قطرہ قطرہ بن کر گرتا ہے۔حتیٰ کہ اگر برودت زیادہ ہو تو بھی وہ قطرے ہی اَولے بن کر گرتے ہیں۔یہ نہیں ہوتا کہ زیادہ سردی کی وجہ سے یک لخت سارا پانی برف بن کر ایک ہی دفعہ کسی جگہ پر گر پڑے۔اس پانی کی کثیر مقدار کو اس انداز میں نازل کرنا کہ وہ خلق خدا، درختوں اور نباتاتِ ارضی کے لیے نقصان دہ ہونے کے بجائے فائدہ مند ثابت ہو یہ آخر کار کون سے بے جان طبعی قوانین کا نتیجہ ہے؟ پھر یہی بخارات جب شدید سرد منطقہ میں پہنچتے ہیں تو پانی جم جاتا ہے، اسی کیفیت کے متعلق قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ بلندی میں اولوں کے پہاڑ ہوتے ہیں جن کا فائدہ بہت کم اور نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے۔یعنی وہ ہی

---

[1] (الروم،30:48)

[2] الروم،30:48

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز جو اللہ کی رحمت تھی۔اللہ کا عذاب بن کر گرنے لگتی ہے اور فصلوں کو فائدہ پہنچانے کی بجائے انہیں تباہ کر دیتی ہے اور یہ اولے بھی گرتے اسی مقام پر ہیں جہاں اللہ کو منظور ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق ہواؤں کے رخ کو فوراً پھیر دیتا ہے اور جن لوگوں کو چاہتا ہے اَولوں کے عذاب سے بچا بھی لیتا ہے اور جس قوم پر چاہتا ہے یہ عذاب اسی پر نازل ہوتا ہے۔آبی بخارات یا منجمد بادلوں کے ٹکراؤ سے بجلی بھی پیدا ہوتی ہے جو گر کر ہر چیز کو جلا دیتی ہے اور اسے تباہ کر کے رکھ دیتی ہے اور اس کی روشنی اس قدر تیز اور نگاہوں کو خیرہ کرنے والی ہوتی ہے کہ اگر انسان کچھ دیر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کی بینائی کے نور کو بھی تباہ کر کے رکھ دے۔

یقیناً اس میں اللہ کی بڑی حکمتیں ہیں۔علاوہ ازیں ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہر سال یکساں بارش نہیں ہوتی۔ایک سال تو بارشوں کی کثرت سے اس خاص مقام پر سیلاب آجاتا ہے اور کوئی سال بالکل خشک گزر جاتا ہے یعنی سرے سے بارش ہوتی ہی نہیں پھر ان طبعی قوانین کے نتائج میں یہ کمی بیشی اور تبدیلی کیوں واقع ہوتی ہے؟آخر ان باتوں سے یہ نتیجہ کیوں نہیں نکالا جا سکتا کہ کوئی ایسی زبردست اور بالاتر ہستی بھی موجود ہے جو ان بے جان قوانین کے نتائج میں تبدیلی کا پورا پورا اختیار رکھتی ہے۔[1]

[1] تیسیر القرآن، جلد سوم، النور، حاشیہ 70,71

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجلی جہاں نقصان دہ ہے وہاں اس کا فائدہ بھی ہے، وہ یہ کہ جب یہ زمین پر گرتی ہے تو اس میں نائیٹروجن پیدا کر دیتی ہے جو پودوں کی نشوونما کے لیے ایک ضروری شے ہے۔ [1]

اللہ کی نشانیوں میں سے ایک بارش کا رحمت کے ساتھ برسنا ہے تاکہ وہ انسانوں اور جانداروں کے لیے زحمت نہ بنے۔ چناچہ بارش جب برستی ہے تو اس کا پانی ایک خاص مقدار اور رفتار سے زمین پر گرتا ہے۔ بارش کا پانی تقریباً 1200 میٹر کی بلندی سے گرایا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی اور چیز کو کہ جس کا پانی کے قطرے جتنا وزن اور سائز ہو مسلسل تیزی کے ساتھ اسی بلندی سے زمین پر گرائیں تو وہ چیز زمین پر 558 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گرے گی مگر رب کائنات کی مہربانی ہے کہ بارش کے قطروں کی اوسط رفتار 8-10 کلو میٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بارش کے قطرے کی ایک خاص شکل ہوتی ہے جو کرۂ ہوائی کی رگڑ کے اثر کو بڑھا دیتی ہے اور اسے زمین پر مزید سست رفتاری سے گرنے میں مدد دیتی ہے۔ اگر بارش کے قطروں کی شکل اور ہوتی یا کرۂ ہوائی میں رگڑ کی خاصیت نہ ہوتی تو بارش کے دوران زمین پر کس قدر تباہی پھیلتی اس کا اندازہ کرنے کے لیے نیچے دیے گئے اعداد و شمار کافی ہیں۔

بارش برسانے والے بادلوں کے لیے کم از کم بلندی 1200 میٹر ہوتی ہے۔ ایک قطرے سے پیدا ہونے والا اثر، جو کہ اس بلندی سے گرے ایک ایسی شے کے برابر ہو گا کہ جس کا وزن ایک کلو گرام اور جسے 15 سینٹی میٹر کی بلندی سے گرایا گیا ہو۔ بارش برسانے والے کچھ ایسے بادل بھی ہیں جو 10,000 میٹر کی بلندی سے پانی برساتے ہیں۔ یہاں ایک قطرے سے پیدا ہونے والا اثر، جو کہ اس بلندی سے گرے ایک ایسی شے کے برابر ہو گا کہ جس کا وزن ایک کلو گرام اور جسے 110 سینٹی میٹر کی بلندی سے

[1] http://www.kidslightning.info/zaphome.htm

http://www.wildwildweather.com/clouds.htm

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرایا گیا ہو۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس صورت میں زمین پر جانداروں کا زندہ رہنا ناممکن ہو جاتا نیز کوئی عمارت بھی اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکتی تھی۔[1]

اس کے علاوہ قرآن ہماری توجہ بارش کے "میٹھے" پانی کی جانب بھی دلاتا ہے:

﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ۔ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۔ لَوْنَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾

"کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا یہ پانی جو تم پیتے ہو اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا کر رکھ دیں پھر کیوں تم شکر گزار نہیں ہوتے؟۔[2]

﴿وَاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا﴾"....اور تمہیں میٹھا پانی پلایا...."[3]

﴿هُوَالَّذِىْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ﴾

"وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کے لیے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے"۔[4]

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ بارش کے پانی کا منبع بخارات ہیں اور 97% بخارات "نمکین" سمندروں سے اٹھتے ہیں۔ مگر بارش کا پانی میٹھا ہوتا ہے۔ یہ میٹھا کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ اللہ کا بنایا ہوا ایک اور طبعی قانون ہے۔اس قانون کے مطابق جب سمندروں کی سطح پر سورج کی حرارت سے آبی بلبلے بنتے ہیں تو ان میں سمندری نمک کے مہین ذرات بھی شامل ہو جاتے ہیں جو آبی بخارات کے

---

[1] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے۔صفحہ 235-236

[2] واقعہ۔68-70

[3] المرسلات:77:27

[4] النحل16:10

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ فضا میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔اگرچہ کرۂ ہوائی اسطرح ایک دن میں تقریباً 2.7 کروڑ ٹن نمک جمع کرلیتا ہے مگر اس کے مقابلے میں تبخیر شدہ پانی اور زمین پر برسنے والے پانی کی بڑی کثیر مقدار میں یہ نمک بس اس قدر ہوتا ہے جو اس کو میٹھا بنانے کے لیے کافی ہوتا ہے اور آبی بخارات کی نمکینی قدرت کے طے شدہ تناسب سے بڑھنے نہیں پاتی۔

زمین کو پانی مہیا کرنے کے علاوہ جو جانداروں کی ایک ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا، بارش کا ایک قطرہ ایک اور اثر زرخیزی پیدا کرتا ہے۔ بارش کے وہ قطرے جو سمندروں سے بخارات کی شکل میں اٹھتے اور بادلوں تک پہنچتے ہیں ان میں بہت سے ایسے مواد ہوتے ہیں جو مردہ زمین کو "زندگی بخشتے ہیں"۔ان "حیات بخش" قطروں کو "سطحی تناؤ کے قطرے" کہا جاتا ہے۔

یہ سطحی تناؤ کے قطرے سطح سمندر کے سب سے اوپر والے حصے میں بنتے ہیں جسے حیاتیات دانوں نے خورد تہہ (Micro Layer) کا نام دیا ہے۔یہ تہہ جو ایک ملی میٹر کے دسویں حصے سے بھی زیادہ پتلی ہوتی ہے اس میں بہت سی نامیاتی باقیات رہ جاتی ہیں جو خوردبینی آبی پودوں اور آبی جانوروں سے پیدا کردہ آلودگی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ان باقیات میں سے کچھ اپنے اندر کچھ ایسے عناصر کو منتخب کرنے اور جمع کرنے کا عمل جاری رکھتی ہیں جو سمندری پانی میں بہت نایاب ہوتے ہیں مثلاً فاسفورس، میگنیشیم ،پوٹاشیم اور کچھ بہت بھاری دھاتیں مثلاً تانبا، زنک، کوبالٹ (Cobalt) اور سیسہ۔کھادوں سے لدے ہوئے ان پانی کے قطروں کو ہوائیں آسمان کی طرف اٹھا کر لے جاتی ہیں اور پھر کچھ ہی دیر بعد یہ بارش کے قطروں کے اندر شامل ہو کر زمین پر گرنے لگتی ہیں۔زمین پر بیج اور پودے ان بارش کے قطروں میں بہت سے دھاتی نمکیات اور ایسے عناصر حاصل کرتے ہیں جو ان کی نشوونما کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔اس بات کو ایک سورۃ میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ﴾

"اور آسمان سے ہم نے برکت والا پانی نازل کیا پھر اس سے باغ اور فصل کے غلے پیدا کر دیے"۔[1]

---

[1] ق:50:09

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ نمکیات جو بارش میں زمین پر گرتے ہیں مختلف روایتی کھادوں (کیلشیم، میگنیشیم، پوٹاشیم وغیرہ) کی چھوٹی مثالیں ہیں جو زمین کی زرخیزی میں اضافے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ دوسری طرف ان ایروسولز (Aerosols) یعنی آبی بخارات میں بھاری دھاتیں پائی جاتی ہیں۔ پھر کچھ ایسے عناصر بھی پائے جاتے ہیں جو پودوں کی نشوونما اور پیداوار کے لیے زرخیزی میں اضافہ کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ بارش ایک اہم کھاد کا کام کرتی ہے۔ ایک بنجر زمین میں پودوں کے لیے ضروری تمام چیزیں کروڑوں برسوں سے بارش کے ذریعے گرائی گئی کھاد کی شکل میں فراہم کی جارہی ہیں۔ جنگلات بھی ان ہی سمندروں سے اٹھنے والے ایروسولز سے پھلتے پھولتے اور خوراک حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح ہر سال 150 ملین ٹن کھاد پوری زمین پر گرتی ہے۔ اگر اس قسم کی قدرتی زرخیری موجود نہ ہوتی تو زمین پر سبزہ وگل بہت کم نظر آتے اور ماحولیاتی توازن بگڑ گیا ہوتا۔[1] یہ حقیقت ہے کہ جدید سائنس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو جس طرح سمجھنے میں آج ہمیں مدد فراہم کی ہے، وہ بے مثال ہے۔ گو کہ ایک مسلمان کے نزدیک کسی چیز کے صحیح اور غلط ہونے اور پرکھنے کے لیے اصل کسوٹی "قرآن مجید" ہی ہے، سائنس نہیں۔ تاہم کئی سائنسی ثابت شدہ دریافتوں نے ہمارے قرآن مجید پر ایمان کو دوچند کیا ہے اور اس کی سچائی غیر مسلموں کے سامنے بھی اظہر من الشمس ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بادلوں کی اقسام

بادلوں کی درج ذیل چار اقسام ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

---

[1] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے۔ صفحہ 238-240

اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات۔ صفحہ 81-82

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1)۔تودہ ابر(Cumulus): یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "ڈھیر" کے ہیں،یہ پھولے پھولے سفید رنگ کے بادل ہیں جو آسمان پر موٹی موٹی تہوں کے ڈھیروں میں نظر آتے ہیں،ان کی شکل گنبد نما ہوتی ہے جو بالائی حصے سے گول اور نچلے حصے سے چپٹے ہوتے ہیں۔آسمان پر جب یہ بادل چھائے ہوئے ہوں تو آسمان یوں دکھائی دیتا ہے جیسے اس پر روئی کے پہاڑوں کا نہایت ہی خوبصورت سلسلہ موجود ہو۔اس طرح کے بادل عموماً شدید موسم گرما میں بعد دوپہر دکھائی دیتے ہیں اور عام طور پر 4000 سے 5000 فٹ کی بلندی پر پائے جاتے ہیں،جب یہ بادل پانی سے بھر جاتے ہیں تو گرجنے اور برسنے والے بن جاتے ہیں۔ان میں تقریباً 300,000 ٹن تک پانی جمع ہوتا ہے۔

2)طرۂ ابر(Cirrus): یہ بھی لاطینی لفظ ہے۔اس کے معنی "گھنگریالے" ہے۔یہ بادل بہت بلندی پر بنتے ہیں۔ان کی شکل سفید گھنگریالے پروں جیسی ہوتی ہے۔نازک نازک سے یہ بادل خشک موسم میں دکھائی دیتے ہیں،عام طور پر یہ بادل ہماری زمین سے 6.4 سے 8 کلومیٹر کے فاصلے پر ہوتے ہیں۔آسمان پر پائے جانے والے یہ بلند ترین بادل ہیں،جو ہواؤں کے رخ پر اڑتے ہیں اور عام طور پر طوفانوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

3)طبق ابر(Stratus): یہ بھی لاطینی لفظ ہے جس کے معنی "پھیلنے والے" ہیں۔آسمان پر یہ بادل چاروں طرف پھیلے ہوئے اور دھند نما نظر آتے ہیں۔یہ زیادہ بلندی پر نہیں ہوتے۔عام طور پر 2000 سے 7000 فٹ کی بلندی پر پائے جاتے ہیں۔بظاہر یہ بادل خاموش دکھائی دیتے ہیں تاہم یہ خراب موسم کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

4)ابر باراں(Nimbus): یہ بھی لاطینی زبان کا لفظ ہے،اس کا مطلب بارش کا طوفان ہے۔انہیں بارشی بادل بھی کہا جاتا ہے۔ان بادلوں کا رنگ گہرا سلیٹی ہوتا ہے،ان کی کوئی واضح شکل وصورت نہیں ہوتی۔ماہرین موسمیات انہی بادلوں کا مشاہدہ کرکے موسم کے بارے میں پیش گوئی کرتے ہیں۔[1]

---

[1] موسمیات۔اردو سائنس بورڈ لاہور۔صفحہ 57-58

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس مسئلہ میں بھی جدید سائنس اور قرآن میں زبرست مماثلت پائی جاتی ہے گو کہ سائنس دانوں کی اکثریت نے ابھی تک خدا کے وجود کا اقرار نہیں کیا اور وہ تمام چیزوں کی وضاحت اپنے بنائے ہوئے قوانین اور اصولوں کے تحت ہی کر رہے ہیں مگر امید ہے کہ ایک دن آئے گا کہ وہ اپنی ان تحقیقات کے نتیجے میں بالآخر اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی کو نہ صرف تسلیم کر لیں گے (جیسا کہ بعض سائنس دان تسلیم کر چکے ہیں) بلکہ ان چیزوں کی وضاحت کے لیے سائنسی اصولوں اور قوانین کے ساتھ ساتھ ربِ کائنات پر بھی ایمان لے آئیں گے۔ان شاءاللہ

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

http://www.usatoday.com/weather/default.htm

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر8

- اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم الشان شاہکار: ایٹم
- ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔
- اور ہر چیز کا جوڑا بنایا گیا ہے
- علم نباتات
- لوہا زمین پر پایا جانے والا عنصر نہیں ہے
- گھر میں کتے پالنا، جدید سائنس کی روشنی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم الشان شاہکار: ایٹم

مادہ سے مراد وہ عنصر ہے جس سے تمام مادی اشیاء بنی ہوئی ہیں۔ قدیم یونانی فلسفیوں نے سب سے پہلے یہ جاننے کی کوشش کی کہ دنیا کس چیز سے بنی ہے۔ انہوں نے ان بنیادی ذرات کا نام ایٹم رکھا جو آج تک رائج ہے۔ بنیادی ذرے کی تعریف سادہ الفاظ میں یوں کر سکتے ہیں کہ یہ مادے کا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ ہوتا ہے جو کہ اپنی ساخت میں کامل ہوتا ہے اور اپنے اندر مزید چھوٹے یا ذیلی ذرات نہیں رکھتا۔ ایٹم جو مادے کے وجود کے لیے بنیادی کردار ادا کرتا ہے، بگ بینگ کے بعد وجود میں آیا۔ پھر ان ایٹموں نے یکجا ہو کر اس کائنات کو بنایا جس میں ستارے، زمین اور سورج شامل تھے۔ بعد ازاں انہی ایٹموں نے کرۂ ارض پر زندگی کی ابتدا کی۔ اگر آپ اپنے چاروں طرف نظر دوڑائیں تو آپ کو سینکڑوں قسم کی چیزیں نظر آئیں گی۔ ان میں سے کچھ ٹھوس ہیں، کچھ مائع اور کچھ گیس، یہ مادے کی تین مختلف صورتیں ہیں۔ وہ ظاہر میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن اندرونی طور پر ایسا نہیں ہے۔ بنیادی طور پر وہ ایک ہی ذرے سے تعمیر ہوئی ہیں جسے ایٹم کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ پھر یہ ایٹم کیا ہے، جو ہر شے کا تعمیری جزو ہے، یہ کس شے کا بنا ہوا ہے اور اس کی ساخت کیا ہے؟ پرانے وقتوں میں ایک نظریہ جو کہ "نظریہ ایٹم" کے نام سے جانا جاتا تھا، کو وسیع پیمانے پر مقبولیت حاصل تھی۔ اصل میں یہ نظریہ یونان کے ایک سکالر ڈیموکراطس کا پیش کردہ تھا جو تقریباً (460-370) قبل مسیح وہاں رہتا تھا۔ ڈیموکراطس اور اس کے بعد آنے والے لوگوں نے بھی یہی نظریہ پیش کیا تھا کہ ایٹم مادے کا سب سے چھوٹا حصہ ہوتا ہے۔ ایٹم دراصل یونانی زبان کے لفظ ATOMOS سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے "ناقابل تقسیم"۔ یونانی فلاسفرز کا خیال تھا کہ ایٹم کو تباہ نہیں کیا جا سکتا اور اس کی مزید تقسیم ناممکن ہے۔ قدیم عرب بھی اسی بات پر یقین رکھتے تھے۔ عربی زبان میں "ذَرَّة" کا سب سے عمدہ معنی "ایٹم" ہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروٹون کے برابر ہوتے ہیں جبکہ پروٹون اور نیوٹران بلحاظ کمیت تقریباً ایک جیسے ہوتے ہیں۔ کسی ایٹم میں ایک پروٹون کے اضافے سے وہ نئی قسم کا ایٹم بن جاتا ہے۔ جو مادہ ایک ہی قسم کے ایٹموں سے مل کر بنا ہو اسے عنصر کہتے ہیں۔ مثلاً ہائیڈروجن، آکسیجن اور کاربن وغیرہ عناصر کی مختلف اقسام ہیں۔ اب تک تقریباً 118 عناصر کو دریافت کیا جا چکا ہے ان میں سے زیادہ تر قدرتی طور پر پائے گئے ہیں جبکہ کچھ لیبارٹری میں تیار کیے گئے ہیں۔ سب سے سادہ ترین ایٹم ہائیڈروجن کا ہے۔ اس میں ایک پروٹون اور ایک ہی الیکٹرون ہوتا ہے جبکہ نیوٹرون نہیں ہوتا۔ دو یا دو سے زائد ایٹموں کے ملنے سے مالیکیول تشکیل پاتا ہے، مثلاً جب عنصر ہائیڈروجن کے دو ایٹم، عنصر آکسیجن کے ایک ایٹم سے ملائے جاتے ہیں تو پانی کا ایک مالیکیول تشکیل پاتا ہے۔

آیئے اب یہ معلوم کرتے ہیں کہ ایٹم اور اس کے ذرات کتنے چھوٹے ہیں۔ الیکٹرون کو وزن کے لحاظ سے ہلکے ترین اجزاء میں شمار کیا جاتا ہے ایک قطرہ پانی کا وزن ایک الیکٹرون کی نسبت اربوں گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اگر ہم پینسل سے ایک سینٹی میٹر لائن کھینچیں تو اس لائن میں 10 کروڑ ایٹم سما سکتے ہیں۔ اگر ہم ایٹم کی سکیل کے حساب سے ڈرائنگ بنائیں اور پروٹون اور نیوٹرون کے قطر کا سائز ایک سینٹی میٹر رکھیں تو الیکٹرون اور کوارکس کا سائز انسانی بال کے سائز سے بھی چھوٹا ہوگا جبکہ پورے ایٹم کا سائز تیس فٹ بال کے میدان کے برابر ہوگا۔ نیوکلیس ایٹم سے اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ اگر ہم ایٹم کو فٹ بال کے میدان جتنا بڑا پھیلا دیں تو نیوکلیس ایک انگور کے دانہ کے برابر ہوگا۔ آیئے اب اس بات کو سمجھتے ہیں کہ الیکٹرون نیوکلیس سے کس قدر دوری سے مخصوص مداروں میں گردش کرتے ہیں۔ اس کے لیے اگر نیوکلیس کو گولف بال کے برابر تصور کیا جائے تو اس کے گرد گردش کرنے والے الیکٹرونز کا پہلا مدار اس سے ایک کلومیٹر دور ہوگا جبکہ دوسرا مدار چار کلومیٹر اور تیسرا مدار نو کلومیٹر دور ہوگا۔ اسی طرح باقی مداروں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ایک اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگرچہ نیوکلیس کی جسامت ایٹم کی جسامت سے اس قدر چھوٹی ہے لیکن اس کی کمیت ایٹم کی کل کمیت کا 99.95% ہوتی ہے۔ کتنی حیران کن بات ہے کہ ایک شے ایک طرف تو کمیت کا تقریباً سارا حصہ ہے اور دوسری طرف نہ ہونے کے برابر جگہ گھیرتی ہے۔ اور ایٹم کا 99.999999999999% حصہ خالی ہے۔ علاوہ ازیں سائنسدانوں نے نہ صرف ان قوتوں کو دریافت کر لیا ہے کہ جنہوں نے ان چھوٹے چھوٹے ایٹموں کو آپس میں جکڑ رکھا ہے بلکہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقے کو بھی معلوم کر لیا ہے کہ جس کے ذریعے ان قوتوں کو ان ایٹموں سے جدا کیا جا سکتا ہے۔اسی طریقہ کو نیوکلیر پاور پلانٹ میں استعمال کرتے ہوئے بجلی حاصل کی جاتی ہے۔جو کہ آج کے دور کی بنیادی ضرورت ہے۔[1]

قارئین کرام آپ اللہ تعالیٰ کی بے نظیر اور عظیم الشان طاقت و قدرت اور علیم و خبیر ہونے کا اندازہ مندرجہ بالا معلومات سے لگا سکتے ہیں کہ اس نے ایک چھوٹے سے ذرے کے اندر کیا کچھ تخلیق کر رکھا ہے اور اس کے اندر کس قدر قوت موجود ہے کہ ہماری عقلیں اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کا اعلان چودہ صدیاں پہلے درج ذیل آیت کریمہ میں اس وقت کیا تھا کہ جب ایٹم کو کائنات کا چھوٹا ترین ذرہ تصور کیا جاتا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ نازل ہوتا ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ط قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ لا عٰلِمِ الْغَيْبِ ج لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

منکرین کہتے ہیں کیا بات ہے کہ قیامت ہم پر نہیں آ رہی ہے! کہو قسم ہے میرے عالم الغیب پروردگار کی 'وہ تم پر آ کر رہے گی۔اس سے ذرّہ برابر کوئی چیز نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے نہ زمین میں۔نہ ذرّے سے بڑی اور نہ اس سے چھوٹی 'سب کچھ ایک نمایاں دفتر میں درج ہے"[2]

---

[1] اللہ کی نشانیاں۔صفحہ 27-28

The Quran and Modern science by Dr. Zakir Naik , Page. 18

http://en.wikipedia.org/wiki/Atom

http://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A7%DB%8C%D9%B9%D9%85

http://particleadventure.org/modern_atom.html

[2] سبا،34:03

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے لا محدود علم کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کے متعلق علم رکھتا ہے جو خواہ چھپی ہوں یا ظاہر۔ اور اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کے بارے میں بھی علم رکھتا ہے جو ایٹم یعنی ذرے سے چھوٹی ہو یا بڑی۔ چنانچہ اس آیت کریمہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ ایٹم سے بھی چھوٹی چیز کا وجود دنیا میں ممکن ہے جبکہ اس حقیقت کو انسان نے بیسویں صدی میں دریافت کیا ہے۔ قرآن کے اس دعویٰ پر جدید سائنس کی تصدیق کی مہر ثبت ہونے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ یہ واقعتا اللہ تعالیٰ کے سچے کلمات سے بھرپور وہ کتاب ہدایت ہے جو اس نے اپنے محبوب ترین بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر اپنا ایمان مضبوط رکھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف درج ذیل آیت مبارکہ میں اشارہ کیا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

"اور ہر جاندار چیز کو پانی سے زندگی بخشی، کیا پھر بھی یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کی خلاقی) پر ایمان نہیں لاتے؟"[1]

﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ط فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى﴾

"اور اوپر سے پانی برسایا اور اس بارش سے پودوں میں سے جوڑے بنائے جو ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں"[2]

جدید سائنس نے آج اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ "ہر جاندار شے میں پانی کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے اور کسی بھی جاندار کے جسم کی ساخت کا وزن 50 سے 90 فی صد تک پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔[3]

ڈاکٹر مورس بوکائیے لکھتے ہیں کہ "ان آیات کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ ہر زندہ چیز پانی سے بنائی گئی ہے (جو اس چیز کا لازمی عنصر ہے) اور دوسرا یہ کہ ہر جاندار شے کی ابتدا پانی سے ہوئی ہے۔ یہ دونوں امکانی مفہوم سائنسی معلومات سے کلی طور پر مطابقت رکھتے ہیں' حیات کی ابتدا فی الحقیقت پانی ہے اور پانی تمام جاندار خلیات کا جزو اعظم ہے۔ پانی کے بغیر زندگی ممکن نہیں ہے۔ جب کسی دوسرے سیارے پر حیات کے امکان پر بحث کی جاتی ہے تو پہلا سوال ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ کیا وہاں حیات کو قائم رکھنے کے لیے

---

[1] سورۃ الانبیاء۔21:30

[2] طٰہٰ،20:53

[3] بحوالہ مائیکروسافٹ انکارٹا انسائیکلوپیڈیا،1996

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافی مقدار میں پانی موجود ہے؟ موجودہ معلومات ہمیں اس بات پر غور کرنے کی طرف مائل کرتی ہیں کہ قدیم ترین جاندار شے کا تعلق یقیناً عالم نباتات سے ہوگا' سمندری کائی کا سراغ ماقبل کیمبرین دور سے ملا ہے۔ یعنی اس زمانہ سے جو دریافت شدہ قدیم ترین زمانہ ہے۔ نامیاتی اشیا جن کا تعلق عالم حیوانی سے ہے' غالباً کسی قدر بعد میں ظہور پذیر ہوئیں' ان کا وجود بھی سمندر سے ہی ہوا۔

یہاں جس لفظ کا ترجمہ "پانی" کیا گیا ہے وہ "ماء" ہے جس سے مراد آسمان سے برسا ہوا پانی اور سمندری پانی دونوں ہو سکتے ہیں۔ ماء کا لفظ یہاں دوسرے معنوں میں ایک سیال شے (بغیر کسی مزید اشارے کے کہ اس کی نوعیت کیا ہوگی) یہ صراحت کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے کہ تمام نباتاتی زندگی کی تشکیل کی بنیاد کیا ہے؟ ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے:

(وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ)

"اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا"[1]

لہٰذا خواہ اس سے عمومی طور پر زندگی کی ابتدا سے بحث کی جائے' وہ عنصر مراد ہو جو پودوں کو مٹی میں جنم دیتا ہے' یا حیوانات کا تخم سمجھا جائے' قرآن میں ذکر کردہ حیات کی ابتدا کے تمام بیانات جدید سائنسی معلومات سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔ زندگی کی ابتدا سے متعلق جو نظریات نزول قرآن کے وقت عام طور پر رائج تھے ان میں سے کوئی بھی قرآن کے متن میں مذکور نہیں ہے۔[2]

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] النور۔24:45

[2] بائیبل' قرآن اور سائنس از موریس بوکائیے۔ صفحہ 226-227

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم نباتات

پہلے وقتوں میں بنی نوع انسان نہیں جانتا تھا کہ پودوں اور پھلوں میں بھی نر اور مادہ کا فرق پایا جاتا ہے۔ علم نباتات نے آج ہمیں بتایا ہے کہ ہر پودے اور پھل میں نر اور مادہ کی جنس پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ یک جنسی پودے میں بھی نمایاں طور پر نر اور مادہ کا فرق پا یا جاتا ہے۔ اس چیز کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں بیان کیا ہے:

﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى﴾

"اور اوپر سے پانی برسایا اور اس بارش سے پودوں میں سے جوڑے بنائے جو ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں"[1]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

"اُسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ ان ساری چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں"[2]

تیسرے مقام پر فرمان باری تعالیٰ نازل ہوتا ہے:

---

[1] طٰہٰ، 20:53

[2] الرعد، 13:03

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

"اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کر دیے شاید تم (ان سے) سبق حاصل کرو"[1]

چوتھے مقام پر اللہ تعالیٰ اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ سے فرماتا ہے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ﴾

"پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود اِن کی اپنی جنس (یعنی نوعِ انسانی) میں سے یا اُن اشیا میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں"[2]

مولانا عبدالرحمان کیلانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "زوج کا لفظ عربی میں تین معنوں میں آتا ہے:

1. متضاد اشیا جیسے دن اور رات، دھوپ اور سایہ، روشنی اور تاریکی، سیاہی اور سفیدی، خوشی اور رنج، خوشحالی اور تنگدستی وغیرہ۔
2. ہم مثل اشیا کے لیے جیسے پاؤں کے دونوں جوتے ایک دوسرے کا زوج ہیں۔ اسی طرح ہر دور کے مشرک ایک دوسرے کا زوج ہیں۔ ایک ہی نوعیت کے مجرم ایک دوسرے کا زوج ہیں۔
3. نر و مادہ کے لیے مثلاً خاوند بیوی کا زوج ہے، بیوی خاوند کی زوج ہے۔ ہر نر مادہ کا زوج ہے اور ہر مادہ نر کا زوج ہے۔ اور اس آیت میں غالباً اسی قسم کے زوج مراد ہیں۔ جانداروں میں ایک دوسرے کا زوج تو سب کے مشاہدہ میں آچکا ہے۔ نباتات میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔ بار بردار ہوائیں نر درختوں کا تخم مادہ درختوں پر ڈال دیتی ہیں تو تب ہی ان میں پھل لگتا اور پکتا ہے اور جدید تحقیق کے مطابق یہ سلسلہ جمادات میں بھی پایا جاتا ہے۔ بجلی کا مثبت اور منفی ہونا یا ایک حقیر سے ذرہ (یعنی ایٹم) میں الیکٹرون اور پروٹون کا مثبت اور منفی ہونا انسان کے علم میں آچکا ہے۔

---

[1] الذاریات، 51:49

[2] یٰس۔ 36:36

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقناطیس میں بھی مثبت اور منفی سرے ہوتے ہیں۔اور جمادات تو کیا ہر چیز ذرات ہی کا مجموعہ ہوتی ہے۔اس نر و مادہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ چلایا کہ ان دونوں کے ملاپ سے ایک تیسری چیز وجود میں آتی ہے جس میں بعض دفعہ تو اصل نر اور مادہ کے کچھ کچھ خواص موجود ہوتے ہیں اور بعض دفعہ یہ تیسری چیز ایسی چیز پیدا ہوتی ہے جس کے خواص پہلی دونوں چیزوں سے بالکل جداگانہ ہوتے ہیں اور اسی چیز کا نام کیمیا یا کیمسٹری ہے۔انسان کا علم جس حد تک پہنچ چکا ہے وہ بہر حال محدود ہے۔جبکہ وحی الٰہی پورا علم ہے جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے ہیں اور ان میں غور کرنے سے انسان کو اللہ کی قدرت کاملہ سے متعلق بہت سے سبق ملتے اور اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔[1]

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ عالم نباتات میں افزائش نسل کے دو طریقے ہیں'ایک جنسی دوسرا غیر جنسی۔ان میں صرف پہلا طریقہ ایسا ہے جو افزائش نسل کی اصطلاح کا فی الحقیقت مستحق ہے کیونکہ اسی سے ایک ایسے حیاتیاتی عمل کا تعین ہوتا ہے جس کا مقصد اس پودے کے مقابلہ میں جس سے یہ پیدا ہوا ہے ایک جدید منفرد وجود کا اظہار ہے۔

غیر جنسی افزائش نسل بالکل سادہ طریقہ پر تعداد میں اضافہ کا نام ہے۔یہ ایک نامیاتی وجود کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتا ہے جو اصل پودے سے جدا ہو گیا ہو اور اس طریقہ سے ترقی پا گیا ہو کہ وہ پھر اسی پودے کے مطابق ہو جائے جس سے وہ نکلا تھا۔مونڈ اور مینگنز کے نزدیک یہ بالیدگی کی ایک مخصوص کیفیت ہے۔اس کی ایک سادہ سی مثال قلم لینا ہے۔کسی پودے سے قلم لے کر اس کو موزوں پانی میں نم مٹی کے اندر لگا دیا جاتا ہے اور نئی جڑیں نکل آنے سے وہ پھر جم جاتا ہے۔بعض پودوں کے نامیاتی اجزا خصوصیت سے اسی مقصد کے لیے وضع ہوتے ہیں۔لیکن کچھ ایسے ہوتے ہیں جن میں کلے پھوٹتے ہیں اور ان کا عمل وہی تخم جیسا ہوتا ہے(یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ تخم جنسی افزائش نسل کے عمل کے نتائج ہیں)۔

عالم نباتات میں جنسی افزائش نسل ایک ہی پودے پر نر اور مادہ کے ملاپ سے جنسی تشکیل کے ذریعے عمل میں آتی ہے یا جداگانہ پودوں پر ہوا کے ذریعے وقوع پذیر ہوتی ہے۔اسی بات کا تذکرہ قرآن میں کیا گیا ہے۔ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

---

[1] تیسیر القرآن، جلد چہارم، الذاریات، حاشیہ 43

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَأَنۢبَتۡنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوۡجٖ كَرِيمٖ﴾

"پس ہم نے (زمین میں) ہر قسم کے نفیس جوڑے اگا دیئے"[1]

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَمِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ جَعَلَ فِيهَا زَوۡجَيۡنِ ٱثۡنَيۡنِ﴾

"اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیے ہیں"[2]

ہمیں معلوم ہے کہ پھل ان اعلیٰ درجہ کے پودوں کی افزائش نسل کے عمل میں آخری حاصل ہے جن کا نظام انتہائی ترقی یافتہ اور پیچیدہ ہے۔ پھل سے قبل کا درجہ پھول کا ہے جس میں نر اور مادہ دونوں کے اعضا (حاصل زر اور بیضہ) ہوتے ہیں۔ آخر الذکر میں اگر ایک مرتبہ تخم اُگ گیا تو وہ گویا بارور ہو جاتا ہے جو اپنی باری سے بڑھتا اور تخم پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا تمام پھل نر اور مادہ کے اعضا کے وجود پر دلالت کرتے ہیں، قرآن میں بیان کردہ آیت کا یہی مفہوم ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ بعض اقسام میں غیر بارور پھولوں سے بھی پھل پیدا ہو سکتا ہے مثلاً گیلا، کئی قسم کے انناس، انجیر، سنترے اور انگور' اس کے باوجود وہ ان پودوں سے حاصل ہو سکتے ہیں جن میں واضح طور پر جنسی خصوصیات ہوتی ہیں۔

افزائش نسل کے عمل کی آخری شکل تخم کے نمونہ کے ساتھ اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ایک دفعہ اس کا بیرونی خول پھٹ جاتا ہے (بعض اوقات یہ تخم ایک گٹھلی میں بند ہوتا ہے)۔ اس طرح پھٹنے سے جڑیں باہر نکل آتی ہیں جو مٹی سے وہ تمام چیزیں جذب کر لیتی ہیں جو پودے کی سست رفتار زندگی کے لیے ایک تخم کی حیثیت سے ضروری ہوتی ہیں جب کہ یہ تخم بڑھتا اور ایک نئے پودے کو جنم دیتا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت نمو کے اس عمل کو اس طرح بیان کرتی ہے:

---

[1] لقمان، 31:10

[2] الرعد۔ 13:03

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ﴾ "بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو' [1]

قرآن کریم اکثر عالم نباتات میں ایک جوڑے کے ان اجزائے ترکیبی کے وجود کا اظہار کرتا ہے اور ایک عمومی سلسلہ احکام کے تحت غیر مفصل طور پر ایک جوڑے (زوج) کا تصور پیش کر دیتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِھِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

"پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اور خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ چیزیں ہوں

جنہیں یہ جانتے بھی نہیں" [2]

ان اشیا کے معنوں کے متعلق جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ نہیں جانتے تھے بہت سے مفروضے قائم کیے جا سکتے ہیں۔ آج ہم ان چیزوں کے ڈھانچوں یا مزدوج عملوں کے مابین امتیاز کر سکتے ہیں جو ذی روح اور غیر ذی روح اشیا میں بے انتہا چھوٹی چیزوں سے لے کر بے حد بڑی چیزوں تک چلی گئی ہیں۔ اصل نکتہ جو ان واضح طور پر بیان کردہ تصورات کو یاد رکھنے اور ایک مرتبہ پھر ذہن نشین کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ وہ جدید سائنس سے کلی طور پر مطابقت رکھتے ہیں کہ نہیں۔ [3]

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] الانعام۔06:95

[2] یٰس۔36:36

[3] بائیبل' قرآن اور سائنس از مورس بوکائیے۔ صفحہ 229-231

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوہا زمین پر پایا جانے والا عنصر نہیں ہے

لوہا بنی نوع انسان کے لیے ایک اہم دھات رہا ہے۔ قران مجید میں لوہے کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

"...اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں"۔[1]

تمام مفسرین نے آیت میں لوہے کے لیے "اتارا" کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے لوگوں کے لیے فائدہ مند ہونے کے معانی لیے ہیں۔ چناچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

"پھر فرماتا ہے ہم نے منکرین حق کی سرکوبی کے لیے لوہا بنایا ہے یعنی اول تو کتاب ورسول اور حق سے حجت قائم کی پھر ٹیڑھے دل والوں کی کجی نکالنے کے لیے لوہے کو پیدا کر دیا کہ اس سے ہتھیار بنیں اور اللہ کے دوست حضرات اللہ تعالیٰ کے دشمن کے دل کا کانٹا نکال دیں۔[2]

مولانا عبدالرحمن کیلانی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"لوہا اگرچہ زمین کے اندر کانوں سے نکلتا ہے تاہم اسے نازل کرنے سے تعبیر کیا جیسا کہ میزان کو نازل کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے مراد ان چیزوں کو پیدا کرنا اور وجود میں لانا اور اجمالاً تمام اشیاء ہی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہیں۔[3]

---

[1] الحدید:25

[2] تفسیر ابن کثیر

[3] (تیسیر القرآن۔ جلد چہارم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودی کا بھی اس آیت کے حوالے سے یہی مؤقف ہے۔آپ کے الفاظ ہیں:

"لوہا اتارنے کا مطلب زمین میں لوہا پیدا کرنا ہے جیسا کہ ایک دوسری جگہ قرآن میں فرمایا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ (الزمر)۔اس نے تمہارے لیے مویشیوں کی قسم کے آٹھ نر و مادہ اتارے"۔چونکہ زمین میں جو کچھ پایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہاں آیا ہے خود بخود نہیں بن گیا ہے اس لیے ان کے پیدا کیے جانے کو قرآن مجید میں نازل کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔[1]

لیکن آج سائنس کی ترقی نے اس آیت کے مفہوم میں حیرت انگیز اضافہ فرمادیا ہے اور جب ہم اس کے لغوی معنوں "طبعی طور پر آسمان سے اتارا".....پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں ایک بے حد اہم سائنسی معجزے کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جدید فلکیاتی محققین نے انکشاف کیا ہے کہ ہماری دنیا میں پایا جانے والا لوہا بیرونی خلا کے عظیم ستاروں سے آیا ہے۔

کائنات میں پائی جانے والی بھاری دھاتیں بڑے ستاروں کے نیوکلئیس (Nucleus) میں پیدا ہوتی ہیں تاہم ہمارے شمسی نظام کے اندر از خود لوہا پیدا کرنے کے لیے موزوں ڈھانچہ نہیں ہے۔یہ صرف سورج سے بہت بڑے سائز کے ستاروں کے اندر پیدا ہو سکتا ہے۔جن میں درجہ حرارت کروڑوں درجہ سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔جب کسی ستارے میں بننے والے لوہے کی مقدار ایک خاص حد سے متجاوز ہو جائے تو وہ اسے برداشت نہیں کر سکتا اور ایک دھماکے کے ساتھ "نوا" (Nova) یا "سپر نوا" (Super Nova) خارج کرتا ہے جو ایک قسم کے شہابیے (Meteorites) ہوتے ہیں۔ان کی بہت بڑی تعداد خلا میں پھیل جاتی ہے۔یہ اس وقت تک حرکت کرتے رہتے ہیں جب تک کسی جرمِ فلکی (Celestial Body) کی قوتِ جاذبہ انہیں اپنی طرف کھینچ نہ لے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوہا زمین پر تشکیل نہیں پایا بلکہ ستاروں کے پھٹنے کے عمل سے شہابیوں کی صورت میں "زمین پر اتارا گیا ہے" بالکل اسی طرح جیسے متذکرہ آیت میں بیان کیا گیا ہے۔اب یہ بات واضح ہے کہ اس حقیقت کا سائنسی طور پر ساتویں صدی میں

[1] (تفہیم القرآن، جلد پنجم، صفحہ 322)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزولِ قرآن کے وقت ادراک نہیں ہو سکتا تھا۔[1] پروفیسر آرم اسٹرانگ (Armstrong) جو امریکی خلائی ادارے ناسا (NASA) (National Aeroxautics Space Administration) میں مصروف عمل ہیں اور ایک نہایت معروف سائنس دان ہیں۔ ان سے لوہے اور اس کی تشکیل کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے وضاحت سے بتایا کہ زمین میں تمام عناصر کس طرح تشکیل پاتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ تشکیل کے مرحلے سے متعلقہ حقائق سائنس دانوں نے حال ہی میں دریافت کیے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سورج کی ابتدائی مرحلے کی توانائی لوہے کی عنصری تخلیق کے لیے کافی نہیں تھی۔ ان کے الفاظ کا مفہوم یہ تھا:

"ریاضی کے حساب سے لوہے کے ایک ایٹم کو بنانے کے لیے ہمارے نظام شمسی (جس میں سورج اور آٹھ سیارے شامل ہیں) کی مجموعی توانائی ناکافی ہے، اس سے کم از کم چار گنا زیادہ توانائی کی ضرورت ہے۔ سائنس دانوں کو یقین ہے کہ لوہا ایک (Extraterrestrial) غیر زمینی شے ہے جو زمین پر پیدا نہیں ہوئی بلکہ کسی دوسرے ذریعے سے زمین پر آئی ہے۔"[2]

علاوہ ازیں اس سورۃ میں دو نہایت دلچسپ ریاضی کے اصول پائے جاتے ہیں۔ "الحدید" (لوہا) قرآن کی سورۃ 57 ہے۔ لفظ "الحدید" کی عددی قیمت (عربی کے نظام ابجد کے مطابق جس میں ہر حرف کی ایک عددی قیمت ہوتی ہے) وہی بنتی ہے یعنی 57۔ صرف لفظ "حدید" (لوہا) کی عددی قیمت (ابجد کے حساب سے) یعنی اس کے ساتھ انگریزی گرامر کی "The" Definite Article لگائے بغیر جو عربی میں "ال" ہے، 26 بنتی ہے اور 26 لوہے کا ایٹمی عدد ہے۔[3]

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] قرآن رہنمائے سائنس، صفحہ 129-130

[2] سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ صفحہ 129-130

[3] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے۔ صفحہ 261

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر میں کتے پالنا

جدید سائنسی معلومات کی روشنی میں

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاضرورت گھر میں کتے پالنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مگر کس قدر دکھ کی بات ہے کہ یورپ کی تقلید میں ہمارے ہاں بھی امیر گھرانوں میں کتوں سے کھیلنا اور شوقیہ طور پر گھروں پر پالنا ایک فیشن اور سٹیٹس سمبل بنتا جارہا ہے۔ پچھلے دنوں پاکستانی چینلز پر ایک موبائل کمپنی کی جانب سے ایک ایڈ دی جارہی تھی، جس میں ایک معصوم بچی ایم ایس ایم کے ذریعے اپنے والد سے کتے کے ایک بچے کو گھر میں لانے کی فرمائش کرتی ہے۔ اسلام میں کتے رکھنا بالکل ہی منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کی محدود اجازت بھی دی گئی ہے چناچہ جو کتے کسی ضرورت سے پالے جائیں مثلاً شکاری کتے یا کھیت اور مویشیوں وغیرہ کی حفاظت کرنے والے کتے تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

مشاہدے کی بات ہے کہ لوگ کتوں پر تو خوب خرچ کرتے ہیں لیکن انسان کی اولاد پر خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں اور مغرب میں تو ایسے بھی لوگ ہیں جو مرتے وقت اپنی جائیداد کتوں کے نام وقف کردیتے ہیں جبکہ وہ اپنے اقربا سے بے رخی برتتے ہیں اور اپنے پڑوسی اور بھائی کو بھول جاتے ہیں۔ مسلمان کے گھر میں اگر کتا ہو تو اس بات کا احتمال رہتا ہے کہ وہ برتنوں وغیرہ کو چاٹ کر نجس بنا کر رکھ دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈالے تو اسے چاہیے کہ برتن کو سات مرتبہ دھوئے۔ ان میں سے ایک مرتبہ مٹی لگا کر دھولے۔"[1]

---

[1] (صحیح بخاری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے پاس جبریل تشریف لائے اور کہا: گزشتہ شب میں آیا تھا لیکن گھر میں داخل نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ دروازہ پر مجسمہ تھا اور گھر میں تصویروں والا پردہ تھا اور گھر میں کتا بھی تھا۔ لہذا جو مجسمہ گھر میں ہے اس کا سر آپ اس طرح کٹوا دیجئے کہ وہ درخت کی شکل میں رہ جائے اور پردہ پھاڑ کر تکیے بنا لیجئے جن کو پامال کیا جائے اور کتے کو گھر سے باہر نکلوا دیجئے۔[1]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی درج ذیل الفاظ میں مذکور ہے۔

"جو شخص کتا پالتا ہے اس کا اجر روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے الا یہ کہ شکار یا کھیتی یا مویشیوں کے لیے پالا جائے۔"

ان احادیث کی رو سے گھر میں کتا پالنے کی ممانعت واضح الفاظ میں موجود ہے مگر اس ممانعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم کتوں کے ساتھ سنگدلانہ برتاؤ کریں اور ان کو ختم کر دیا جائے۔ کیونکہ سنن ابی داؤد کی ایک حدیث میں نبی مہرباں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی موجود ہے کہ

"اگر کتے بھی ایک امت نہ ہوتے تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا"۔

چنانچہ کتوں کے متعلق اسلامی احکامات بیان کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتوں کے گھر میں پالنے کے بارے میں جدید سائنسی معلومات سے بھی عوام الناس کو آگاہ کر دیا جائے جس سے جہاں ایک عام مسلمان کا اپنے دین پر ایمان مضبوط ہو گا وہیں ایک غیر مسلم کے دل میں بھی دین اسلام کے برحق ہونے کے بارے میں ایک مثبت فکر پیدا ہو گی۔ انشاءاللہ

علامہ یوسف القرضاوی نے ان سائنسی معلومات کو اپنی کتاب "اسلام میں حلال و حرام" میں ایک جرمن اسکالر سے قلمبند کیا ہے، اس کا یہ مضمون ایک جرمن رسالے میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں ان اہم خطرات کو بیان کیا گیا ہے جو کتے کو پالنے یا اس کے

---

[1] سنن ابی داؤد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب رہنے کی صورت میں لاحق ہوتے ہیں۔ چناچہ وہ لکھتا ہے:

گزشتہ چند برسوں میں لوگوں کے اندر کتا پالنے کا شوق کافی بڑھ گیا ہے، جس کے پیش نظر ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ لوگوں کی توجہ ان خطرات کی طرف مبذول کرائی جائے جو اس سے پیدا ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ لوگ کتا پالنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ خوش طبعی بھی کرنے لگتے ہیں اور اس کو چومتے بھی ہیں، نیز اس کو اس طرح چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ چھوٹوں اور بڑوں کے ہاتھ چاٹ لے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچا ہوا کھانا کتوں کے آگے اپنے کھانے کی پلیٹوں میں رکھ دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ عادتیں ایسی معیوب ہیں کہ ذوق سلیم ان کو قبول نہیں کرتا اور یہ شائستگی کے خلاف ہیں۔ مزید برآں یہ صحت و نظافت کے اصول کے بھی منافی ہے۔

طبّی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کتے کو پالنے اور اس کے ساتھ خوش طبعی کرنے سے جو خطرات انسان کی صحت اور اس کی زندگی کو لاحق ہوتے ہیں ان کو معمولی خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کو اپنی نادانی کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتوں کے جسم پر ایسے جراثیم ہوتے ہیں جو دائمی اور لاعلاج امراض کا سبب بنتے ہیں بلکہ کتنے ہی لوگ اس مرض میں مبتلا ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دو چکے ہیں۔ اس جرثومہ کی شکل فیتہ کی ہوتی ہے اور یہ انسان کے جسم پر پھنسی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ گو اس قسم کے جراثیم مویشیوں اور خاص طور سے سؤروں کے جسم پر بھی پائے جاتے ہیں لیکن نشوونما کی پوری صلاحیت رکھنے والے جراثیم صرف کتوں پر ہوتے ہیں۔

یہ جراثیم گیدڑ اور بھیڑیئے کے جسم پر بھی ہوتے ہیں لیکن بلیوں کے جسم پر شاذ ہی ہوتے ہیں۔ یہ جراثیم دوسرے فیتہ والے جراثیم سے مختلف ہوتے ہیں اور اتنے باریک ہوتے ہیں کہ دکھائی دینا مشکل ہے، ان کے بارے میں گزشتہ چند سالوں ہی میں کچھ معلومات ہو سکی ہیں۔"

مقالہ نگار آگے لکھتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ جراثیم انسان کے جسم میں داخل ہوتے ہیں اور وہاں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ اکثر پھیپھڑے، عضلات، تلی، گردہ اور سر کے اندرونی حصہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کی شکل بہت کچھ بدل جاتی ہے، یہاں تک کہ خصوصی ماہرین کے لیے بھی ان کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے۔ بہر حال اس سے جو زخم پیدا ہوتا ہے خواہ جسم کے کسی حصہ میں پیدا ہو، صحت کے لیے سخت مضر ہے۔ ان جراثیم کا علاج اب تک دریافت نہیں کیا جاسکا ہے۔ ان وجوہ سے ضروری ہے کہ ہم تمام ممکنہ وسائل کے ساتھ اس لا علاج بیماری کا مقابلہ کریں اور انسان کو اس کے خطرات سے بچائیں۔

جرمن ڈاکٹر نوللر کا بیان ہے کہ کتے کے جراثیم سے انسان پر جو زخم ابھر آتے ہیں ان کی تعداد ایک فی صد سے کسی طرح کم نہیں ہے اور بعض ممالک میں تو بارہ فیصد تک اس میں مبتلا پائے جاتے ہیں.....اس مرض کا مقابلہ کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان جراثیم کو کتوں تک ہی رہنے دیا جائے اور انہیں پھیلنے نہ دیا جائے.....

اگر انسان اپنی صحت کو محفوظ اور اپنی زندگی کو باقی رکھنا چاہتا ہے تو اسے کتوں کے ساتھ خوش طبعی نہیں کرنا چاہیے، انہیں قریب آنے سے روکنا چاہیے، بچوں کو ان کے ساتھ گھل مل جانے سے باز رکھنا چاہیے۔ کتوں کو ہاتھ چاٹنے کے لیے نہیں چھوڑ دینا چاہیے اور نہ ان کو بچوں کے کھیل کود اور تفریح کے مقامات میں رہنے اور وہاں گندگی پھیلانے کا موقع دینا چاہیے۔ لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کتوں کی بڑی تعداد بچوں کی ورزش گاہوں میں پائی جاتی ہے.....

اسی طرح ان کے کھانے کے برتن الگ ہونے چاہئیں۔ انسان اپنے کھانے کے لیے جو پلیٹیں وغیرہ استعمال کرتا ہے ان کو کتوں کے آگے چاٹنے کے لیے نہ ڈال دیا جائے۔ غرضیکہ پوری احتیاط سے کام لے کر ان کو کھانے پینے کی تمام چیزوں سے دور رکھا جائے"۔ [1]

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ان معلومات کو بغور پڑھیں اور پھر ان کا موازنہ نبی مہرباں، آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرمودات کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں کہ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں کتے پالنے سے منع فرمایا ہے۔ مقام غور ہے کہ کیا اس زمانے میں کوئی جدید لیبارٹری موجود تھی کہ جہاں سے حاصل ہونے والی معلومات کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ان

[1] اسلام میں حلال وحرام از علامہ یوسف القرضاوی، صفحہ 169-171

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتوں کی تلقین فرمائی؟۔یقیناایسی بات نہیں تھی،تو پھران نصیحتوں کامأخذ کیاتھا؟ہماراایمان ہے کہ وہ مأخذ!رب ذوالجلال کی ذات بابرکات ہے۔اس کاثبوت قرآن مجید کی سورۃ النجم کی اس آیتِ مبارکہ میں ملتاہے:کہ "وہ(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا۔یہ توایک وحی ہے جواس کی طرف کی جاتی ہے۔"اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ وہ ہمیں قرآن وحدیث کو سمجھنے،ان پر ایمان رکھنے اوران کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر 9

- شہد کی مکھی
- شہد بیماریوں کے لیے شفا ہے
- شہد اور جدید مشاہدات
- شہد کا جوہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکھٹو مکھی جو کہ نر مکھی ہوتی ہے اس کا چھتوں میں شہد کے بنانے میں کوئی کردار نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ پھولوں سے رس چوستی ہے ،اس کا صرف ایک کام ہے کہ وہ ملکہ مکھی کے ساتھ جفتی کرتی ہے۔علاوہ ازیں اگر چھتے میں خوراک کی کمی وغیرہ ہو جائے تو انہیں چھتے سے باہر بھی نکال دیا جاتا ہے۔کارکن مکھیاں جسامت کے اعتبار سے سب سے چھوٹی ہوتی ہیں۔ایک چھتے میں 50,000 سے 60,000 کارکن مکھیاں ہوتی ہیں،ان کی عمر بھی مختصر ہوتی ہے اور یہ 28 سے 35 دن تک ہوتی ہے،تاہم ستمبر اور اکتوبر کے درمیان پیدا ہونے والی مکھیاں سردیوں کا پورا موسم گزارتی ہیں۔یہ ایک منٹ میں 11,400 دفعہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی پرواز کے دوران ایک نمایاں بھنبھناہٹ سی محسوس ہوتی ہے۔

کارکن مکھیاں انڈوں سے بچے نکالنے،ان کو غذا مہیا کرنے اور ان کے لیے رہائشی کمرے تیار کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہیں۔

ان کی آبادیوں میں بے کار افراد کو قتل کر دیا جاتا ہے۔کارکن مکھیاں تمام دن اڑتی ہوئی پھولوں سے "ماءالحیات" Nectar تلاش کرتی ہیں۔ہر پھول کے نیچے مٹھاس کا ایک قطرہ ہوتا ہے۔مکھیاں اس کی تلاش میں ڈال ڈال منڈلاتی ہیں اور جہاں سے مل جائے اسے اپنے منہ کی تھیلی میں رکھ کر چھتے کو لوٹ جاتی ہیں اور اپنی برادری کو اس علاقہ میں مزید ماءالحیات کی موجودگی یا غیر موجودگی کی اطلاع بھی دیتی ہیں۔ابتدائی طور پر اس ماءالحیات میں 50 سے 80 فی صد پانی ہوتا ہے۔چھتے میں لے جا کر اسے گاڑھا کیا جاتا ہے اور جب اس سے شہد بنتا ہے تو اس میں پانی کی مقدار 16 سے 18 فی صد کے درمیان رہ جاتی ہے۔

یہ مکھیاں خط استوا کی حدت سے لے کر برفانی میدانوں کی برودت تک میں زندہ رہ سکتی ہیں۔مگر ان کے چھتے کا اندرونی درجہ حرارت 34 سینٹی گریڈ کے قریب رہتا ہے۔اگر اس پاس کا موسم 49 سینٹی گریڈ تک بھی گرم ہو جائے تو چھتا متاثر نہیں ہوتا۔ٹھنڈک میں زیادتی کی وجہ سے ذخیرہ پر گزر اوقات اور خوشگوار موسم کا انتظار کرتی ہیں۔ایک چھتا سال میں تقریباً 500 کلو گرام ماءالحیات حاصل کر کے اس سے شہد تیار کرتا ہے،چھتوں میں شہد کے علاوہ موم اور پولن کے دانے بھی ذخیرہ کیے جاتے ہیں۔پھولوں کی پتیوں کے درمیان ان کے تولیدی اعضا ہوتے ہیں۔مکھی جب اس کو چوسنے کے لیے کسی پھول پر بیٹھتی ہے تو نر پھولوں کے تولیدی دانے اس کے جسم کو لگ جاتے ہیں جن کو Pollen کہتے ہیں۔پولن کے دانے لگی مکھی جب دوسرے پھول پر بیٹھتی ہے تو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نسوانی حصے ان دانوں کو اپنی جانب کھینچ کر باروری حاصل کرتے ہیں۔اس طرح مکھی کی اڑان زراعت کے لیے ایک نہایت مفید خدمت سرانجام دیتی ہے۔اور کہا جاتا ہے کہ امریکہ میں پیدا ہونے والی 90 اقسام کی زرعی پیداوار کی ترویج اور باروری صرف شہد کی مکھی کی مرہون منت ہے۔پولن کے جو دانے بچ جاتے ہیں ان کو چھتے میں لے جا کر کارکنوں کی خوراک میں لحمی اجزا کے طور پر شامل کر دیا جاتا ہے۔ان کی کچھ مقدار شہد میں بھی موجود ہوتی ہے۔ [1]

پھولوں پر نشان لگانے کا طریقہ

جب کبھی کوئی شہد کی مکھی ایک پھول سے رس چوس کر لے آچکی ہو تو بعد میں آنے والی مکھی کو اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ کوئی مکھی پہلے بھی اس پھول کا رس لے گئی ہے۔ایسی صورت میں وہ اس پھول کو فوراً چھوڑ دیتی ہے۔اس طرح اس کا وقت اور توانائی بچ جاتی ہے۔مگر بعد میں آنے والی مکھی کو اس بات کا علم کیسے ہو جاتا ہے کہ وہ پھول کی پڑتال کیے بغیر ہی سمجھ جاتی ہے کہ اس پھول کا رس پہلے ہی کوئی شہد کی مکھی چوس لے گئی ہے؟

یہ یوں ممکن ہوتا ہے کہ وہ شہد کی مکھی جو پہلے اس پھول سے رس چوسنے آئی تھی وہ اس پھول پر ایک خاص قسم کے عطر کا ایک قطرہ گرا کر آئی تھی تاکہ اس کی آمد کا بعد میں آنے والی مکھی کو علم ہو جائے۔جب کبھی بعد میں کوئی شہد کی مکھی اس پھول کو دیکھتی ہے وہ اس خوشبو کو سونگھ کر اندازہ لگا لیتی ہے کہ پھول اب اس کے کسی کام کا نہیں رہا اور وہ کسی اور پھول کی جانب بڑھ جاتی ہے۔اس طرح بعد میں آنے والی شہد کی مکھیاں اس پھول پر اپنا وقت ضائع نہیں کرتیں۔ [2]

---

[1] طب نبوی اور جدید سائنس، جلد اول، سے اقتباس

/http://www.honey.com/nhb/benefits

اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے، صفحہ 34-35

[2] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے، صفحہ 40

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہد بیماریوں کے لیے شفا ہے

﴿مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

"مختلف رنگوں کا مشروب (شہد) نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔" [1]

قرآن نے شہد کو "شفاء للناس" کہا ہے۔ جس کی افادیت کو آج سائنس نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ شہد کے کئی رنگ ہوتے ہیں۔ زرد ،سفیدی مائل یا سرخی مائل یا سیاہی مائل۔ اور ان رنگوں کے بھی مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ تاہم ہر قسم کے شہد میں چند مشترکہ خواص ہیں۔ سب سے اہم خاصیت یہ کہ ہے بہت سی بیماریوں کے لیے شفا کا حکم رکھتا ہے الا یہ کہ مریض خود سوء مزاج کا شکار نہ ہو جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے:

"ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا "میرے بھائی کا پیٹ خراب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کو شہد پلاؤ" وہ دوبارہ آ کر کہنے لگا، یا رسول اللہ! شہد پلانے سے تو اس کا پیٹ اور خراب ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کا قول سچا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ جاؤ اسے پھر شہد پلاؤ" وہ تیسری بار آیا اور کہنے لگا "میں نے شہد پلایا لیکن اسے اور زیادہ پاخانے لگ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا "اللہ نے سچ کہا اور تیرے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ کہا" اس نے پھر شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔ [2]

اس حدیث پر ڈاکٹر خالد غزنوی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ حدیث علم العلاج اور ماہیت مرض کے بارے میں ایک روشن راہ ہے، کیونکہ اسہال کا سبب آنتوں میں سوزش ہے، جو کہ

---

[1] النحل، 16:69

[2] (بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جراثیمی زہر یعنی Toxin یا وائرس سے ہو سکتی ہے۔ اگر ایسے مریض کی آنتوں میں حرکات کو فوری طور پر بند کر دیا جائے تو سوزش بدستور رہے گی یا جراثیمی زہر وہیں رہ جائے گا۔ اس لیے علاج کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے آنتوں کو صاف کیا جائے۔ پھر جراثیم مارے جائیں۔ شہد میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ یہ دونوں کام کر سکتا تھا۔" [1]

شہد اور جدید مشاہدات

☆ انگلستان میں سالفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر لاری کرافٹ نے حساسیت اور موسم بہار میں حساسیت کی وجہ سے ہونے والے بخار سے متاثرہ 200 مریضوں پر تجربات کے بعد ثابت کیا ہے کہ یہ عوارض کسی اور دوائی کو شامل کیے بغیر صرف شہد سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر کرافٹ کے مطابق یہ شہد باغوں سے حاصل کیا گیا ہو اور اسے بار بار یا زیادہ گرم نہ کیا گیا ہو۔ گندم کے آٹے میں شہد ملا کر مرہم سی بنا کر پھوڑے پھنسیوں پر لگانا' ان کو مندمل کر دیتا ہے۔ شہد میں سرکہ اور نمک ملا کر چھائیوں پر لگانے سے داغ دور ہو جاتے ہیں۔ روغن گل میں ملا کر گندے زخموں پر بطور مرہم لگانے سے ان کی عفونت رفع کر کے انہیں ٹھیک کر دیتا ہے۔ عرق گلاب میں شہد ملا کر بالوں پر لگانے سے جوئیں مر جاتی ہیں۔ بال ملائم اور چمک دار ہو جاتے ہیں۔

☆ جرمنی میں حال ہی میں ایک دوائی Nordiske Proplis کے نام سے تیار ہو رہی ہے۔ جو کیپسول، دانے دار شربت اور مرہم کی صورت میں تیار کر کے برلن کی Sanhelios کمپنی نے تحقیقات کے بعد مارکیٹ میں پیش کی ہے، علاوہ ازیں ڈنمارک کے پروفیسر لنڈ اور دنیا کے دیگر ملکوں میں محققین نے یہ پتہ چلایا ہے کہ شہد میں ایک جراثیم کش عنصر Propils کے نام سے موجود ہے۔ لیبارٹری تجربات کے مطابق یہ پیپ اور سوزش پیدا کرنے والے جراثیم کو ہلاک کرنے کی استعداد دوسری تمام ادویہ سے زیادہ رکھنے کے علاوہ جسم کی قوت مدافعت میں اضافہ بھی کرتا ہے۔

---

[1] طب نبوی اور جدید سائنس، جلد اول، صفحہ 171

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆مختلف لیبارٹریوں میں مشاہدات کے بعد اسے ناک، کان، گلا، نظامِ انہضام، نظام تنفس اور اعصاب کی ہر قسم کی سوزشوں میں کسی بھی دوائی سے زیادہ مفید پایا گیا۔

☆یہ وہ منفرد دوائی ہے جو وائرس کو بھی ہلاک کر سکتی ہے۔انفلوئنزا اور زکام میں اس سے نہ صرف کہ مریض تندرست ہو گئے بلکہ اس نے جھلیوں کی جلن کو فوراً دور کر دیا۔

☆لندن کے مضافات میں کینٹ سے برطانوی اخبارات نے لکھا ہے کہ جوڑوں کی بیماریوں کے سیکڑوں پرانے مریض پروپالس کے استعمال سے شفایاب ہو گئے۔

☆لاہور کے ایک دوافروش ادارہ "شفا میڈیکوز" نے ایک مرتبہ جرمنی سے شہد سے بنے ہوئے ٹیکے درآمد کیے۔ان ٹیکوں کے بارے میں دواساز ادارے کا دعوٰی تھا کہ یہ جسم سے کمزوری دور کرتے ہیں۔ جسم سے حساسیت یعنی Allergy کو ختم کرتے ہیں۔ حساسیت سے پیدا ہونے والی جلدی بیماریوں، خاص طور پر ایگزیما میں مفید ہیں، جوڑوں کے درد میں معمولی تکلیف کے لیے ٹیکے گوشت یا ورید میں لگائے جائیں اور اگر جوڑ سوج گئے ہوں یا جوڑوں کی ہڈیاں گل رہی ہوں تو یہ ٹیکہ جوڑ کے اندر لگایا جائے۔ان ٹیکوں کا نام M-2-WOELUM تھا۔انہیں جرمنی کے شہر کولون کی ویلم کمپنی نے تیار کیا اور دلچسپی کی بات یہ کہ انہوں نے اپنے طبّی رسالہ میں بتایا کہ انہوں نے شہد کو اس طرح استعمال کرنے کا راستہ قرآن مجید سے معلوم کیا۔

☆ امریکہ میں پروفیسر سٹوارٹ نے لیبارٹری میں تپ محرقہ اور پیپ پیدا کرنے والے جراثیم کی مختلف قسموں کو شہد میں ڈالا۔یہ حیرت انگیز مشاہدہ ہوا کہ جراثیم کی کوئی بھی قسم شہد میں زندہ نہ رہ سکی۔ [1]

شہد میں انسان کے لیے شفا ہے، اس سائنسی حقیقت کی تصدیق ان سائنس دانوں نے کر دی تھی جو 20-26 ستمبر 1993ء میں چین میں منعقدہ عالمی کانفرنس برائے مگس بانی میں شریک ہوئے تھے۔اس کانفرنس میں شہد سے تیار کی جانے والی دواؤں پر بحث کی

---

[1] طب نبوی اور جدید سائنس، جلد اول سے اقتباس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی تھی۔امریکی سائنس دانوں نے بطور خاص یہ کہا"شہد،رائل جیلی،زردانہ اور شہد کی مکھی کی رال بہت سی بیماریوں کا علاج ہیں "۔رومانیہ کے ایک امراض چشم کے ڈاکٹر نے بتایا کہ اس نے ایسے مریضوں پر شہد کو آزمایا جو موتیا بند کے شکار تھے اور 2094مریضوں میں سے 2002مریض تندرست ہو گئے۔پولینڈ کے اطبا نے بھی کانفرنس میں بتایا کہ شہد کی مکھی کی رال بہت سی بیماریوں کا علاج ہے جن میں Haemothoids، جلد کے مسائل،امراض نسواں اور بہت سی دوسری صحت کی خرابیاں شامل ہیں۔[1]

شہد کی کیمیائی ہیئت انسانی جسم کی ساخت میں جتنے بھی کیمیاوی مرکبات استعمال ہوتے ہیں یاانسان کو ان کی ضرورت رہتی ہے،ان میں سے ہر عنصر شہد میں موجود ہوتاہے۔اشیائے خوردنی میں حیاتین کی موجودگی کے بارے میں اصول یہ ہے کہ بعض خوراکیں ایسی ہیں جن میں حل پذیر وٹامن ہوتے ہیں اور بعض ایسی ہیں جن میں چکنائی میں حل ہونے والے وٹامن مثلاًA.D.E.K پائے جاتے ہیں۔شہد وہ منفرد مرکب ہے جس میں ہر قسم کے وٹامن موجود ہیں۔

شہد میں موجود مشہور عناصر،مٹھاس،فرکٹوس،فارمک ایسڈ،فراری تیل،موم اور پولن گرین Pollengrains ہوتے ہیں۔ 50- 60فارن ہائیٹ پر شہد دانے دار بن جاتاہے۔اس کے اجزا میں اہمیت مٹھاس کو ہے۔کیمیاوی طور پر مٹھاس کی سب سے مشکل قسم نشاستہ ہے، جب ہم روٹی کی صورت میں نشاستہ منہ میں ڈالتے ہیں تو چبانے کے دوران تھوک کا جوہر PTYALIN نشاستہ کو گلوکوس میں تبدیل کر دیتاہے،جس سے ہم لقمہ کو چباتے چباتے مٹھاس محسوس کرنے لگتے ہیں۔

قرآن مجید نے مکھیوں کے منہ میں متعدد قسم کے جوہروں کی نشاندہی کی ہے۔اور علم کیمیا کی ترویج سے اس ارشاد ربانی کی صداقت کا عمل یوں معلوم ہوا ہے کہ یہ پھولوں سے حاصل ہونے والی چیزوں اور خاص طور پر پولن کے دانوں میں موجود نشاستہ کو فرکٹوس میں تبدیل کر دیتی ہیں۔اسی طرح مکھی کے راستہ میں چینی بھی آتی ہے۔جسے کیمیاوی طور پر SUCROSE کہتے ہیں۔مکھی

[1] اللہ کی نشانیاں،عقل والوں کے لیے،صفحہ 41

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے منہ میں ایک ہاضم جوہر INVERTASE کے نام سے پایا جاتا ہے۔ وہ چینی یا دوسری نشاستہ دار چیزوں کو آسان ساختوں کی مٹھاسوں یا INVERT SUGARS میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ [1]

شہد کا جوہر

(يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهُ فِيْهِ شِفَآءٌ لِلنَّاسِ)

"ان مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا مشروب (شہد) نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔" [2]

قرآن مجید اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ شہد کی مکھی کے پیٹ سے مختلف قسم کی رطوبتیں خارج ہوتی ہیں۔ جن کو علم طب میں ENZYMES کہتے ہیں۔ یہ جوہر مختلف امراض کے علاج میں مفید ہیں۔ اس آیت کا مفہوم تب معلوم ہوا، جب جرمن کیمیا دانوں نے شہد سے "شاہی موم" "ROYAL JELLY" نام کا عنصر علیحدہ کر لیا۔ اس انکشاف نے قرآن مجید کی صداقت اور افادیت کو واضح کر دیا۔ اب اس آیت سے مراد صرف شہد نہیں بلکہ وہ علیحدہ جوہر ہیں جو مکھی کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں۔ شاہی موم ایک ایسی رطوبت ہے جو چھتے کی کارکن مکھیوں کے حلق سے خارج ہوتی ہے۔ اس قوت بخش مادے میں شکر، لحمیات، چربی اور بہت سی حیاتین شامل ہوتی ہیں۔ اس جوہر کو رائل جیلی کا نام اس لیے دیا گیا کہ چھتے میں بچے صرف ملکہ دیتی ہے۔ اس کے شہزادوں کی پرورش جس خوراک پر ہوتی ہے وہ شاہی خوراک ٹھہری اور اس مناسبت سے اس سیال کا نام "رائل جیلی" قرار پایا۔

دنیا میں جتنے بھی چرند اور پرند ہیں ان کے بچے جب پیدا ہوتے ہیں تو ان کا وزن جتنا بھی ہو بالغ ہونے کے بعد والے وزن سے ت

---

[1] طب نبوی اور جدید سائنس، جلد اول، صفحہ 187-188

[2] النحل، 16:69

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناسب میں ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا بچہ اگر پیدائش کے وقت آٹھ پونڈ کا ہو اور بالغ ہونے پر اس کا وزن 160 پونڈ ہو تو مراد یہ ہوئی کہ بچے کا وزن بلوغت پر بیس گنا بڑھا۔ عام حیوانات کے بچے بیس سے پچیس گنا بڑھتے ہیں، شہد کی مکھی کا بچہ بڑا ہونے پر اپنے پیدائشی وزن سے 350 گنا بڑھتا ہے۔ پوری حیوانی دنیا میں کسی بچے کے اتنا بڑھنے کی کوئی مثال نہیں۔ یہ ایک منفرد واقعہ ہے، چونکہ ان بچوں کی خوراک رائل جیلی ہوتی ہے اس لیے لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ رائل جیلی جسمانی نشوونما پر مفید اثرات رکھتی ہے اور کمزوری کو دور کرتی ہے۔ ان معلومات کے بعد ڈاکٹروں نے کمزوری کے مریضوں پر اس جوہر کے وسیع مشاہدات کیے۔ جرمنی میں یہ جوہر بوتلوں اور گولیوں کی صورت میں تیار ہوا اور ہر جگہ سے مقبولیت کی سند پائی۔

موجودہ زمانے میں اس جوہر کو تیار کرنے کا سب سے بڑا مرکز عوامی جمہوریہ چین ہے، چین میں دواسازی کی صنعت کے اشتراکی ادارہ "پیکنگ کیمیکل اینڈ فارماسوٹیکل ورکس" نے "پیکنگ رائل جیلی" کے نام سے خالص مشروب اور ٹیکے تیار کیے ہیں۔ تیار کرنے والوں نے اس کے تین اہم فوائد بیان کیے ہیں:

1. جب وزن روز بروز کم ہو رہا ہو۔ جب بھوک اڑ جائے، بیماری سے اٹھنے یا زچگی کے بعد کی کمزوری کے لیے۔
2. عام جسمانی کمزوری، دماغی اور جسمانی تھکن اور کمزوری کے لیے۔
3. پیچیدہ اور پرانی بیماریوں میں جیسے کہ جگر کی بیماریاں، خون کی کمی، وریدوں کی سوزش اور ان میں خون کا انجماد، جوڑوں کی بیماریاں اور گنٹھیا، عضلات کی انحطاطی بیماریاں DEGENRATIVE DISEASES، معدہ کا السر۔

قرآن مجید نے مکھی کے جسم سے خارج ہونے والے اس جوہر کو شفا کا مظہر قرار دیا ہے اور دنیا کے ہر گوشہ سے اس کی تصدیق میسر آرہی ہے۔ [1]

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] طب نبوی اور جدید سائنس، جلد اول، صفحہ 210-212

اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے، صفحہ 45

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر10

- جانوروں اور پرندوں کا بستیاں بنا کر رہنا
- چیونٹیوں کے رہنے سہنے اور کام کرنے کا طریقہ
- پرندوں کی اُڑان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانور اور پرندے بھی انسانوں کی طرح

بستیاں بنا کر مل جل کر رہتے ہیں

جدید تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ جانور اور پرندے بھی انسانوں کی طرح بستیاں بنا کر مل جل کر رہتے ہیں۔ جہاں وہ منظم طریقے سے کام کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر اس آیت میں کیا ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۚ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾

"زمین میں جتنے بھی چلنے والے جانور ہیں اور جتنے بھی اپنے بازوؤں سے اڑنے والے پرندے ہیں۔ وہ سب تمہاری ہی طرح کی انواع ہیں۔ ہم نے ان کی بھی تقدیر لکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ پھر یہ سب اپنے پروردگار کے حضور اکٹھے کیے جائیں گے"[1]

یعنی سب جانداروں کو خواہ وہ حشرات الارض ہوں یا پرندے ہوں یا چرندے ہوں، اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے جیسے تمہیں ہوتی ہے اور یہ سب انواع اللہ کے قوانین کی پابند ہیں اور اپنی فطری حدود سے سر مو تجاوز نہیں کرتیں اور نہ کر سکتی ہیں۔ ان سب جانداروں کو وحی کے ذریعہ وہ علوم سکھلائے جاتے ہیں جو ان کے لیے اور ان کی نوع کی بقا کے لیے کارآمد اور ضروری ہیں اور ان چیزوں سے منع کیا جاتا ہے جو ان کے لیے مضر ہیں۔ مثلاً گائے، بھینس اور بھیڑ بکری وغیرہ پر یہ حرام ہے کہ وہ گوشت کھائیں اور اگر وہ اس جرم کا ارتکاب کریں گے تو اس کا انہیں ضرور نقصان پہنچے گا۔ اسی طرح شیر پر گھاس کھانا حرام اور گوشت کھانا فرض ہے۔ اس کا الٹ کرے گا تو سخت نقصان اٹھائے گا اور زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ شہد کی مکھیوں کو بذریعہ وحی سکھلا دیا کہ اس قسم کا گھر تیار

[1] الانعام، 06:38

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں۔ پھر پھلوں اور پھولوں سے رس چوس کر شہد بنائیں اور بہر حال اپنی سردار مکھی یعسوب کی اطاعت کریں۔ الغرض ہر نوع کی طرف وحی کی جاتی ہے اور اس کی شریعت جداگانہ ہے [1]

[1] تیسیر القرآن، جلد اول، الانعام، حاشیہ 43

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشنی کی ضرورت ہے اس منزل کا محل وقوع ایسا ہے کہ زیادہ سے زیادہ روشنی اندر داخل ہو سکتی ہے اور جن شعبوں کو ایک دوسرے سے مسلسل واسطہ رہتا ہے ایک دوسرے کے قریب بنائے گئے ہیں اور رسائی کو زیادہ سے زیادہ آسان بنایا گیا ہے۔ زائد از ضرورت سامان رکھنے کا شعبہ عمارت میں ایک طرف علیحدہ تعمیر کیا گیا ہے جہاں پر عام ضرورت کا سامان رکھا گیا ہے۔ اس کا محل وقوع ایسا ہے کہ ہر کسی کی رسائی آسانی سے ہو۔

ہیڈ کوارٹر کے خدوخال یہیں تک محدود نہیں ہیں۔ تمام تر وسعت کے باوجود عمارت کو یکساں طور پر گرم رکھا گیا ہے۔ بہت ترقی یافتہ مرکزی حرارتی مرکز کی وجہ سے عمارت کو تمام دن کسی بھی مطلوبہ درجہ حرارت پر رکھا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ساری عمارت کو بیرونی موسمی حالات، چاہے وہ کتنے شدید ہوں، سے بچانے کے لیے حاجز دیواروں کے اندر بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تقسیم کار کے لحاظ سے درج ذیل حصے یا شعبے پائے جاتے ہیں۔

1۔ فضائی دفاعی نظام

جب چیونٹیوں کے سب سے بڑے دشمن حملہ آور ہوتے ہیں تو لڑاکا چیونٹیاں پشت کے بل الٹی لیٹ کر بستی کے سوراخوں سے اوپر پرندوں کی طرف تیزاب فائر کرتی ہیں۔

2۔ گرین ہاؤس

جنوبی رخ کے اس خانے میں ملکہ چیونٹی کے انڈے رکھے جاتے ہیں۔ اس خانہ کا درجہ حرارت 38 سینٹی گریڈ رکھا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7۔بچوں کی پرورش کا خانہ

اس کام پر متعین چیونٹیاں ایک سفید میٹھی رطوبت پیدا کر کے جسم میں جمع رکھتی ہیں۔بوقت ضرورت پیٹ کو اپنے انٹینا سے چھید کر بچوں کو کھلاتی ہیں۔

8۔گوشت کا ذخیرہ خانہ

مکھیاں، جھینگر، دشمن چیونٹی اور دوسرے حشرات کو ہلاک کرنے کے بعد اس خانے میں رکھا جاتا ہے۔

9۔اناج خانہ

چیونٹیاں اناج کے بڑے ٹکڑوں کو کتر کر چھوٹے چھوٹے ذرات میں تبدیل کرتی ہیں۔یہ موسم سرما میں بطور ڈبل روٹی استعمال ہوتے ہیں۔

10۔لاروا کی دیکھ بھال کا خانہ

اس جگہ لاورا کو خاص چیونٹیاں اپنا لعاب دہن لگاتی ہیں جس میں اینٹی بائیوٹک مرکبات شامل ہوتے ہیں۔اس طرح اُن کے بیمار ہونے کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

11۔سردیوں کا خانہ

سرمائی نیند سونے والی چیونٹیاں اس خانے میں نومبر سے مئی تک سوئی رہتی ہیں۔جاگنے پر ان کا پہلا کام اس کمرے کی صفائی ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12۔عمارت کو گرم رکھنے کا انتظام

اس شعبے میں پتوں کے ٹکڑوں کو گھاس پھونس سے ملایا جاتا ہے۔اس عمل سے خارج ہونے والی حرارت سے عمارت کا اندرونی درجہ حرارت 20 سے 30 سینٹی گریڈ تک رہتا ہے۔

13۔انڈوں کا ذخیرہ

اس خانے میں ملکہ کے انڈے ترتیب سے رکھے جاتے ہیں۔جو انڈہ ایک خاص عمر تک پہنچتا ہے اسے اٹھا کر گرین ہاؤس میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

14۔شاہی کمرہ

اس میں ملکہ انڈے دیتی ہے۔اسے کھلانے اور صفائی کے ذمہ دار کارکن اسی جگہ ملکہ کے ساتھ قیام کرتے ہیں۔اس صدی میں کی گئی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ اس مخلوق میں ذرائع ابلاغ کا ناقابل یقین سلسلہ پایا جاتا ہے۔"نیشنل جیو گرافک" کی ایک اشاعت میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے۔"ہر چیونٹی، بڑی ہو یا چھوٹی' کے دماغ میں حسی اعضا کا ایک نظام ہوتا ہے جو کئی ملین کے حساب سے کیمیائی اور بصری پیغام وصول کرتا اور سمجھتا ہے۔اس کا دماغ پانچ لاکھ اعصابی خلیوں سے مل کر بنا ہے۔اس کی آنکھیں بھی ایک سے زیادہ عدسوں سے مل کر بنی ہیں۔سر سے نکلے ہوئے بال یعنی انٹینا وہی کام کرتے ہیں جو انسانی انگلیوں کی پوریں اور ناک کرتی ہے۔منہ کے نیچے دہانہ کے اندر کے ابھار ذائقہ محسوس کرتے ہیں۔اس کے بال کسی چیز کے ساتھ مس کر کے اسے پہچانتے ہیں"۔

انہی حسی اعضا کی مدد سے چیونٹی کا بے مثال سلسلہ ابلاغ کام کرتا ہے۔وہ ساری زندگی اس سے کام لیتی ہے۔شکار کی تلاش اور تعاقب، ساتھی کارکنوں سے رابطہ، بستی کی تعمیر اور حفاظت غرض یہ کہ ہر شعبۂ حیات میں انہی اعضا سے مدد لی جاتی ہے۔ہم انسانوں کو حیران کر دینے والا پانچ لاکھ اعصاب پر مشتمل یہ جال دو سے تین ملی میٹر کے جسم میں بنا گیا ہے۔ذہن میں رہے کہ پانچ لاکھ خلیوں پر مشتمل یہ نظام ایسی چیونٹی کے اندر موجود ہے جو انسانی جسم کا صرف دس لاکھواں حصہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیمیائی پیغام رسانی یا ابلاغ

چیونٹیوں کے مابین پیغام رسانی کیمیائی مادوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ باہمی ابلاغ کے لیے جو کیمیائی مادے چیونٹیاں استعمال کرتی ہیں ان کا اجتماعی نام (Semio Chemical) ہے۔ ان کیمیائی مادوں کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ فیرومون (Pheromones) اور ایلومونز (Allomones)۔

جب مختلف انواع کے درمیان پیغام رسانی کی ضرورت ہو تو ایلومون استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن ایک نوع سے تعلق رکھنے والی چیونٹیاں آپس میں پیغام رسانی کے لیے فیرومون استعمال کرتی ہیں اور یہی سب سے زیادہ استعمال ہونے والا خامرہ یعنی ہارمون ہے۔ یہ خامرہ ان کے جسموں میں موجود بے نالی غدود (Endocrine Gland) بناتے ہیں۔ ایک چیونٹی اسے خارج کرتی ہے تو دوسری چیونٹیاں اسے سونگھ کر یا چکھ کر پیغام سمجھ جاتی ہیں اور اس کے مطابق رد عمل دیتی ہیں۔

جو چیونٹی خوراک تلاش کرتی ہے دوسری چیونٹیوں کو وہاں پہنچانے کے لیے درج ذیل طریقہ اختیار کرتی ہے۔ بستی کی طرف واپسی کے سفر میں وہ وقفے وقفے سے پیٹ کو زمین کے ساتھ لگاتی اور خاص کیمیائی پیغام چھوڑتی چلی آتی ہے۔ لیکن یہ کام شکار یا خوراک سے بستی تک ایک چکر میں مکمل نہیں ہوتا۔ چیونٹی تین سے سولہ چکر میں اپنے گھروندے میں موجود چیونٹیوں سے رابطہ کرتی ہے۔ جب تک وہ انہیں ساتھ لے جانا نہیں چاہتی کوئی اس کے ہمراہ نہیں جاتا۔ صرف وہی چیونٹیاں اس کے ہمراہ جائیں گی جنہیں انٹینا کے مس سے پیغام دیا گیا ہے۔ عام طور پر پہلے ہراول دستہ خوراک تک جاتا ہے اور واپسی کے سفر میں ایک بار پھر راستے پر کیمیائی نشان لگا دیتا ہے۔ اب جو چیونٹیاں خوراک تک جائیں گی انہیں سکاؤٹ یا رہنما چیونٹی کی ضرورت نہیں، وہ اسی کیمیائی طور پر متعینہ راستے پر چلتی ہوئی منزل تک پہنچ جاتی ہیں۔

دریافت شدہ ذخیرہ خوراک تک رہنمائی کے لیے کئی طرح کے کیمیائی مادے استعمال ہوتے ہیں۔ مختلف مادے کیوں استعمال کیے جاتے ہیں؟ ماہرین کا اندازہ ہے کہ بستی اور ذخیرہ خوراک تک ایک سے زیادہ راستے بنائے جاتے ہیں اور ہر راستے پر الگ کیمیکل سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشان لگا دیا جاتا ہے۔ جب پیغام کی شدت میں کمی بیشی مقصود ہو تو پیغام رسانی کے لیے استعمال ہونے والے کیمیکل کی مقدار کم یا زیادہ کر دی جاتی ہے۔ پیغام کی شدت عام طور پر بستی کے بھوکا ہونے یا نئے گھروندوں کی ضرورت ظاہر کرتی ہے۔

کیمیائی ابلاغ میں لمس کا کردار

چیونٹیاں بستی میں نظم وضبط کے لیے ہدایات لینے اور دینے کے لیے ایک دوسرے کو انٹینا سے مس کرتی ہیں۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ان کے مابین ایک انٹینا زبان بھی موجود ہے۔ لیکن اس زبان کا استعمال محدود ہے۔ اسے کھانا یا میٹنگ وغیرہ شروع ہونے کی اطلاع یا شرکت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ زبان زیادہ تر ایک نوع کی چیونٹیاں اور ان میں سے بھی زیادہ تر کارکن استعمال کرتی ہیں۔

چیونٹیوں کی کچھ انواع دعوت دینے کے اس طریقے سے زیادہ کام لیتی ہیں۔ اس کی مثال (Bypo Ponera) نوع ہے۔ اس نسل کے دو کارکن آمنے سامنے آتے ہیں تو مدعو کرنے والی چیونٹی اپنا سر نوے درجے کے زاویے پر ایک طرف موڑ لیتی ہے اور اپنی دوست کے سر کے بالائی اور زیریں حصے کو اپنے انٹینے سے چھوتی ہے، جسے دعوت دی جا رہی ہے۔ وہ بھی یہی عمل دہراتی ہے۔ لیکن جب ایک گھروندے کی چیونٹیاں اس طرح مس کرتی ہیں تو مقصد اطلاع دینا نہیں بلکہ دوسرے کے خارج کردہ ہارمون حاصل کر کے اطلاع لینا ہوتا ہے۔ ایک چیونٹی دوسرے کے ہارمون لے لیتی ہے اور آگے بڑھ جاتی ہے۔ اب وہ اس قابل ہے کہ اس کے راستے کو سونگھ کر پہچانتی اور اس پر چلتی ہے۔ اس طرز ابلاغ کی ایک دلچسپ مثال اس وقت سامنے آتی ہے جب مس کیے جانے پر ایک چیونٹی اپنے جسم میں محفوظ شدہ خوراک نکال کر مس کرنے والی چیونٹی کو کھلاتی ہے۔

اس موضوع پر ایک دلچسپ تجربے میں مارمیکا (Myrmica) کو استعمال کیا گیا۔ انسانی بال سے ان کے مختلف حصوں کو چھیڑا گیا تو وہ خوراک جسم سے اگلنے پر آمادہ ہو گئیں۔ سب سے جلدی وہ چیونٹیاں تیار ہوتی ہیں جنہوں نے ابھی ابھی کچھ کھایا ہو اور وہ اپنے گھروندے میں رہنے والی دوست کی تلاش میں ہوں کہ اسے بھی خوراک میں شامل کیا جائے۔ بعض طفیلی حشرات الارض اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوراک اسی طریقہ سے حاصل کرتے ہیں۔وہ صرف اتنا کرتے ہیں کہ اپنے انٹینا اور اگلی ٹانگوں سے چیونٹی کے جسم پر دستک دیتے ہیں اور وہ اپنے جسم سے خوراک نکال کر اسے پیش کر دیتی ہے۔

ابلاغ بذریعہ آواز

چیونٹیاں بذریعہ آواز بھی پیغام رسانی کرتی ہیں۔ان میں دو طرح کی آوازیں دو مختلف طریقوں سے پیدا کی جاتی ہیں۔ایک آواز تھپتھپاہٹ نما ہے اور دوسری تیکھی آواز۔ تھپتھپاہٹ نما آواز پیدا کرنے کے لیے چیونٹیاں زمین یا کسی اور چیز پر اپنے جسم کے کسی حصے سے دستک دیتی ہیں جبکہ تیز آواز پیدا کرنے کے لیے جسم کا کوئی حصہ کسی دوسرے حصے سے رگڑا جاتا ہے۔دستک سے آواز پیدا کرنے کا طریقہ درختوں کے تنوں میں بنی بستیوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اس کی ایک مثال کارپینٹر چیونٹیاں یا بڑھئی چیونٹیاں ہیں۔جب انہیں یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی خطرہ بستی کی طرف بڑھ رہا ہے تو ڈھول پیٹنا شروع کر دیتی ہیں۔خطرے کا ادراک زمین کے ارتعاش،ہوا کی لہر یا جسمانی لمس سے کیا جاتا ہے۔پیغام دینے والی چیونٹی اپنے سر اور پیٹ کو زمین سے ٹکرانے لگتی ہے اور اس سے پیدا ہونے والا ارتعاش کئی ڈیسی میٹر دور تک محسوس ہوتا ہے۔امریکہ کی کارپینٹر چیونٹیاں یا بڑھئی چیونٹیاں اپنا سر یا پیٹ لکڑی کے "کمروں" کی دیواروں سے ٹکرا کر 20 سینٹی میٹر دور تک پیغام بھیج سکتی ہیں۔اگر جسامت کے تناسب سے دیکھا جائے تو چیونٹی کے لیے 20 سینٹی میٹر انسانی حساب سے کوئی 60 سے 70 میٹر تک ہوتا ہے۔

ایک اور سائنس دان پروفیسر رابرٹ ہیکلنگ نے بھی چیونٹیوں کے متعلق برسوں تحقیق کے بعد ان کی آوازوں کو ریکارڈ کیا ہے اور کہا ہے کہ چیونٹیوں کی آواز کی فریکوئنسی ایک چیونٹی سے دوسری چیونٹی تک اور پھر ایک نوع کی چیونٹیوں سے دوسری نوع کی چیونٹیوں کے درمیان بدلتی رہتی ہے۔انہوں نے چیونٹیوں کی موقع و محل کے لحاظ سے مثلاً نارمل حالات، خطرے کے وقت اور کسی کیڑے پر حملہ کرنے کے دوران بولے جانے والی مختلف آوازوں کو ریکارڈ کیا ہے (چیونٹیوں کی یہ آوازیں انٹرنیٹ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستیاب ہیں)[1] اور اپنی اس تحقیق کو 2006ء میں شائع ہونے والے میگزین (Journal of Sound and Vibration) میں شائع کیا ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ چیونٹیاں ایک دوسرے تک اپنی آواز پہنچانے کے لیے اپنے انٹینا کا استعمال کرتی ہیں۔ وہ اپنے اس انٹینے کے ذریعے دوسری چیونٹی کے ارسال کردہ پیغام کو نا صرف کسی بھی جدید ریسیور کی طرح کمزور پہنچنے والے سگنلز کو مضبوط بناتی ہیں بلکہ ان کو اس حد تک فلٹر بھی کرتی ہیں کہ وہ جان سکیں کہ یہ پیغام کس چیونٹی نے ارسال کیا ہے

نسل کی بقا

ہو سکتا ہے بظاہر سب چیونٹیاں ایک سی نظر آئیں لیکن طرزِ زندگی اور جسمانی تنوع کے اعتبار سے انہیں مختلف ذیلی انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ چیونٹیوں کی تقریباً 12000 مختلف انواع ہیں۔ ان کی بستی زیادہ تر مادہ چیونٹیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ نر چیونٹیوں کی زندگی مختصر ہوتی ہے۔ ان کا کام صرف بالغ ہونے پر ملکہ کے ساتھ ملاپ کرنا ہے۔ تمام کارکن چیونٹیاں مادہ ہوتی ہیں۔

چیونٹی کا جنسی ملاپ اچھی خاصی تقریب ہوتی ہے۔ یہ ملاپ زیادہ تر ہوا میں ہوتا ہے۔ نر پہلے پہنچ جاتے ہیں اور نوجوان ملکہ کا انتظار کرتے ہیں۔ ملکہ کے بھی اوائل عمری میں پر ہوتے ہیں۔ جب ملکہ زمین پر اترتی ہے تو پانچ چھ نر اس کے گرد دوڑنے لگتے ہیں۔ جب ملکہ ضرورت کے مطابق نر تخم اکٹھے کر لیتی ہے تو ایک خاص ارتعاشی اشارہ دیتی ہے۔ اس اشارے سے نر کو ملکہ کی روانگی کا پتہ چل جاتا ہے۔ ملکہ کے رخصت ہونے کے بعد نر چند گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ ایک آدھ دن زندہ رہ سکتے ہیں۔ تاہم یہ عمل بہت دلچسپ ہے۔ عروسی پرواز پر جانے والے ہر نر نے مرنے سے پہلے اپنا تخم ضرور چھوڑا جن میں سے اس کے بچے اس کے مرنے کے لمبا عرصہ بعد نکلتے ہیں۔ لیکن یہ تخم اتنا لمبا عرصہ کس طرح رہتے ہیں کہ انڈوں کو بعد ازاں بارور کر سکیں۔ کیا چیونٹیوں نے کسی اعلیٰ ٹیکنالوجی کی مدد سے کوئی تخم بینک قائم کر لیا ہے۔

جی ہاں! ہر ملکہ چیونٹی کے اندر تخم بینک موجود ہوتا ہے، اس کے جسم کے وسطی حصہ میں ایک کنارے پر ایک تھیلی میں تخم محفوظ رہتے ہیں۔ اس تھیلی کو (Sperma Theca) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں تخم سالوں تک بے حس و حرکت پڑے اپنی باری

[1] http://home.olemiss.edu/~hickling/

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ بالآخر جب ملکہ اس تھیلی میں سے انہیں بہنے کی اجازت دیتی ہے تو یہ ایک ایک کر کے یا گروہوں میں تناسلی علاقوں میں بیضہ دانوں سے نکل آنے والے انڈوں کو بارور کرنے نکل پڑتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان نے جو سپرم بینک گزشتہ پچیس سال میں انتہائی جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے بنائے انہیں چیونٹی لاکھوں سال سے استعمال کر رہی ہے۔

کارکن چیونٹیوں کی قربانی

ملکہ چیونٹی انڈے دیتی ہے جن سے نکلنے والے بچوں کو گھروندے میں بنے مخصوص خانوں میں رکھا جاتا ہے۔اگر ان خانوں میں درجہ حرارت اور رطوبت کی صورت حال کسی وجہ سے مناسب نہ رہے تو کارکن چیونٹیاں انہیں اٹھا کر زیادہ مناسب جگہ پر لے جاتی ہیں۔یہی صورت حال انڈوں کے ساتھ ہے۔کارکن انڈوں کو دن کے وقت گھروندے کی سطح پر لے جاتی ہیں تاکہ انہیں سورج کی گرمی اور روشنی میسر رہے۔ بارش کی صورت میں اور رات ہونے پر یہی انڈے اندر منتقل ہو جاتے ہیں۔انڈوں اور لاروے کی دیکھ بھال پر مامور چیونٹیاں آپس میں مزید تقسیم کار کر لیتی ہیں۔ان میں سے کچھ کی ذمہ داری لاروے کی جگہ تبدیل کرنا ہوتا ہے۔کچھ ان کے لیے خوراک تلاش کرتی ہیں جو ان کے نظام ہضم سے مطابقت رکھتی ہے۔کچھ گھروندے کے اس خاص خانے کا درجہ حرارت مناسب حدود کے اندر رکھنے کا بندوبست کرتی ہیں۔انسان نے دیواروں میں غیر موصل لگا کر درجہ حرارت پر قابو رکھنے کا طریقہ بہت دیر میں سیکھا۔چیونٹیاں اس کا استعمال لاکھوں سال سے کر رہی ہیں۔

نتیجہ

ان سارے مشاہدات کا حاصل کیا ہے ؟اس کا جواب سادہ اور ایک ہی ہے۔اگر ان جانوروں کو آگہی نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں تو دراصل ان کے سارے افعال ہمیں کسی اور ارفع اور اعلیٰ ذہن سے متعارف کروانے کا ذریعہ ہیں۔جس خالق نے چیونٹی کو تخلیق کیا اور اس سے ایسے کام لیے جو بظاہر اس کی استطاعت سے بہت بڑے ہیں تو دراصل وہ ان کے ذریعے اپنا وجود اور اپنی تخلیقی عظمت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اظہار کر رہا ہے۔ چیونٹی دراصل ازلی القا کے تحت کام کر رہی ہے اور اس سے جو کچھ سرزد ہو رہا ہے دراصل اس کے خالق کی دانش کا عکاس ہے۔[1]

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] چیونٹی ایک معجزہ۔ ہارون یحیٰی

http://www.harunyahya.com/urdu/books/book_the_ants/preface.html

http://www.city-data.com/forum/pets/709489-when-ants-speak.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّ یَقۡبِضۡنَ ؕ مَا یُمۡسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ م بَصِیۡرٌ﴾

"کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا کہ وہ کیسے اپنے پر کھولتے اور بند کر لیتے ہیں۔ رحمن کے سوا کوئی نہیں ہے جو انہیں تھامے رکھے، وہ یقیناً ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔" [2]

صٰفّٰت، صف یعنی صف بنانا، سیدھی قطار بنانا اور صف بمعنی ہر شے کی سیدھی قطار اور صف الطیر بمعنی پرندوں نے اپنی اڑان میں اپنے پروں کو قطار کی طرح سیدھا کر دیا۔ نیز اس کا معنی پرندوں کا اپنے پروں کو ہوا میں پھیلا دینا اور بالکل بے حرکت بنا دینا بھی ہے۔ جبکہ سب ایک ہی حالت میں ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ پرندے ہوا میں اڑتے ہوئے کبھی اپنے پر پھیلا بھی دیتے ہیں اور کبھی سکیڑ بھی لیتے ہیں [3]

جدید سائنسی اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ کچھ خاص قسم کے پرندوں کی اڑان ان کے اندر موجود کسی نظام کے تحت ہوتی ہے اور اسی فطری نظام کے تحت پرندے انتہائی لمبے سفر انتہائی کامیابی سے طے کرتے ہیں اور پھر واپس اپنی روانگی کی جگہ پر کامیابی سے پہنچ بھی جاتے ہیں۔ پروفیسر ہمبر گر نے اپنی کتاب 'پاور اینڈ فریگیلٹی" میں گوشت والے پرندوں کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ پرندے بحر الکاہل کے پاس رہتے ہیں اور 24000 کلو میٹر سے زیادہ کا سفر اختیار کرتے ہیں اور اڑتے ہوئے یہ '8' کے ہندسے کی شکل میں اجتماعی سفر کرتے ہیں۔ اور یہ سفر چھ ماہ سے زاید عرصے میں طے کرتے ہیں اور پھر زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ کی تاخیر سے یہ واپس

---

[1] تیسیر القرآن، جلد دوم، النحل، حاشیہ 80

[2] الملک، 67:19

[3] تیسیر القرآن، جلد چہارم، الملک، حاشیہ 21

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی روانگی کی جگہ پر بھی پہنچ جاتے ہیں۔اس لمبے سفر کے لیے انتہائی پیچیدہ ہدایات یقیناپرندے کے اعصابی خلیوں میں موجود ہوتی ہیں۔تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرندے کے اندر یہ حساس نظام پیدا کرنے والا کون ہے؟قرآن فرماتا ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔[1]

وسطی ایشیا کے ممالک سائبیریااور روس سے بھی نایاب آبی پرندے ہر سال موسم سرما میں پاکستان کی پسماندہ ترین تحصیل نور پور تھل کی یونین کونسل رنگپور کا رخ کرتے ہیں اور یہاں چشمہ جہلم لنک کینال سے رسنے والے پانی سے بننے والے جوہڑوں میں ڈیرے جما لیتے ہیں۔ان نایاب پرندوں میں مرغابیاں، گڈول،میلڈ، سرخاب، کوک، بٹیر، تلور، باز، باری،چرخ،چکی، نیل، سر، بھٹڑ اور دوسرے ان گنت نایاب پرندے شامل ہیں۔یہ نایاب پرندے موسم گرما کے شروع ہوتے ہی ماہ اپریل میں واپسی کا سفر شروع کر دیتے ہیں۔[2]

پرندے ترکِ وطن کے لیے وقت کا انتخاب

کس طرح کرتے ہیں

یہ موضوع ایک عرصے سے غور وفکر کرنے والوں کے لیے دلچسپی کا باعث بنا ہوا ہے کہ پرندوں نے ترک وطن کا آغاز کیسے کیا تھا۔ اور یہ فیصلہ انہوں نے کیوں کر کیا ہو گا۔کچھ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ایسا موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے ہوا۔جبکہ دوسروں کے خیال میں یہ تلاش خوراک کی وجہ سے ہوا۔مگر سب سے زیادہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ پرندے جن کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔ ان کے جسموں میں کوئی ٹیکنکل مشینری فٹ نہیں ہوتی،وہ خطرات کی زد میں رہتے ہیں مگر صرف جسموں کو لے کر اتنے طویل سفر طے کر لیتے ہیں۔ترک وطن کے لیے کچھ مہارت اور تجربے کی ضرورت ہوتی ہے مثلاًسمت کا تعین کر لیا جائے،خوراک کا ذخیرہ کر لیا جائے اور طویل مدت کے لیے اڑ کر جانے کی صلاحیت ہو۔جس جانور میں یہ صفات نہ ہوں وہ نقل مکانی نہیں کرے گا۔

---

[1] قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک صفحہ 37-38

[2] روزنامہ اردو نیوز جدہ۔5اپریل 2005ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلہ پر توجہ دینے کے لیے ایک تجربہ کیا گیا جو یہ تھا:

سبزہ زاروں میں رہنے والی بلبلوں کو تجربے کے لیے ایک ایسی لیبارٹری میں لایا گیا تھا جہاں کا درجہ حرارت اور روشنی مختلف تھی۔ اندر کی فضا کو باہر کی فضا سے مختلف رکھا گیا تھا۔ مثال کے طور پر اگر تجربہ گاہ سے باہر موسم سرما تھا تو اندر بہار کی آب وہوا پیدا کر لی گئی تھی۔ اور پرندوں نے بھی اپنے جسموں کو اندر کے ماحول کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ پرندوں نے چربی کو ذخیرہ کر لیا تھا تاکہ بعد میں خوراک کے طور پر استعمال کی جا سکے جیسا کہ وہ اس وقت کرتے ہیں جب ترکِ وطن کا زمانہ آتا ہے۔ بے شک پرندوں نے مصنوعی آب وہوا کے مطابق خود کو ڈھال لیا تھا اور تیار تھے کہ جیسے ترکِ وطن کرنے والے ہوں مگر نقل مکانی کا وقت آنے سے پہلے وہ سفر پر روانہ نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے باہر کے موسم کا جائزہ لے لیا تھا اور قبل از وقت نقل مکانی نہیں کی تھی۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ پرندے ترکِ وطن کے لیے موسمی حالات پر انحصار نہیں کرتے۔

تو پھر پرندے ترکِ وطن کے لیے وقت کا تعین کیسے کرتے ہیں؟ سائنس دانوں کے پاس ابھی تک اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔ ان کے خیال میں جانوروں کے جسموں میں "جسمانی گھڑیاں" فٹ ہیں۔ یہ بند ماحول میں وقت جاننے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ ان سے وہ موسمی تبدیلیوں میں بھی فرق محسوس کر لیتے ہیں۔ مگر یہ جواب کہ ان کے جسموں میں گھڑیاں فٹ ہوتی ہیں جن سے یہ ترکِ وطن کا وقت معلوم کرتے ہیں بڑا غیر سائنسی جواب ہے۔ یہ کس قسم کی گھڑی ہے اور جسم کے کون سے عضو سے یہ کام کرتی ہے اور یہ وجود میں کیسے آئی؟ اگر یہ گھڑی خراب ہو جائے یا ابھی نہ لگی ہو تو کیا ہو گا؟ یہ سوچتے ہوئے کہ ایسا ہی ایک نظام صرف ترکِ وطن کرنے والے ایک پرندے میں نہیں ہوتا بلکہ تمام نقل مکانی کرنے والے جانوروں میں بھی ہوتا ہے۔ زیادہ اہمیت درج بالا سوالوں کو دی جانی چاہیے۔

جیسا کہ یہ بات مشہور ہے کہ پرندے ایک ہی مقام سے ترکِ وطن نہیں کرتے، اس لیے کہ جب نقل مکانی کا زمانہ آتا ہے تو یہ سب اس وقت ایک ہی مقام پر موجود نہیں ہوتے۔ بہت سی انواع کے یہ پرندے ایک خاص مقام پر پہلے اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر وہاں سے مل کر نقل مکانی کرتے ہیں۔ ایسے اوقات کا تعین یہ کیسے کرتے ہیں؟ یہ "جسمانی گھڑیاں" جو پرندوں کے جسموں میں بتائی جاتی ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں اس قدر "ہم آہنگی" اور یکسانیت کیسے پائی جاتی ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ اس قسم کا منظّم اور جامع و بے نقص نظام کبھی خود بخود اچانک وجود میں آجائے؟

ایک منصوبہ بندی کے تحت عمل میں آنے والا کام بھی اچانک خود بخود وجود میں نہیں آسکتا۔ مزید یہ کہ ان پرندوں اور جانوروں میں کوئی ایسا انتظام نہیں کہ وہ ان جسمانی گھڑیوں سے وقت کا تعین کر لیں۔ کچھ لوگوں کے خیال میں ان "گھڑیوں" سے مراد یہ ہے کہ تمام جانوروں پر اللہ کا کنٹرول ہے۔ یہ ترکِ وطن کرنے والے جانور کائنات کی ہر شے کی طرح اللہ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔

توانائی کا استعمال

پرندے پرواز کے دوران بڑی توانائی استعمال کرتے ہیں۔ انہیں تمام آبی اور خشکی کے جانوروں سے زیادہ ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً اڑ کر 3000 کلو میٹر کا سفر طے کرنے کے لیے جو ہوائی اور الاسکا کے درمیان ہوگا۔ ایک چھوٹا سا پرندہ شکر خورہ (لمبی چونچ والا پھولوں کا رس چوسنے والا) جس کا وزن چند گرام ہوتا ہے، اپنے پروں کو 25 لاکھ مرتبہ پھڑ پھڑاتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ہوا میں 36 گھنٹوں تک رہ سکتا ہے۔ اس کی اوسط رفتار اس سفر کے دوران تقریباً 80 کلو میٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ اس طرح کے مشکل سفر میں پرندے کے جسم میں موجود تیزاب کی مقدار بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس سے پرندے کے جسم کا درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے بے ہوش ہو جانے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ کچھ پرندے اس خطرے سے بچنے کے لیے زمین پر اتر جاتے ہیں مگر جو پرندے سمندر کے اوپر اڑ رہے ہوں وہ ایسے موقعوں پر کیا کریں گے؟ وہ کیسے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتے ہیں؟ ماہرین طیور نے تحقیق سے یہ بات معلوم کی ہے کہ ایسے حالات میں یہ پرندے اپنے پر اتنے پھیلا لیتے ہیں جتنے وہ پھیلا سکیں اور اس طرح آرام کر لینے کے بعد اپنے جسموں کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔

ترکِ وطن کرنے والے پرندے کا تحول (Metabolism) اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ وہ ایسا کام کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر شکر خورے کے جسم میں جو دنیا کا سب سے چھوٹا پرندہ ہے تحول کی کارکردگی ہاتھی کے تحول سے 20 گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اس پرندے کے جسم کا درجہ حرارت 62 سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عمدہ حس سماعت

ترکِ وطن کے دوران پرندے فضائی مظاہر قدرت کا بھی خیال رکھتے ہیں۔مثال کے طور پر طوفان سے بچنے کے لیے وہ اپنی سمت بدل لیتے ہیں۔ایک ماہر طیور Melvin L.Kreithen جس نے پرندوں کی حس سماعت پر تحقیق کی،اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ کچھ پرندے بہت کم سطح کی وقوع پذیر ہونے والی آوازیں سن لیتے ہیں جو کرۂ ہوائی میں طویل فاصلوں تک منتشر ہو جاتی ہیں۔ایک نقل مکانی کرنے والا پرندہ دور کسی پہاڑ پر برپا ہونے والے طوفان اور بہت آگے سیکڑوں کلو میٹر کے فاصلے پر سمندر میں پیدا ہونے والی گرج سن لیتا ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان علاقوں میں جہاں ہوائی حالات خطرناک ہوں پرندے بڑی احتیاط سے نقل مکانی کے راستوں کا تعین کر لیتے ہیں۔

سمت کا ادراک

پرندے ہزاروں کلو میٹر کی طویل پروازوں کے دوران ایک نقشے،قطب نما یا ایسے ہی کسی دوسرے آلے کے بغیر اپنی سمت کیسے تلاش کر لیتے ہیں؟ پہلا نظریہ جو اس بارے میں پیش کیا گیا یہ تھا کہ پرندے اپنی نیچے کی زمین کی خصوصیات یاد کر لیتے ہیں۔اور یوں بغیر کسی پریشانی کے اپنی منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔مگر تجربات سے ثابت ہوا کہ یہ نظریہ غلط ہے۔

ایک ایسے تجربے میں جہاں کبوتروں کو شامل تجربہ کیا گیا تھا،کبوتروں کی نظروں میں دھندلاہٹ پیدا کرنے کے لیے غیر شفاف عدسے استعمال کیے گئے تھے۔یوں ان کو زمینی نشانات سے شناسا ہوئے بغیر اڑنے کا موقع فراہم کیا گیا تھا۔مگر یہ کبوتر اس صورت حال میں بھی اپنے غولوں سے کچھ کلو میٹر پیچھے رہ جانے کے باوجود اپنی سمت تلاش کر لیتے تھے۔

حال ہی میں کی گئی ایک تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ کرۂ ارضی کا مقناطیسی میدان پرندوں کی انواع (Species) پر اثر کرتا ہے۔کئی ایک تحقیقی مطالعات سے پتہ چلا ہے کہ پرندوں نے بڑی ترقی کر لی ہے،مقناطیسی برقی آنکھیں زمین کے مقناطیسی میدان سے فائدہ اٹھا کر اپنا راستہ تلاش کرنے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔نقل مکانی کے دوران یہ نظام پرندوں کی مدد کرتا ہے کہ وہ زمین کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقناطیسی میدان میں تبدیلی کو محسوس کر کے اپنی سمت کا تعین کر لیں۔ تجربات سے پتہ چلا ہے کہ اگر زمین کے مقناطیسی میدان میں فی صد فرق بھی ہو تو نقل مکانی کرنے والے پرندے اس کا بھی ادراک کر لیتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان پرندوں کے جسموں میں قطب نما لگا ہوتا ہے۔ مگر اصل سوال پھر بھی یہی سامنے آتا ہے کہ پرندوں میں اس قسم کا "قدرتی قطب نما" کیسے فٹ ہو گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ قطب نما ایک ایجاد ہے جو انسانی عقل و شعور کا کارنامہ ہے۔ تو پھر ایک انسانی ایجاد جو اس نے اپنے مجموعی علم سے بنائی پرندوں کے جسم میں کیسے پہنچ گئی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کچھ برس پہلے پرندوں کی ایک نوع نے سمت کی تلاش کے دوران زمین کے مقناطیسی میدان کو استعمال کرنے کے بارے میں سوچا ہو گا۔ اور اپنے جسم کے لیے اس نے ایک مقناطیسی آنکھ ایجاد کر لی ہو گی۔ یا پھر کیا اس کے برعکس ایسا ہوا ہو گا کہ پرندوں کی ایک نوع، برسوں پہلے "انطباق" (یعنی اتفاق) سے اس قسم کے میکانی عمل سے لیس ہو گی؟ یقیناً نہیں.... نہ تو پرندہ نہ ہی انطباق (Coincidence) جسم میں نہایت جدید قطب نما لگا سکتا تھا۔ پرندے کے جسم کی ساخت، پھیپھڑے، پنکھ، نظام ہضم اور سمت تلاش کرنے کی اس کی صلاحیت، سبھی اللہ کی جامع و بے نقص تخلیق کی مثالیں ہیں:

﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ﴾

"کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اڑ رہے ہیں؟ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے اور یہ سب جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے"۔[1]

چنانچہ ماہرین طیور کی تحقیق نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو برحق ثابت کر دیا ہے کہ پرندوں کے اندر عقل مند لوگوں کے غور و فکر کے لیے بڑی نشانیاں ہیں کہ جو ان کو کائنات کے خالق کی طرف جانے والے راستے کی طرف گامزن کر سکتی ہیں۔[2]

---

[1] سورۃ النور، 24:41

[2] اللہ کی نشانیاں، عقل والوں کے لیے، صفحہ 199-207

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

روزنامہ اردو نیوز، 27 نومبر 2004ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر 11

- تم سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ القرآن
- خنزیر (سؤر) کی حرمت کے سائنسی دلائل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔القرآن

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ ط اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ط وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّ

بَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ط ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ہ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾

"لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بزدل ہے طلب کرنے والا اور بڑا بزدل ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں۔اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور و قوت والا اور غالب و زبردست ہے."۔[1]

سائنسدان اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ابھی تک یہ ناممکن ہے کہ ہم مکھی یا اس جیسی کوئی چیز بنا سکیں۔قرآن کا یہ چیلنج عام ہے تمام بنی نوع انسان اس میں شریک ہیں اور یہ چیلنج بڑا واضح ہے کہ دنیا کے تمام انسان اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی کی مدد سے بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے، بلکہ مکھی اگر ان سے کوئی خوراک چھین لے جائے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے۔مکھی کو بنانا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح گدھا یا گھوڑا بنانا، اس لیے کہ مکھی کی زندگی میں کئی حیرت انگیز پہلو موجود ہیں۔مکھی کی آنکھیں چھ ضلعی عدسوں سے بنتی ہیں۔ایک عام عدسے کی نسبت ان سے زیادہ وسیع و عریض علاقے کو دیکھا جاسکتا ہے۔کچھ مکھیوں میں ان عدسوں کی تعداد بعض اوقات 5000 بھی ہوتی ہے۔اس کی آنکھ کی گولائی میں بنی ہوئی ساخت اسے اپنے پیچھے بھی دیکھ لینے میں مدد دیتی ہے۔یہ آنکھ یوں

---

[1] (الحج:73-74)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اپنے دشمنوں پر بڑی فوقیت دے دیتی ہے۔[1]

امریکہ میں سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اب یہ معلوم ہو گیا ہے کہ مکھیوں کو مارنا اتنا مشکل کیوں ہوتا ہے۔ تجربات سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ مکھیاں یہ بات بھی جان جاتی ہیں کہ حملے کی صورت میں انہیں کس قدر جسمانی حرکت کی ضرورت ہو گی۔ کیلیفورنیا انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے سائنسدانوں نے اپنے تجربات کے دوران مکھیوں کی متعدد فلمیں بنائیں جس سے یہ پتہ چلا کہ مکھیاں جس مقام پر بھی بیٹھتی ہیں وہاں بیٹھنے سے پہلے ہی کسی حملے کی صورت میں فرار کا راستہ تلاش کر لیتی ہیں۔ماضی میں مکھیوں کی بچنے کی صلاحیت کے بارے میں مختلف نظریات پیش کیئے جاتے رہے ہیں۔تاہم اب سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ مکھیاں اپنے تیز دماغ اور قبل از وقت منصوبہ بندی کی صلاحیت کی وجہ سے بچ جاتی ہیں۔اس بات کا پتہ انتہائی تیز رفتار اور بہترین ریزولیوشن والی ویڈیوز سے چلا جس نے یہ ثابت کیا کہ کس طرح مکھیاں آنے والے خطرے سے خبردار ہو کر فرار کی راہ متعین کر لیتی ہیں۔[2]

سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق خطرے کے احساس کو محسوس کرتے ہوئے مکھیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ جب چھلانگ لگاتی ہیں تو ان کو یہ فیصلہ کرنے میں 200 ملی سیکنڈ کا وقت درکار ہوتا ہے سائنسدانوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ مکھیاں چاہے خوراک حاصل کر رہی ہوں یا پھر ویسے ہی چل رہی ہوں ان کا ردعمل ہر حالت میں قریباً ایک جتنا تیز ہوتا ہے۔مکھیوں میں افزائش نسل کا عمل بھی انتہائی تیز رفتار ہوتا ہے۔اب تک کی جانے والی تحقیق کے مطابق اگر مکھیوں کا ایک جوڑا عمل تولید کا عمل اپریل میں شروع کرے اور انڈوں سے نکلنے والے تمام لاروے زندہ رہیں اور حالات بھی موزوں رہیں تو نسل در نسل چلتے ہوئے یہ سلسلہ اس قدر پھیل جائے گا کہ اگست تک 191,010,000,000,000,000,000 مکھیاں جنم لے چکی ہوں گیں۔[3]

قرآن مجید اس آیت کریمہ میں انسان کے کمزور ہونے کی طرف اشارہ،ان الفاظ سے کرتا ہے کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین

---

[1] اللہ کی نشانیاں عقل والوں کے لیے۔از ہارون یحییٰ

[2] http://www.tebyan.net/index.aspx?pid=84511

[3] http://www.floridabugs.com/Florida-Insects/Flies/house_fly.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لے جائے تو یہ اسے واپس نہیں لے سکتے۔ مکھیاں اپنے ساتھ کئی خطرناک بیماریوں مثلاً میعادی بخار، پیچس اور آشوب چشم وغیرہ کے جراثیم لیے اڑتی رہتی ہیں۔ یہ کمزور مخلوق انسان کو کئی بیماریوں میں مبتلا کر سکتی ہے۔ جبکہ انسان بھی اتنا کمزور ہے کہ مکھی جیسی کمزور اور ناتواں مخلوق اگر ان سے کوئی چیز مثلاً کھانے کا کچھ حصہ لے کر اُڑ جائے تو وہ اس سے واپس لینے میں عاجز ہے۔ جدید سائنسی تحقیق سے قبل ہم قرآن کے اس دعوٰی کو اس طرح سے سمجھتے تھے کہ آخر مکھی جیسی ننھی سی مخلوق کھانے کی جس قدر مقدار لے کر جا سکتی ہے اس کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی نہیں سکتے اور جب ہمیں معلوم ہی نہ ہو کہ وہ خوراک کا کتنا حصہ لے کر گئی ہے اور اسے کہاں رکھا ہے، تو اس سے واپس لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر اللہ جو کائنات کا رب ہے، اسے اس ٹیکنالوجی کا بھی پتہ ہے جسے انسان نے قیامت تک حاصل کرتے رہنا ہے۔ اس لیے جوں جوں ٹیکنالوجی ترقی کرتی جا رہی ہے، ویسے ہی ہمارے لیے قرآن مجید کی ان مخصوص آیات کے لطیف پہلوؤں کو سمجھنا نہایت آسان اور واضح ہوتا جا رہا ہے۔

چناچہ جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق جب مکھی کہیں سے خوراک کا کچھ حصہ حاصل کرتی ہے تو اپنے پیٹ میں سے کچھ مادوں کو نکال کر اس میں ملا دیتی ہے جس سے خوراک کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ پھر کسی کے لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ اس خوراک کی تبدیل شدہ حالت کو اس کی اصل شکل میں واپس لائے۔ مکھی کی اہم خصوصیات میں سے ایک اس کا کھانا ہضم کرنے کا طریقہ ہے۔ یہ اس طرح کھانا ہضم نہیں کرتی جس طرح کے زمین پر دوسرے جاندار کرتے ہیں، مکھیاں خوراک منہ میں ہضم کرنے کی بجائے اپنے جسم سے باہر کرتی ہیں۔ مکھیاں اپنی سونڈ کے ذریعے ایک خاص قسم کا محلول خوراک پر ڈالتی ہیں جس سے وہ مناسب حد تک گاڑھا ہو جاتا ہے اور مکھیوں کے لیے اسے چوسنا آسان ہو جاتا ہے۔ چناچہ اس کے بعد مکھیاں اپنے گلے میں لگے چوسنے والے پمپ سے خوراک کو چوس لیتی ہیں۔

آیئے اب اس بات کو ذرا تفصیل سے دیکھتے ہیں کہ مکھی خوراک کسی طرح کھاتی یا چوستی ہے۔ جب مکھی کو کچھ کھانا ہوتا ہے تو وہ اپنے منہ کو لمبا کرتی ہے یعنی اس کے منہ سے ایک ٹیوب نما نالی نکلتی ہے جو خوراک تک پہنچتی ہے، اس ٹیوب کا آخری حصہ ویکیم کلینر کی طرح چوڑا ہوتا ہے۔ جب مکھی اپنی ٹیوب کو خوراک تک پہنچا دیتی ہے تو پھر اس سے کچھ خامرے یا کیمیائی محلول نکلتا ہے جو کھانے پر پھیل جاتا ہے اور کھانے کے اجزاء کو توڑ کر محلول کی شکل میں بدل دیتا ہے۔ اس پیچیدہ کیمیائی عمل کے بعد مکھی کے لیے سہل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے کہ وہ اس Ingested Food کو چوس سکے۔ چناچہ اس تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ مکھی کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا کی ہوئی ہے کہ وہ کھانے سے پہلے خوراک کے اجزاء کو مخصوص کیمیائی مادوں کے ذریعے توڑ سکے اور یہ فعل وہ جسم سے باہر کرتی ہے۔۔

آیئے اب ہم دوبارہ قرآن مجید کی اس آیت کی طرف لوٹتے ہیں اور اس کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انسان کی بے بسی کو ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے جائے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کے پاس کوئی ایسے اوزار نہیں ہیں کہ وہ اس کے منہ سے یہ خوراک نکال سکے بلکہ اس سائنسی تحقیق کے بعد اس کی تفسیر یوں ہو سکتی ہے کہ مکھی چونکہ خوراک کو کھانے سے پہلے، کیمیائی مادوں کے ذریعے اس کی طبعی حالت کو بدل چکی ہوتی ہے لہذا اگر انسان کسی طرح وہ خوراک واپس لے بھی لے تو وہ خوراک کی اصل شکل نہیں ہو گی اور سائنسدانوں کے مطابق خوراک کی اس تبدیل شدہ حالت کو اس کی اصل حالت میں واپس لانا بھی ناممکن ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ مکھی جو لے جاتی ہے اس کو اس کی اصل حالت میں واپس لے آنا ناممکن ہے اور قرآن کا یہ دعوٰی ہے کہ انسان اس میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

چناچہ قرآن مجید اس آیت کریمہ میں انسان کو 2 چیلنج کرتا ہے۔اول یہ کہ انسان کبھی بھی مکھی نہیں بنا سکتا، دوم یہ کہ اگر مکھی کوئی چیز ان سے چھین لے جائے تو وہ اسے واپس نہیں لے سکتے۔جدید سائنسی تحقیق نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید کے یہ دونوں دعوے بالکل برحق ہیں اور یہ قرآن کی سچائی کی ایک روشن دلیل ہے۔اس آیت کریمہ سے ایک اور نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جس طرح مکھی ایک کمزور مخلوق ہے، انسان بھی اسی طرح ناتواں و بے کس ہے۔[1]

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] http://www.streetdirectory.com/travel_guide/105273/religion/the_fly_in_bible_and_quran.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خنزیر (سؤر) کی حرمت کے سائنسی دلائل

قرآن میں تقریباً 4 مقامات پر سؤر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ ممانعت ان آیات: 2/173,3/145,5/6,اور 16/115 میں آئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿قُل لاَّ أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلاَّ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْس أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُور رَّحِيم﴾

"آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کیلئے جو اس کو کھائے، مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کیلئے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلاَّ مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُواْ بِالأَزْلاَمِ ذَلِكُمْ فِسْق ط﴾

"تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو، اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو، اور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو، اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو، اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن اسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو، اور یہ بھی کہ قرعہ کے تیروں کے ذریعہ فال گیری کرو یہ سب

---

[1] (سورہ انعام 145)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدترین گناہ ہیں"۔[1]

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی احادیث میں سؤر کے حرام ہونے کا امت کو بتایا ہے۔اور اس کو بیچنا بھی حرام قرار دے دیا ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی بھی ہے کہ قیامت کے قریب جب حضرت عیسی آسمان سے نازل ہوں گے تو صلیب توڑنے کے ساتھ ساتھ خنزیر کو بھی قتل کریں گے۔(متفق علیہ)۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں سؤر کس قدر ناپسندیدہ جانور ہے۔یہ آیات اور احادیث مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لیے کافی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان اس جانور سے صدیوں سے نفرت کرتے چلے آرہے ہیں۔ مگر مقام افسوس ہے کہ بائبل کے منع کرنے کے باوجود یہودی اور عیسائی اس غلیظ جانور سے محبت کرتے اور اس کا گوشت ان کی مرغوب غذا ہے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ بائبل نے اس جانور کے متعلق اپنے متبعین کو کیا ہدایات دی تھیں۔ بائبل کے عہد نامہ عتیق کی کتاب احبار میں لکھا ہے:

"اور سؤر نہ کھانا کیونکہ اس کے پاؤں الگ اور چرے ہوئے ہیں، ہر چند وہ جگالی نہیں کرتا، وہ تمہارے لیے ناپاک ہے۔ تم ان کا گوشت نہ کھانا اور ان کی لاشوں کو بھی نہ چھونا، وہ تمہارے لیے ناپاک ہیں"۔[2]

کتاب استثناء میں لکھا ہے:

"اور سؤر تمہارے واسطے اس لیے ناپاک ہے کہ اس کے پاؤں تو چرے ہوتے ہیں مگر وہ جگالی نہیں کرتا۔ تم ان کا گوشت نہ کھانا نہ ان کی لاش کو چھونا"۔[3]

اسی طرح بائبل کی کتاب یسعیاہ باب 65 فقرہ 2 تا 5 میں بھی سؤر کا گوشت کھانے کی ممانعت ہے۔

---

[1] (سورۃ المائدۃ۔3)

[2] (احبار:11/7-8)

[3] (استثناء: 14/8)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاہم دوسرے غیر مسلم اور دہریے قرآن مجید اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی وقت کان دھریں گے کہ جب ان کو دلائل عقلی اور سائنس کی بنیاد پر سمجھایا جائے کہ سؤر کا گوشت مختلف قسم کی کم از کم 70 بیماریوں کا باعث بنتا ہے۔ اسے کھانے والے کے معدے اور آنتوں میں کئی قسم کے کیڑے پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً, Trichinella Spiralis پن ورم، ہک ورم اور Taenia Solium وغیرہ۔ اور بعض کے اندر ایسے بہت سے مراض ہوتے ہیں جو انسان کے درمیان مشترک ہوتے ہیں جیسے (فاشیولا) کیڑے کے اندر انفلونزا کے جراثیم ہوتے ہیں، اسی طرح Ascaris اور پیٹ کے سانپ Fasciolopsis Buski , چین میں بہت زیادہ ہوتے ہیں ۔ اور خنزیر پالنے والوں اور ان سے میل جول رکھنے والوں کے اندر Balantidiasis کا مرض وبائی شکل میں ظاہر ہوتا ھے۔ جیسا کہ بحر الکاہل (Pacific Ocean) کے ایک جزیرے میں خنزیر کے پاخانہ کے پھیلنے کے نتیجہ میں ہوا۔ اگرچہ جرمنی، فرانس، فلپائن اور وینزویلا وغیرہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے جدید ٹیکنیکس بروئے کار لا کر خنزیر کے گوشت کی نجاستوں اور خباستوں کو دور کر دیا ہے لیکن ان ممالک کے مخصوص سرٹیفائڈ فارموں کا مذکورہ گوشت کھانے والے بیشمار افراد میں بھی Trichinellosis کا مرض لگ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے معدے سے آواز نکلنے لگتی ہے اور کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جن کی تعداد کم از کم دس ہزار ہوتی ہے پھر یہ کیڑے خون کے راستہ سے انسان کے پٹھوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور پھر مزید مہلک امراض کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

اسی طرح Spiralis کا مرض بیمار خنزیر کا گوشت کھانے سے لگتا ہے۔ اس مرض میں بھی انسان کی آنتوں کے اندر کیڑا پروان چڑھنے لگتا ہے جس کی لمبائی کبھی کبھی سات میٹر سے بھی لمبی ہوتی ہے جس کا کانٹے دار سر آنتوں کی دیواروں کے اندر فضلے اور دوران خون کی دشواری کا سبب بنتا ہے اسکی چار چوسنے والی چونچیں اور ایک گردن ہوتی ہے جس سے مزید چونچ دار کیڑے وجود میں آتے ہیں جن کا ایک مستقل وجود ھوتا ہے اور تعداد ہزار تک ہوتی ہے، اور ہر بار ہزار انڈے پیدا ہوتے ہیں اور انڈوں سے ملوث کھانا کھانے کی صورت میں Taenia Solium کا مرض لگ جاتا ہے۔ ٹائینا سولیئم کے انڈے (Ova) خون کی گردش میں شامل ہو کر جسم کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتے ہیں اگر یہ دماغ تک جا پہنچیں تو یادداشت کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں اگر یہ دل میں داخل ہو جائیں تو دل کے دورے کی وجہ بن سکتے ہیں۔ آنکھ میں جا پہنچنے پر نابینا پن ہو سکتا ہے۔ جگر میں داخل ہو جائیں تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے جگر کا ستیاناس کر ڈالتے ہیں غرض اس ایک مرض سے جسم کے کم و بیش تمام اعضا غارت ہو سکتے ہیں۔ سور کے گوشت کا کاروبار کرنے والوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اسے 70 ڈگری پر پکانے سے اس کے بیشتر جراثیم مر جاتے ہیں جو کہ صرف اپنی پراڈکٹس بیچنے کا پراپیگنڈہ ہے۔

امریکہ میں کی گئی ایک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اس گوشت کے استعمال سے لگنے والے خطرناک طفیلئے ٹرائی کیورا سے متاثرہ چوبیس افراد میں سے بیس ایسے تھے جنہوں نے 70 ڈگری سے زائد پر پکا ہوا سؤر کا گوشت کھایا تھا اس سے اخذ کیا گیا کہ مخصوص درجہ حرارت پر پکانے سے بھی ایسے جراثیم کسی طور نہیں مرتے۔ اس گوشت کے کھانے والے میں بے غیرتی کے جراثیم بھی داخل ہو جاتے ہیں یعنی اپنی ازدواجی زندگی میں دیگر مرد حضرات کی شراکت اچھی لگنے لگتی ہے یہی وجہ ہے کہ اپنی بیویاں ایک دوسرے سے بدلنے والے سور کے گوشت کے رسیا ہوتے ہیں لہذا مسلمان تو مسلمان کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے یا لادین افراد کو بھی اپنی صحت اور متوازن انسانی طرز زندگی کی خاطر اس کے استعمال سے لازمی بچنا چاہئے۔ علاوہ ازیں سؤر کے گوشت میں عضلات ساز مادہ کم اور حد سے زیادہ چربی ہوتی ہے۔ یہ چربی خون کی نالیوں میں جم جاتی ہے جو فالج اور دل کے دورے کا باعث بنتی ہے۔ یہ کوئی حیران کن بات نہیں کہ 50 فیصد امریکی ہائی بلڈ پریشر کا شکار ہیں۔

سؤر روئے زمین کا غلیظ ترین جانور ہے۔ یہ گوبر، فضلے اور گندگی پر پھلتا پھولتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے غلاظت خور اور سب سے زیادہ گندگی پر گزار کرنے والا جانور بنایا ہے۔ دیہات میں عموماً لیٹرینز اور بیت الخلا نہیں ہوتے، اس لیے لوگ کھلی جگہوں پر رفع حاجت کرتے ہیں اور اکثر اس غلاظت کو سؤر ہی چٹ کر جاتے ہیں۔ کوئی یہ دلیل دے سکتا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک جیسے آسٹریلیا وغیرہ میں سؤروں کو بڑی صاف ستھری جگہ پالا جاتا ہے۔ ان صاف جگہوں پر بھی ان کو باڑوں میں رکھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سؤروں کو کتنی ہی صاف ستھری جگہ پر رکھا جائے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، یہ فطرتاً گندے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنا بلکہ ساتھ والے کا فضلہ بھی کھا جاتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خنزیر زمین پر پایا جانے والا سب سے بے شرم جانور ہے۔ یہ واحد جانور ہے کہ جو دیگر سؤروں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس کی ساتھی سؤرونی سے بُرائی کریں۔ امریکہ اور یورپ میں اکثر لوگ اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ اسی کا اثر ہے کہ آج اُس معاشرے میں شرم وحیا کا جنازہ نکل چکا ہے۔ بائبل کے منع کرنے کے باوجود یہ سؤروں کو پالتے، ان کا گوشت کھاتے اور اس کے چمڑے وغیرہ سے چیزیں تیار کرتے ہیں۔ مائکروسافٹ اینکارٹا کے مطابق چین میں 46 کروڑ، امریکہ میں 6 کروڑ، برازیل میں 3 کروڑ اور جرمنی میں 2.6 کروڑ سؤر پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ ممالک ہیں کہ جہاں سب سے زیادہ سؤر پائے جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر تقریباً 94 کروڑ سؤر اس زمین پر پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں سؤر کی کھال (Pigskin) یا چمڑے سے سوٹ کیس، دستانے، بیلٹ اور فٹ بال تیار کیے جاتے ہیں۔ اس کے سخت بالوں سے برش تیار کیے جاتے ہیں۔ اس کی چربی سے کئی مصنوعات تیار کی جاتی ہیں جو بیکری اور کھانا بنانے میں استعمال ہوتی ہیں۔

قارئین کرام: آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن کے سؤر کو حرام قرار دینے میں کتنی مصلحتیں ہیں۔ اللہ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر ہمارا ایمان پہلے بھی تھا اور آج سائنس کی بدولت اللہ نے ہمیں ان خطرات سے آگاہ بھی فرما دیا ہے کہ جو سؤر کے کھانے سے ہمیں پہنچ سکتے تھے۔ یقیناً ہمارا رب، اس کا پیغمبر، ہادی ورہبر جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم، اور اس کی لاریب کتاب قران حکیم، سب سچے اور ہدایت ورہنمائی کا واحد ذریعہ ہیں۔[1]

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] اسلام پر 40 اعتراضات کے عقلی ونقلی جواب از ڈاکٹر ذاکر نائیک۔ ص 109 – 106

http://www.eajaz.org/eajaz/index.php?option=com_content&view=article&id=151%3A-the-prohibition-of-pork-a-scientific-proof&catid=37%3Aislamic-sariah-&Itemid=61&lang=ir

Mircosoft Encarta DVD Version, 2009.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر12

- لفظ "ہامان" قرآن میں
- قرآن میں مصری حکمرانوں کے خطابات
- ٹیلی پورٹیشن اور تخت بلقیس
- ابولہب کے متعلق قرآن مجید کی پیشین گوئی
- یہود کو دعوتِ مباہلہ
- فرعون کی لاش کی دریافت اور اس کا محفوظ رہنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں ہامان کا ذکر اور جدید تحقیقات

قرآن کریم میں قدیم مصر کے بارے میں دی گئی معلومات بہت سارے تحقیقی حقائق کا انکشاف کرتی ہیں، جو آج تک پوشیدہ رہے۔ یہ حقائق ہم پر یہ حقیقت منکشف کرتے ہیں کہ قرآن کا ایک ایک لفظ حتمی دانش کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ ہامان ایک ایسا کردار ہے ، جس کا نام قرآن میں فرعون کے نام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن میں چھ مقامات پر ہامان کا ذکر فرعون کے نزدیک ترین لوگوں میں کیا گیا ہے۔

حیران کن طور پر ہامان کا نام تورات کے ان حصوں میں کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے ، کہیں پر بھی نہیں پایا جاتا۔ جبکہ عہد نامہ قدیم کے آخری ابواب میں ہامان کا ذکر بابل کے ایک (Babylonian) بادشاہ کے مددگار کے طور پر آتا ہے ، جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً گیارہ سو سال بعد بنی اسرائیل پر بہت ظلم ڈھائے۔ کچھ غیر مسلم جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات اور انجیل سے نقل کر کے قرآن میں لکھا تھا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں میں درج کچھ موضوعات قرآن میں غلط طور پر منتقل کر دیے تھے (نعوذ باللہ من ذالک)۔ ان دعووں کی نامعقولیت اور بیہودگی کا بھانڈا اس وقت پھوٹا جب قدیم مصری علاماتی تحریر (Hieroglyphic Alphabet) دو سو سال پہلے پڑھ لی گئی، اور نام "ہامان" ان کی قدیمی دستاویزات میں دریافت ہوا۔

ان دریافتوں سے پہلے قدیم مصری تحریرات اور کتبہ جات سمجھے نہیں جا سکتے تھے۔ قدیم مصری زبان علاماتی زبان تھی جو زمانوں تک زندہ رہی۔ مگر دوسری اور تیسری صدی عیسوی میں عیسائیت اور دیگر ثقافتی اثرات کے غلبے کے باعث مصر نے اپنے پرانے عقائد کے ساتھ ساتھ اپنی علاماتی تحریر بھی ترک کر دی۔ تب یہ زبان ایسے بھلا دی گئی کہ کوئی بھی ایسا شخص نہ رہا جو اسے پڑھ اور سمجھ سکتا۔ یہ صورتِ حال تقریباً دو سو سال پہلے تک قائم رہی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں گزرا، وہ فرعون کا معتمد تھا اور تعمیراتی کاموں میں مصروفِ عمل رہتا تھا، جیسا کہ قرآن میں بتایا گیا۔

چناچہ قرآن میں درج ذیل آیت کریمہ کہ جس میں اس واقعے کا ذکر کیا گیا ہے اور ہامان کو فرعون ایک مینار تعمیر کرنے کا حکم دیتا ہے، اس قدیم تاریخی (آثار) دریافت کے عین مطابق ہے:

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاأَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي ۚ فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَل لِّي صَرْحًا لَّعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾

"اور فرعون نے کہا "اے اہل دربار، میں تو اپنے سوا تمہارے کسی خدا کو نہیں جانتا۔ ہامان، ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک اونچی عمارت تو بنوا، شاید کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں، میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں"۔[1]

مزید برآں قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کریمہ میں ایک اور معجزانہ پہلو بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں فرعون، ہامان سے کہہ رہا ہے کہ تو میرے لیے ایک ایسی عمارت بنا جو اینٹوں سے بنی ہوئی ہو۔ قرآن مجید کے مخالف مؤرخین کافی عرصے سے اس بات پر ڈٹے ہوئے تھے کہ قرآن کا یہ بیان تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ مصر کی قدیم تاریخ میں اینٹوں کا وجود نہیں پایا جاتا تھا بلکہ اینٹیں رومیوں کے دور کے بھی بعد کی پیداوار ہیں۔ چناچہ قرآن کا یہ کہنا کہ "میرے لیے اینٹوں سے گھر بناؤ" قطعاً درست نہیں ہے۔ قران مجید پر یہ اعتراض جاری تھا کہ ایک ماہر آثار قدیمہ پیٹری "Patry" نے ان اینٹوں کو جلی ہوئی شکل میں دریافت کر لیا۔ یہ اینٹیں مقبروں کی عمارت بنانے کے لیے استعمال کی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں یہ اینٹیں اس دور کی کچھ عمارتوں کی بنیادوں میں بھی مستعمل پائی گئی ہیں کہ جب (1308 - 1184) قبل مسیح مصر پر انیسواں خاندان حکمران تھا اور اس دوران رعمسیس دوم، مرنفتاح اور سیتی دوم حکمران تھے۔ یاد رہے کہ رعمسیس دوم نے بائبل کے مطابق بنی اسرائیل سے بطور بیگار دو شہر رعمس اور پتھوم تعمیر کرائے تھے۔ موجودہ دور کے مطابق یہ شہر تیونس، قطر کے علاقہ کا ایک حصہ ہیں جو دریائے نیل کے مشرقی ڈیلٹے میں

---

[1] القصص، 28:38

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اسی علاقے میں فرعون رعمسیس دوم نے اپنا شمالی تخت بنایا تھا۔ماہر آثار قدیمہ پیٹری کو یہ اینٹیں بھی اسی علاقے کے قریب سے ملی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بھی مصر کے لوگ اینٹوں کا استعمال کرتے تھے اور یہ قرآن مجید کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ ہامان کے نام کا قدیم مصری تحریرات میں پایا جانا اور اینٹوں کا ملنا، نہ صرف یہ کہ قرآن کے مخالفین کے جعلی دعووں کو باطل کر دیتا ہے، بلکہ ایک بار پھر یہ ثبوت مہیا کرتا ہے کہ قرآن وہ کتاب ہے جو خدا کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔ایک معجزانہ انداز میں قرآن ہمیں تاریخی معلومات مہیا کرتا ہے، جنہیں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔[1]

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] معجزات قرآنی، صفحہ 73-75

http://www.miraclesofthequran.com/historical_01.html

قرآن بائبل اور سائنس از ڈاکٹر موریس بوکائے

http://en.wikipedia.org/wiki/Haman_%28Islam%29

http://www.touregypt.net/featurestories/flinders.htm

http://www.quran-m.com/firas/en1/index.php?option=com_content&view=article&id=116:-haman-as-mentioned-in-the-holy-quran&catid=61:historical&Itemid=90

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور بائبل میں مصری حکمرانوں کے خطابات

اور جدید تحقیقات

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کی سرزمین پر رہنے والے واحد پیغمبر نہ تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور سے کافی پہلے گزرے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات پڑھتے ہوئے چند باتوں کا موازنہ کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام کے دور کے مصری حکمرانوں کو خطاب کرتے ہوئے، "ملک" (بادشاہ) کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ جیسے

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ﴾

"بادشاہ نے کہا "اُنہیں میرے پاس لاؤ تاکہ میں ان کو اپنے لیے مخصوص کرلوں"۔ جب یوسف نے اس سے گفتگو کی تو اس نے کہا "اب آپ ہمارے ہاں قدر و منزلت رکھتے ہیں اور آپ کی امانت پر پورا بھروسہ ہے"[1]

اس کے برعکس قرآن مجید حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت مصر کے حکمرانوں کو "فرعون" کے نام سے پکارتا ہے اور ایسا 60 سے زائد آیات میں پایا جاتا ہے۔ جیسے درج ذیل آیت کریمہ میں ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاسْأَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا﴾

"ہم نے موسیٰ کو نو واضح آیات (نشانیاں) دی تھیں تو بنی اسرائیل سے پوچھ لیجیے کہ جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا "موسیٰ! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے"[2]

---

[1] (یوسف 12:54)

[2] (بنی اسرائیل، 17:101)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبکہ بائبل میں ہمیں ایسا کوئی فرق نہیں ملتا، اس میں حکمران خواہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت ہوں یا یوسف علیہ السلام کے وقت کے، ان کو فرعون ہی کہا گیا ہے۔ جیسے

"اور فرعون نے یوسف سے کہا چونکہ خدا نے تجھے یہ سب کچھ سمجھا دیا ہے اس لیے تیری مانند دانشور اور عقلمند کوئی نہیں۔ سو تُو میرے گھر کا مختار ہو گا اور میری ساری رعایا تیرے حکم پر چلے گی۔ فقط تخت کا مالک ہونے کے سبب سے میں بزرگ تر ہوں گا اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ دیکھ میں تجھے سارے ملک مصر کا حاکم بناتا ہوں اور فرعون نے اپنی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسف کے ہاتھ میں پہنا دی"۔[1]

اور

"پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ صبح سویرے اُٹھ کر فرعون کے آگے جا کھڑا ہو اور اسے کہہ کہ خداوند عبرانیوں کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کریں"۔[2]

بائبل سے نقل کردہ مندرجہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بائبل کے مصنف کو حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے بادشاہوں کے خطابات کے بارے میں معلومات نہیں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام ادوار کے بادشاہوں کو لفظ "فرعون" سے ہی لکھتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس فرق کو جاننے کے لیے آدمی کو مصر کی تاریخ کا علم ہونا چاہیے مگر مصر کی قدیم تہذیب کے متعلق کوئی کچھ بھی نہیں جانتا تھا، سوائے ان چند مجسموں کے جو غزہ، اسوان اور لگزر کے صحراؤں میں ریت کے اندر کافی حد تک دھنسے ہوئے پائے گئے تھے۔ تاہم اس بے علمی کا اس وقت خاتمہ ہو گیا جب قدیم مصری علاماتی تحریر ہیروغلیفی (Hieroglyphic Alphabet) دو سو سال پہلے پڑھ لی گئی۔ قدیم مصری زبان علاماتی زبان تھی جو زمانوں تک زندہ رہی۔ مگر دوسری اور تیسری صدی عیسوی میں عیسائیت اور دیگر ثقافتی اثرات کے غلبے کے باعث مصر نے اپنے پرانے عقائد کے ساتھ

---

[1] (پیدائش، باب 41، آیت 39تا42)

[2] (خروج، باب 9، آیت 13)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اپنی علاماتی تحریر بھی ترک کردی۔ تب یہ زبان ایسے بھلا دی گئی کہ کوئی بھی ایسا شخص نہ رہا جو اسے پڑھ اور سمجھ سکتا۔ یہ صورتِ حال تقریباً دو سو سال پہلے تک قائم رہی۔

قدیم مصری علاماتی تحریر کا راز 1799ء میں اس وقت کھلا جب 196 قبل مسیح کے دور سے تعلق رکھنے والی ایک لوح (Tablet) جسے روزیٹا سٹون (Rosetta Stone) کہتے ہیں، دریافت ہوئی۔ اس کتبے کی خاص بات اس پر بیک وقت تین مختلف قسم کی تحریروں کی موجودگی تھی: علاماتی یا تصویری (Hieroglyphics) 'قدیم مصری سادہ علاماتی تحریر اور یونانی (Greek)۔ اس لوح پر موجود یونانی تحریر کی مدد سے قدیم مصری تحریر پڑھی گئی۔ اس لوح پر موجود تحریر کا ترجمہ ایک فرانسیسی جین فرنکوئی شمپولین (Jean-Francoise Chmapollion) نے مکمل کیا۔ اس طرح ایک بھولی بھٹکی زبان اور اس میں موجود واقعات دنیا کے سامنے آئے۔ یوں اس زمانے کی تہذیب، مذہب اور سماجی زندگی کے بارے میں معلومات کا ایک خزانہ دستیاب ہوا۔

مصر کی قدیم زبان میں فرعون کا مطلب "بڑا گھر" تھا، تاہم اس نام کو بعد میں مصر کے حکمرانوں نے اپنے خطاب کے لیے استعمال کیا۔ تحقیقات کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ فرعون کا خطاب اٹھارویں شاہی خاندان سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔ یہ خاندان 1539 قبل مسیح حکمران بنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس تاریخ سے قبل مصر کے حکمرانوں کا خطاب فرعون کی بجائے بادشاہ ہوتا تھا، حتیٰ کہ ہیکسوس کے وقت میں بھی جو کہ 1648 تا 1540 قبل مسیح مصر پر قابض رہے، یہ خطاب نہیں دیا گیا تھا۔ اس لیے کہ مصر کی قدیم زبان میں ہیکسوس کا مطلب "مددگاروں کا بادشاہ" تھا۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یوسف علیہ السلام کا عہد موسیٰ علیہ السلام سے قبل تھا۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت مصر میں پیدا ہوئے کہ جب فرعون رعمسیس دوم حکمران تھا۔ چنانچہ یقینی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کا مصر میں داخل ہونا، اٹھارویں شاہی خاندان سے قبل تھا اور یہ کہ یوسف علیہ السلام کے عہد میں مصر کے حکمرانوں کو بادشاہ ہی کہا جاتا تھا۔ چناچہ سترھویں شاہی خاندان تک قطع نظر اس بات کے کہ حکمران مصری ہے یا غیر مصری (یعنی ہیکسوس) ، سب کو بادشاہ ہی کہا جاتا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں ماہرین آثار قدیمہ کو مصر کے تیسرے شاہی خاندان کے وقت کا ایک پتھر بھی ملا ہے کہ جب بادشاہ زوسر حکمران تھا۔اس پتھر پر لکھی گئی تحریر کو کامیابی کے ساتھ پڑھ لیا گیا ہے۔اس تحریر کے مطابق بادشاہ زوسر اپنے دیوتاؤں سے سوال کر رہا ہے کہ وہ سات سال سے جاری اس قحط کا خاتمہ کر دیں کہ جس نے اہل مصر کو پریشان کر رکھا ہے۔چناچہ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام اسی بادشاہ زوسر کے وقت ہی میں مصر کے حکمران تھے۔کیونکہ قرآن مجید کی رو سے ہم جانتے ہیں کہ کہ یوسف علیہ السلام نے ایک خواب کی تعبیر کے نتیجے میں قحط کی پیشین گوئی کی تھی اور پھر ان ہی کے عہد میں ایسا ہوا بھی تھا۔علاوہ ازیں یہ تحریر بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ تیسرے شاہی خاندان کے وقت مصر کے حکمرانوں کا خطاب "بادشاہ" ہوتا تھا۔اس پتھر پر پائی جانے والی قدیم تحریر قرآن مجید کی سچائی کی دلیل ہے۔[1]

چناچہ مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن جس طرح مصر کے قدیم حکمرانوں کے خطابوں کے درمیان فرق کرتا ہے وہ بالکل برحق اور جدید تحقیقات کے مطابق ہے جبکہ بائبل میں یہ فرق نہیں پایا جاتا۔بائبل میں مصر کے تمام سابق قدیم حکمرانوں کو فرعون ہی کہا گیا ہے جو کہ جدید تحقیقات کے مطابق غلط ہے۔میں یہاں پر ان مغربی مستشرقین سے یہ سوال ضرور کرنا چاہوں گا کہ جو اپنی یہودی اور عیسائی عوام کو یہ کہہ کر دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں کہ قرآن کا مصنف بائبل سے نقل کرتا ہے کہ ،اگر قرآن بائبل سے نقل کر کے لکھا گیا ہے تو پھر قرآن کا مصر کے قدیم حکمرانوں کے درمیان خطاب کے فرق کو واضح کرنا اور پھر اس فرق کا

---

[1] معجزات قرآنی، صفحہ 76-77

http://www.miraclesofthequran.com/historical_05.html

http://www.quran-m.com/firas/en1/index.php?option=com_content&view=article&id=113:the-mentioning-of-the-old-egyptian-rulers-in-the-glorious-quran-and-the-difference-between-the-word&catid=61:historical&Itemid=90

قرآن بائبل اور سائنس از ڈاکٹر موریس بوکائے

http://en.wikipedia.org/wiki/Pharaoh

http://www.britannica.com/EBchecked/topic/455117/pharaoh

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدید تحقیقات کے عین مطابق ثابت ہونا، آخر کن معلومات کی بنا پر ہے؟ جب بائبل کی اپنی معلومات ہی غلط ہیں تو پھر قرآن نے کس طرح ان کو صحیح لکھ دیا؟ سچی بات یہی ہے کہ قرآن کے مخالفین اس کی روشنی کو جس قدر مدہم کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں، قرآن کی سچائی کی کرنیں اسی قدر تیز ہو کر عالم دنیا کو جگمادیتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ قدیم مصر کی تاریخ تیسری صدی تک قطعی بھلائی جاچکی تھی کہ انیسویں صدی عیسوی میں اس کی دوبارہ دریافت تک یہ تحریر کوئی بھی نہ جانتا تھا۔اس لیے قرآن کے نزول کے وقت مصری تاریخ کے بارے میں کوئی گہرا علم دستیاب نہ تھا۔ چناچہ یہ حقیقت قرآن کے لاتعداد ثبوتوں میں سے ایک اور ثبوت ہے کہ قرآن رب العالمین کا کلام ہے۔

نوٹ:۔انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتہائی چھوٹا ذرہ ہے جس میں توانائی موجود ہوتی ہے۔ سائنس دانوں کی اس ٹیم نے فوٹان کی ایٹمی ساخت کا کامیابی سے مطالعہ کیا اور اس ساخت کے بارے میں تمام معلومات ایک میٹر کی دوری تک تار کے ذریعے روانہ کیں اور فوٹان کی ایک نقل پیدا ہوئی تاہم اصل فوٹان اب باقی نہیں رہا تھا بلکہ اس کی جگہ پر اس کی ہو بہو نقل نے لے لی تھی۔

انسانی ٹیلی پورٹیشن

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ اسٹار ٹریک میں ٹیلی پورٹیشن کے لیے استعمال کیے جانے والے "ٹرانسپورٹر روم" جیسی مشین کی تشکیل میں فی الحال کئی برس لگ سکتے ہیں۔ اس مشین کے ذریعے ہمارے جسم میں پائے جانے والے 1000 مہا سنکھ (یعنی ایک کے آگے مزید 28 صفر کا اضافہ کیا جائے) ایٹم ایک مقام سے دوسرے مقام پر اس انداز میں منتقل ہو سکیں گے کہ کسی ایٹم کی جسم میں جگہ تبدیل نہ ہو۔ اس مشین کے ذریعے ایٹموں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان ایٹموں میں پائی جانے والی خصوصی اطلاعات و معلومات بھی روانہ کرنا پڑیں گی اور مطلوبہ مقام پر یہ تمام ایٹم ہو بہو اسی انداز میں یکجا ہو جائیں گے جس انداز میں یہ اصل جسم میں موجود تھے، ان میں ذرہ برابر تبدیلی جسمانی ساخت میں تغیر کا سبب بن سکتی ہے۔

اگر ٹیلی پورٹیشن کے لیے مذکورہ مشین یعنی ٹرانسپورٹر تیار کر لی گئی تو ٹیلی پورٹیشن کا عمل کامیابی سے ہمکنار ہو سکے گا تاہم سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ اس عمل کی وضاحت ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ ٹیلی پورٹیشن میں جینیاتی کلوننگ اور ڈیجیٹلائزیشن دونوں مل کر کام کریں گے لہٰذا اسے بائیو ڈیجیٹل کلوننگ کہنا بے جا نہیں ہوگا۔ ٹیلی پورٹیشن کے عمل سے گزرنے والا شخص روانگی کے مقام پر درحقیقت مر جائے گا اور مطلوبہ منزل پر اس کی ہو بہو نقل وجود میں آ جائے گی جس میں اس کی تمام حسیات، یادداشت، جذبات اور خواب و امیدیں سب کچھ اس ہو بہو نقل میں موجود ہوں گی چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ٹیلی پورٹر اپنی منزل پر زندہ پہنچے گا لیکن یہ اس کا حقیقی جسم نہیں ہوگا۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ اس کی مثال بالکل فیکس جیسی ہے جس میں ایک مقام سے کسی دستاویز کی نقل ارسال کی جاتی ہے۔ اور دور دراز مقام پر اس کی ہو بہو نقل موصول ہو جاتی ہے۔ یہ شبیہہ بالکل اصل کے مطابق ہوتی ہے تاہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل نہیں ہوتی۔اسی طرح ٹیلی پورٹیشن کے بعد منزل پر پہنچنے والا انسان فیکس کے مقابلے میں زیادہ حقیقی ہو گا تاہم اصل نہیں ہو گا۔

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ جس طرح دور جدید میں مختلف قسم کی ٹیکنالوجیز شارع ترقی پر گامزن ہیں اسی طرح ٹیلی پورٹیشن میں بھی کامیابیاں حاصل کی جائیں گی اور ایک دن ایسا آئے گا کہ جب سفر کی صعوبتوں سے مکمل طور پر نجات حاصل ہو جائے گی۔ مستقبل میں ہماری اولادوں میں سے کوئی بھی کئی سو ارب نوری سالوں کے فاصلے پر موجود کہکشاں کے کسی سیارے پر قائم دفتر میں کام کاج ختم کرنے کے بعد اپنی کلائی پر بندھی گھڑی سے کہے گا کہ میں زمین پر اپنے گھر میں رات کے کھانے کے لیے پہنچنا چاہتا ہوں۔اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ابھی مکمل نہیں ہو پائیں گے کہ وہ شخص کھربوں میل دور اپنی مطلوبہ منزل پر موجود ہو گا۔ [1]

قرآن مجید میں ٹیلی پورٹیشن کا ذکر موجود ہے؟

جی ہاں! آپ یہ جان کر یقینا حیران ہوں گے کہ قرآن مجید میں 1400 سال پہلے ہی سے اس کا ذکر موجود ہے جسے انسان موجودہ جدید دور سے قبل صرف معجزہ سمجھ کر صرفِ نظر کرتا رہا مگر حقیقت میں یہ ٹیلی پورٹیشن کی ایک بہترین مثال تھی جس کو اللہ تعالیٰ اپنے ایک نیک بندے کے ذریعے ظہور میں لایا تھا۔قرآن مجید میں اس کا ذکر ہمیں سورۃ النمل میں حضرت سلیمان کے اس واقعہ میں ملتا ہے کہ جب آپ ملکہ سبا کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ملکہ سبا کا وہی تخت، جس کے متعلق ہدہد نے کہا تھا کہ وہ بڑا عظیم الشان ہے، ملکہ کے پہنچنے سے قبل ہی اپنے پاس منگوالیں۔چونکہ جن آپ کے تابع فرمان تھے اور وہ یہ کام کر سکتے

[1] روزنامہ اردو نیوز جدہ، 14 اپریل 2005

http://physicsweb.org/articles/news/8/6/10

http://radio.weblogs.com/0105910/2004/08/24.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے،اس سے سیدنا سلیمان کا مقصد یہ تھا کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ ملکہ کو کوئی ایسی نشانی بھی دکھادی جائے جس سے ملکہ پر پوری طرح واضح ہو جائے کہ وہ محض ایک دنیادار فرمانروا نہیں بلکہ اللہ نے انہیں بہت بڑی بڑی نعمتوں اور فضیلتوں سے بھی نوازا ہے اور آپ اللہ کے نبی بھی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے درباریوں سے پوچھا:

﴿قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۔ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ۔ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۡ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ﴾

"سلیمان نے کہا"اے اہل دربار، تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس حاضر ہوں؟ جنوں میں سے ایک قوی ہیکل نے عرض کیا میں اسے حاضر کردوں گا قبل اس کے آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں۔ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں"۔ جس شخص کے پاس کتاب کا ایک علم تھا وہ بولا "میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لائے دیتا ہوں"۔ جونہی سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا وہ پکار اٹھا" یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافر نعمت بن جاتا ہوں۔"[1]

مولانا مودودی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"اب رہی یہ بات کہ ڈیڑھ ہزار میل سے ایک تختِ شاہی پلک جھپکتے کس طرح اُٹھ کر آگیا، تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ زمان ومکان اور مادّہ وحرکت کے جو تصورات ہم نے اپنے تجربات ومشاہدات کی بنا پر قائم کیے ہیں ان کے جملہ حدود صرف ہم ہی پر منطبق ہوتے ہیں۔ خدا کے لیے نہ تو یہ تصورات صحیح ہیں اور نہ وہ ان حدود سے محدود ہے۔ اس کی قدرت ایک معمولی تخت تو درکنار، سورج اور اس سے بھی زیادہ بڑے سیاروں کو آن کی آن میں لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرا سکتی ہے۔ جس خدا کے صرف ایک حکم سے یہ عظیم کائنات وجود میں آگئی ہے اس کا ایک ادنیٰ اشارہ ہی ملکہ ءسبا کے تخت کو روشنی کی رفتار سے چلا دینے کے لیے کافی تھا۔

[1] النمل۔27: 38-40

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر اسی قرآن میں یہ ذکر بھی تو موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک رات اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے بیت المقدس لے بھی گیا اور واپس بھی لے آیا"۔[1]

مولانا عبدالرحمان کیلانی بھی اسی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"ایسے واقعات اگرچہ خرق عادت ہیں تاہم موجودہ علوم نے ایسی باتوں کو بہت حد تک قریب الفہم بنادیا ہے۔ مثلاً یہی زمین جس پر ہم آباد ہیں سورج کے گرد سال بھر چکر کاٹتی ہے اور اس کی رفتار تقریباً ایک لاکھ سات ہزار کلو میٹر (چھیاسٹھ ہزار چھ سو میل) فی گھنٹہ بنتی ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس قدر عظیم الجثہ کرہ زمین برق رفتاری کے ساتھ چکر کاٹ رہا ہے اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا اور یہ ایسی بات ہے کہ ہم ایمان کی حد تک یقین رکھتے ہیں۔ اب اس زمین کی جسامت اور وزن کے مقابلہ میں ملکہ بلقیس کے تخت کی جسامت اور وزن دیکھئے اور مآرب سے یروشلم کا صرف ڈیڑھ ہزار میل فاصلہ ذہن میں لاکر غور فرمایئے کہ اگر پہلی بات ممکن ہے تو دوسری کیوں ممکن نہیں ہوسکتی اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص چشم زدن میں تخت لایا تھا تو وہاں بھی اللہ ہی کی قدرت کام کررہی تھی۔ یہ اس شخص کا کوئی ذاتی کمال نہ تھا اور نہ ہی تخت ظاہری اسباب کے ذریعہ وہاں لایا گیا تھا"۔[2]

بہر حال مختصراً یہی کہا جاسکتا ہے کہ جدید سائنس کی بدولت ہم قرآن مجید میں بیان کردہ کئی ایسی باتوں اور واقعات کو ماضی کی نسبت موجود دور میں زیادہ بہتر انداز میں سمجھنے کی پوزیشن میں آگئے ہیں اور ہر آن وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بے مثال حکمت وکاریگری اظہر من الشمس ہوتی جارہی ہے۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] تفہیم القرآن، جلد سوم، صفحہ 577-578

[2] تفسیر تیسیر القرآن، جلد سوم، صفحہ 388

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو لہب کے متعلق قرآن مجید کی پیشین گوئی

ابو لہب کا اصل نام عبدالعزٰی تھا۔ قرآن مجید میں صرف اسی شخص کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی ہے حالانکہ مکہ میں بھی اور ہجرت کے بعد مدینہ میں بھی بہت سے لوگ ایسے تھے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی عداوت میں ابو لہب سے کسی طور پر بھی کم نہ تھے۔ یہ شخص مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے قریبی ہمسایہ تھا، دونوں گھروں کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔ یہ اور اس کے اہل خانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی چین لینے نہیں دیا تھا۔ آپ کبھی نماز پڑھ رہے ہوتے تو یہ بکری کی اوجھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینک دیتے۔ ہنڈیا میں غلاظت ڈال دیتے۔ ابو لہب کی بیوی امّ جمیل کا تو روزانہ کا کسب یہی تھا کہ وہ راتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر خاردار جھاڑیاں لا کر بچھا دیتی تھی تاکہ صبح سویرے جب آپ یا آپ کے بچے باہر نکلیں تو کوئی کانٹا پاؤں میں چبھ جائے۔ اس کے علاوہ بھی یہ شخص ہر اس جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا جہاں آپ دعوتِ دین کے لیے جاتے اور لوگوں کو آپ کے خلاف اُکساتا۔ [1]

چنانچہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا نام لے کر درج ذیل سورۃ مبارکہ میں اس کی اور اس کی بیوی کی مذمت فرمائی:

(تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۔ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۔ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۔ وَّامْرَاَتُهٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۔

فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ)

"ٹوٹ گئے ابو لہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ۔ اُس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا۔ ضرور وہ شعلہ زن آگ

---

[1] تفہیم القرآن، جلد ششم، صفحہ 522

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ڈالا جائے گا اور (اُس کے ساتھ) اُس کی جورو (بیوی) بھی، لگائی بجھائی کرنے والی، اُس کی گردن میں مونجھ کی رسّی ہو گی"[1]

اس سورۃ مبارکہ میں بالواسطہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ابولہب اور اس کی بیوی کبھی بھی اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اور ان کی موت ذلت آمیز ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حالانکہ یہ سورۃ مبارکہ ابولہب کی موت سے تقریباً 10 سال پہلے نازل ہوئی تھی، اگر وہ اسلام قبول کر لیتا تو نعوذ باللہ قرآن غلط ثابت ہو سکتا تھا مگر ایسا نہیں ہوا ۔ [2] اور لطف کی بات یہ کہ اس کی موت کے بعد اس کی بیٹی درّہ اور اس کے دونوں بیٹوں عُتبہ اور متعب نے اسلام قبول کر لیا۔ [3]

تفاسیر میں آتا ہے کہ جنگ بدر میں قریش کی شکست کی جب اسے مکہ میں خبر ملی تو اُس کو اتنا رنج ہوا کہ وہ سات دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔ پھر اس کی موت بھی نہایت عبرتناک تھی۔ اسے عَدَسَہ (Malignant Pustule) کی بیماری ہو گئی جس کی وجہ سے اس کے گھر والوں نے اُسے چھوڑ دیا، کیونکہ انہیں چھوت لگنے کا ڈر تھا۔ مرنے کے بعد بھی تین روز تک کوئی اس کے پاس نہ آیا یہاں تک کہ اس کی لاش سڑ گئی اور اس کی بو پھیلنے لگی۔ آخر کار جب لوگوں نے اس کے بیٹوں کو طعنے دینے شروع کیے تو ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے کچھ حبشیوں کو اجرت دے کر اس کی لاش اٹھوائی اور انہی مزدوروں نے اس کو دفن کیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے ایک گڑھا کھدوایا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس میں پھینکا اور اوپر سے مٹی ڈال کر اسے ڈھانک دیا۔ [4]

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں یہ فرمان حرف بحرف سچ ثابت ہوا جو اس کی سچائی کی ایک اور واضح دلیل ہے۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

---

[1] اللھب، 111: 1-5

[2] IS THE QUR'AN GOD'S WORD (PART A), A lecture by Dr. Zakir Naik at www.irf.net

[3] تفہیم القرآن، جلد ششم، صفحہ 526

[4] تفہیم القرآن، جلد ششم، صفحہ 526

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہود کو دعوتِ مباہلہ

سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا م بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْم م بِالظّٰلِمِيْنَ﴾

"(اے نبی) کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر صرف تمہارے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں تو آؤ اپنی سچائی کے ثبوت میں موت طلب کرو، لیکن اپنی کرتوتوں کو دیکھتے ہوئے کبھی بھی موت نہیں مانگیں گے، اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے"[1]

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ان یہودیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی پیغام دیا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو مقابلہ میں آؤ، ہم تم مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہم میں سے جھوٹے کو ہلاک کر دے' لیکن ساتھ ہی پیشین گوئی بھی کر دی کہ یہ لوگ ہر گز اس پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ یہ لوگ مقابلہ پر نہ آئے اس لیے کہ وہ دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن مجید کو سچا جانتے تھے اگر یہ لوگ اس اعلان کے تحت مقابلہ میں نکلتے تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے' روئے زمین پر ایک بھی یہودی باقی نہ رہتا۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی آیا ہے کہ اگر یہودی مقابلہ پر آتے اور جھوٹے کے لیے موت طلب کرتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کا نام و نشان بھی نہ پاتے۔[2]

سورۃ جمعہ میں بھی اسی طرح کی دعوت انہیں دی گئی ہے۔ آیت ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ آخر تک پڑھیے ان کا دعویٰ تھا کہ ﴿نَحْنُ

---

[1] البقرہ، 2:94-95

[2] مسند احمد بحوالہ تفسیر ابن کثیر۔ جلد اول۔ صفحہ 142

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَبْنَآءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّآءُہٗ) ہم تو اللہ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں۔ یہ کہا کرتے تھے (لَّنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی) جنت میں صرف یہودی اور نصاریٰ جائیں گے' اس لیے انہیں کہا گیا کہ آؤ اس کا فیصلہ اس طرح کر لیں کہ دونوں فریق میدان میں نکل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جھوٹے کو ہلاک کر ڈالے لیکن چونکہ اس جماعت کو اپنے جھوٹ کا علم تھا یہ اس کے لیے تیار نہ ہوئے اور ان کا کذب سب پر کھل گیا۔ اسی طرح جب نجران کے نصرانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' بحث مباحثہ ہو چکا تو ان سے بھی یہی کہا گیا کہ (تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ) یعنی آؤ ہم تم دونوں اپنی اپنی اولادوں اور بیویوں کو لے کر نکلیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ جھوٹوں پر اپنی لعنت فرمائے، لیکن وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہر گز اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ نہ کرو ورنہ فوراً برباد ہو جاؤ گے۔[1]

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قران مجید میں بیان کردہ مندرجہ بالا پیشین گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت قبول کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] تفسیر ابن کثیر۔ جلد اول۔ صفحہ 142-143

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ اٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۔ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ﴾

"اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار لے گئے۔ پھر فرعون اور اس کے لشکر ظلم اور زیادتی کی غرض سے ان کے پیچھے چلے۔ حتیٰ کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول اٹھا "میں نے مان لیا کہ خداوندِ حقیقی اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی سرِ اطاعت جھکا دینے والوں میں سے ہوں" (جواب دیا گیا) "اب ایمان لاتا ہے! حالانکہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔ اب تو ہم صرف تیری لاش ہی کو بچائیں گے تاکہ تو بعد کی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنے، اگرچہ بہت سے انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں"[1]

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ ہم فرعون کی لاش کو محفوظ رکھیں گے تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے وہ باعث عبرت ہو۔ اپنے آپ کو خدا کہلوانے والے کی لاش کو دیکھ کر آنے والی نسلیں سبق حاصل کریں۔ چنانچہ اللہ کا فرمان سچ ثابت ہوا اور اس کا ممی شدہ جسم 1898ء میں دریائے نیل کے قریب تبسیہ کے مقام پر شاہوں کی وادی سے اوریت نے دریافت کیا تھا۔ جہاں سے اس کو قاہرہ منتقل کر دیا گیا۔ ایلیٹ اسمتھ نے 8 جولائی 1907ء کو اس کے جسم سے غلافوں کو اتارا، تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہہ جمی پائی گئی تھی جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی علامت تھی۔ اس نے اس عمل کا تفصیلی تذکرہ اور جسم کے جائزے کا حال اپنی کتاب "شاہی ممیاں" (1912ء) میں درج کیا ہے۔ اس وقت یہ ممی محفوظ رکھنے کے لیے تسلی بخش حالت میں تھی حالانکہ اس کے کئی حصے شکستہ ہو گئے تھے۔ اس وقت سے ممی قاہرہ کے عجائب گھر میں سیاحوں کے لیے سجی ہوئی ہے۔ اس کا سر اور گردن کھلے ہوئے ہیں اور باقی جسم کو ایک کپڑے میں چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ محمد احمد عدوی "دعوۃ الرسل الی اللہ" میں لکھتے

[1] یونس، 10: 90-92

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ اس نعش کی ناک کے سامنے کا حصہ ندارد ہے جیسے کسی حیوان نے کھالیا ہو، غالباً سمندری مچھلی نے اس پر منہ مارا تھا، پھر اس کی لاش اُلوہی فیصلے کے مطابق کنارے پر پھینک دی گئی تاکہ دنیا کے لیے عبرت ہو۔

جون 1975ء میں ڈاکٹر مورس بوکائیے نے مصری حکمرانوں کی اجازت سے فرعون کے جسم کے ان حصوں کا جائزہ لیا جو اس وقت تک ڈھکے ہوئے تھے اور ان کی تصاویر اتاریں۔ پھر ایک اعلیٰ درجہ کی شعاعی مصوری کے ذریعے ڈاکٹر ایل میلجی اور رامسس نے ممی کا مطالعہ کیا اور ڈاکٹر مصطفی منیالوی نے صدری جدار کے ایک رخنہ سے سینہ کے اندرونی حصوں کا جائزہ لیا۔ علاوہ ازیں جوف شکم پر تحقیقات کی گئیں۔ یہ اندرونی جائزہ کی پہلی مثال تھی جو کسی ممی کے سلسلے میں ہوا۔ اس ترکیب سے جسم کے بعض اندرونی حصوں کی اہم تفصیلات معلوم ہوئیں اور ان کی تصاویر بھی اتاری گئیں۔ پروفیسر سیکالدی نے پروفیسر مگنو اور ڈاکٹر دوریگون کے ہمراہ ان چند چھوٹے چھوٹے اجزا کا خوردبینی مطالعہ کیا جو ممی سے خود بخود جدا ہو گئے تھے۔[1]

ان تحقیقات سے حاصل ہونے والے نتائج نے ان مفروضوں کو تقویت بخشی جو فرعون کی لاش کے محفوظ رہنے کے متعلق قائم کیے گئے تھے۔ ان تحقیقات کے نتائج کے مطابق فرعون کی لاش زیادہ عرصہ پانی میں نہیں رہی تھی اگر فرعون کی لاش کچھ اور مدت تک پانی میں ڈوبی رہتی تو اس کی حالت خراب ہو سکتی تھی[2]، حتیٰ کہ اگر پانی کے باہر بھی غیر حنوط شدہ حالت میں ایک لمبے عرصے تک پڑی رہتی تو پھر بھی یہ محفوظ نہ رہتی۔ علاوہ ازیں ان معلومات کے حصول کے لیے بھی کوششیں جاری رکھی گئیں کہ اس لاش کی موت کیا پانی میں ڈوبنے سے ہوئی یا کوئی اور وجوہات بھی تھیں؟ چنانچہ مزید تحقیقات کے لیے ممی کو پیرس لے جایا گیا اور وہاں Legal Identification Laboratory کے مینیجر Ceccaldi اور Dr. Durigon نے مشاہدات

---

[1] بائیبل قرآن اور سائنس از ڈاکٹر مورس بوکائیے صفحہ 287-299

تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ، القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ، 310

اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات۔ صفحہ۔ 147

[2] بخاری شریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد بتایا کہ: اس لاش کی فوری موت کا سبب وہ شدید چوٹ تھی جو اس کی کھوپڑی (دماغ) کے سامنے والے حصے کو پہنچی کیونکہ اس کی کھوپڑی کے محراب والے حصے میں کافی خلا موجود ہے۔ اور یہ تمام تحقیقات آسمانی کتابوں میں بیان کردہ فرعون کے (ڈوب کر مرنے کے) واقعہ کی تصدیق کرتی ہیں کہ جس میں بتایا گیا ہے کہ فرعون کو دریا کی موجوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔[1]

جیسا کہ ان نتائج سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو محفوظ رکھنے کا خاص اہتمام کیا تھا جس کی وجہ سے یہ ہزاروں سال تک زمانے کے اثرات سے محفوظ رہی اور آخر کار اس کو انیسویں صدی میں دریافت کیا گیا اور انشاءاللہ یہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے سامان عبرت رہے گی۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "ہم فرعون کی لاش کو سامانِ عبرت کے لیے محفوظ کر لیں گے" صرف قرآن مجید میں موجود ہے، اس سے پہلے کسی دوسری آسمانی کتاب میں اس کا اعلان نہیں کیا گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے معلومات لے کر اس کو قرآن میں لکھ دیتے (نعوذ باللہ)، جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا پیغمبرِ اسلام کے بارے میں جھوٹا پروپیگنڈا ہے۔ چنانچہ یہ قرآن مجید کے سچا اور منجانب اللہ ہونے کا ایک اور لاریب ثبوت ہے جس کو جھٹلانا کسی کے بس میں نہیں ہے۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] http://www.quran-m.com/firas/en1/

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر13

- ڈارون کا نظریہ ارتقاء ایک دھوکہ ایک فریب
- جدید ڈارونزم
- نظریہ ارتقاء پر اعتراضات
- نظریہ ارتقاء کے حق میں قرآنی دلائل
- نظریہ ارتقاء کے ابطال پر قرآنی دلائل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈارون کا نظریہ ارتقاء ایک دھوکہ ایک فریب

انسان کی پیدائش کسی ارتقاء کا نتیجہ نہیں ہے۔ یہ نظریہ چونکہ آج کل ہمارے کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے اور میڈیا پر بھی اکثر اس کے حق میں خبریں شائع کی جاتی ہیں جس سے بعض مسلمان بھی اس نظریہ سے مرعوب ہو چکے ہیں۔ نیز اس نظریہ نے مذہبی دنیا میں ایک اضطراب سا پیدا کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ انسان اور دوسرے حیوانات کی تخلیق کے متعلق دو طرح کے نظریات پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بحیثیت انسان ہی پیدا کیا ہے۔ قرآن واحادیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، پھر ان کی پسلی سے ان کی بیوی کو پیدا کیا، پھر اس جوڑے سے بنی نوع انسان تمام دنیا میں پھیلے۔ آدم علیہ السلام کا پتلا جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تو اس میں اپنی روح سے پھونکا اور ایسی روح کسی دوسری چیز میں نہیں پھونکی گئی۔ یہ اسی روح کا اثر ہے کہ انسان میں دوسرے تمام حیوانات سے بہت زیادہ عقل وشعور، قوت ارادہ واختیار اور تکلم کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اس طبقہ کے قائلین اگرچہ زیادہ تر الہامی مذاہب کے لوگ ہیں تاہم بعض مغربی مفکرین نے بھی اس نظریہ کی حمایت کی ہے۔

دوسرا گروہ مادہ پرستوں کا ہے جو اسے خالص ارتقائی شکل کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اس نظریہ کے مطابق زندگی اربوں سال پہلے ساحل سمندر سے نمودار ہوئی۔ پھر اس سے نباتات اور اس کی مختلف انواع وجود میں آئیں پھر نباتات ہی سے ترقی کرتے کرتے حیوانات پیدا ہوئے۔ انہی حیوانات سے انسان غیر انسانی اور نیم انسانی حالت کے مختلف مدارج سے ترقی کرتا ہوا مرتبہ انسانیت تک پہنچا ہے۔ اس تدریجی اور ارتقائی سفر کے دوران کوئی ایسا نقطہ متعین نہیں کیا جا سکتا جہاں سے غیر انسانی حالت کا وجود ختم کر کے نوع انسانی کا آغاز تسلیم کیا جائے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظریہ سب سے پہلے ارسطو (384-322ق م) نے پیش کیا تھا۔ قدیم زمانہ میں تھیلیس، عناکسی میندر، عناکسی مینس، ایمپی ووکل اور جوہر پسند فلاسفہ بھی مسئلہ ارتقاء کے قائل تھے۔ مسلمان مفکرین میں سے ابن خلدون، ابن مسکویہ اور حافظ مسعودی نے ابھی اشیائے کائنات میں مشابہت دیکھ کر کسی حد تک اس نظریہ ارتقاء کی حمایت کی ہے۔

کیا انسان بندر کی اولاد ہے؟

انیسویں صدی عیسوی سے پہلے یہ نظریہ ایک گمنام سا نظریہ تھا۔ 1859ء میں سر چارلس ڈارون (1818-1882) نے ایک کتاب The Origin of Species by Means of Natural Selection (یعنی "فطری انتخاب کے ذریعے انواع کا ظہور") لکھ کر اس نظریہ کو باضابطہ طور پر پیش کیا۔ اس نظریہ کو ماننے والوں میں بھی کافی اختلاف ہوئے۔ ڈارون نے بندر اور انسان کو ایک ہی نوع قرار دیا کیونکہ حس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1۔تنازع للبقاء (Struggle for Existence)

اس سے مراد زندگی کی بقاء کے لیے کشمکش ہے جس میں صرف وہ جاندار باقی رہ جاتے ہیں جو زیادہ مکمل اور طاقتور ہوں اور کمزور جاندار ختم ہو جاتے ہیں مثلاً کسی جنگل میں وحشی بیل ایک ساتھ چرتے ہیں۔ان میں سے جو طاقتور ہوتا ہے وہ گھاس پر قبضہ جمالیتا ہے اور اس طرح مزید طاقتور ہو جاتا ہے مگر کمزور خوراک کی نایابی کے باعث مزید کمزور ہو کر بالآخر ختم ہو جاتا ہے اسی کشمکش کا نام تنازع للبقاء ہے۔

2۔دوسرا اصول طبعی انتخاب (Natural Selection)

مثلاً اوپر کی مثال میں وہی وحشی بیل دور کی مسافت طے کرنے اور دشوار گزار راستوں سے گزرنے میں کامیاب ہوتے ہیں جو طاقتور اور مضبوط ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو خطرات سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور کمزور خود بخود ختم ہوتے جاتے ہیں گویا فطرت (اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں ہے) خود طاقتور اور مضبوط کو باقی رکھتی اور کمزور اور ناقص کو ختم کرتی رہتی ہے۔

3۔ماحول سے ہم آہنگی (Adaption)

اس کی مثال یوں سمجھیے کہ شیر ایک گوشت خور درندہ جانور ہے۔فطرت نے اسے شکار کے لیے پنجے اور گوشت کھانے کے لیے نوکیلے دانت عطا کیے ہیں۔اب اگر اسے مدت دراز تک گوشت نہ ملے تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔یا تو وہ بھوک سے مر جائے گا یا نباتات کھانا شروع کر دے گا۔اس دوسری صورت میں اس کے دانت اور پنجے رفتہ رفتہ خود بخود ختم ہو جائیں گے اور ایسے نئے اعضاء وجود میں آنے لگیں گے جو موجودہ ہیت کے مطابق ہوں۔اس کی آنتیں بھی طویل ہو کر سبزی خور جانوروں کے مشابہ ہو جائیں گی۔اسی طرح اگر شیر کو خوراک ملنے کی واحد صورت یہ ہو کہ کسی درخت پر چڑھ کر حاصل کرنی پڑے تو ایسے اعضاء پیدا ہونا شروع ہو جائیں گے جو اسے درختوں پر چڑھنے میں مدد دے سکیں۔

4۔قانون وراثت (Law of Heritance)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اصول نمبر 2 یعنی ہیت اور ماحول کے اختلاف سے جو تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں وہ نسلاً بعد نسل آگے منتقل ہوتی جاتی ہیں تا آنکہ یہ اختلاف فروعی نہیں بلکہ نوعی بن جاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ نسلیں ہیں جیسے گدھا اور گھوڑا ایک ہی نوع ہے مگر گدھا گھوڑے سے اس لیے مختلف ہو گیا کہ اس کی معاشی صورت حال بھی بدل گئی اور حصول معاش کے لیے اس کی جدوجہد میں بھی اضافہ ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈارون کے یہ خیالات بعض مخصوص نظریاتی اور سیاسی حلقوں کو بہت زیادہ پسند آئے، انہوں نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور نتیجتاً یہ خیالات (نظریہ ارتقاء) بہت زیادہ مقبول ہو گئے۔ اس مقبولیت کی اہم وجہ یہ رہی کہ اس زمانے میں علم کی سطح اتنی بلند نہیں تھی کہ ڈارون کے تصوراتی منظر نامے میں پوشیدہ جھوٹ کو سب کے سامنے عیاں کر سکتی۔ جب ڈارون نے ارتقاء کے حوالے سے اپنے مفروضات پیش کئے تو اس وقت جینیات (Genetics)، خرد حیاتیات (Microbiology) اور حیاتی کیمیا (Biochemistry) جیسے مضامین موجود ہی نہیں تھے۔ اگر یہ موضوعات، ڈارون کے زمانے میں موجود ہوتے تو باآسانی پتہ چل جاتا کہ ڈارون کا نظریہ غیر سائنسی ہے اور اس کے دعوے بے مقصد ہیں۔ کسی نوع کا تعین کرنے والی ساری معلومات پہلے ہی سے اس کے جین (Genes) میں موجود ہوتی ہیں۔ فطری انتخاب کے ذریعے، جین میں تبدیلی کر کے کسی ایک نوع سے دوسری نوع پیدا کرنا قطعاً ناممکن ہے۔

جس وقت ڈارون کی مذکورہ بالا کتاب (جسے اب ہم مختصراً "اصلِ انواع" کہیں گے) اپنی شہرت کے عروج پر تھی، اسی زمانے میں آسٹریا کے ایک ماہر نباتیات، گریگر مینڈل نے 1865ء میں توارث (Inheritance) کے قوانین دریافت کئے۔ اگرچہ ان مطالعات کو انیسویں صدی کے اختتام تک کوئی خاص شہرت حاصل نہیں ہو سکی۔ مگر 1900ء کے عشرے میں حیاتیات کی نئی شاخ "جینیات" (Genetics) متعارف ہوئی اور مینڈل کی دریافت بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئی۔ کچھ عرصے بعد جین کی ساخت اور کروموسوم (Chromosomes) بھی دریافت ہو گئے۔ 1950ء کے عشرے میں ڈی این اے (DNA) کا سالمہ دریافت ہوا جس میں ساری جینیاتی معلومات پوشیدہ ہوتی ہیں۔ یہیں سے نظریہ ارتقاء میں ایک شدید بحران کا آغاز ہوا کیونکہ اتنے مختصر سے ڈی این اے میں بے اندازہ معلومات کا ذخیرہ کسی بھی طرح سے "اتفاقی واقعات" کی مدد سے واضح نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان تمام سائنسی کاوشوں سے ہٹ کر، تلاشِ بسیار کے باوجود، جانداروں کی ایسی کسی درمیانی شکل کا سراغ نہیں مل سکا جسے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی روشنی میں لازماً موجود ہونا چاہیے تھا۔

اصولاً تو ان دریافتوں کی بنیاد پر ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو ردّی کی ٹوکری میں پھینک دینا چاہیے تھا، مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ کیونکہ بعض مخصوص حلقوں نے اس پر نظرِ ثانی، اس کے احیاء، اور اسے سائنسی پلیٹ فارم پر بلند مقام دیئے رکھنے کا اصرار (اور دباؤ) جاری رکھا۔ ان کوششوں کا مقصد صرف اسی وقت سمجھا جا سکتا ہے جب ہم نظریہ ارتقاء کے پیدا کردہ نظریاتی رجحانات (Ideological Intensions) کو محسوس کریں، نہ کہ اس کے سائنسی پہلوؤں کا جائزہ لیں۔ نظریہ ارتقاء پر یقین کو قائم و دائم رکھنے کی پوری کوششوں کے باوجود یہ حلقے جلد ہی ایک بند گلی میں پہنچ گئے۔ اب انہوں نے ایک نیا ماڈل پیش کر دیا جس کا نام "جدید ڈارونزم" (Neo-Darwinism) رکھا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدید ڈارونزم" (Neo-Darwinism)

اس نظریئے کے مطابق انواع کا ارتقاء، تغیرات (Mutations) اور ان کے جین (Genes) میں معمولی تبدیلیوں سے ہوا۔ مزید یہ کہ (ارتقاء پذیر ہونے والی ان نئی انواع میں سے) صرف وہی انواع باقی بچیں جو فطری انتخاب کے نظام کے تحت موزوں ترین (Fittest) تھیں۔ مگر جب یہ ثابت کیا گیا کہ جدید ڈارونزم کے مجوزہ نظامات درست نہیں، اور یہ کہ نئی انواع کی تشکیل کے لئے معمولی جینیاتی تبدیلیاں کافی نہیں ہیں، تو ارتقاء کے حمایتی ایک بار پھر نئے ماڈلوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

اب کی بار وہ ایک نیا دعویٰ لے کر آئے جسے "نشان زد توازن" (Punctuated Equilibrium) کہا جاتا ہے، اور اس کی بھی کوئی معقول سائنسی بنیاد نہیں ہے۔ اس ماڈل کی رُو سے جاندار کوئی "درمیانی شکل" اختیار کئے بغیر، اچانک ہی ایک سے دوسری انواع میں ارتقاء پذیر ہو گئے۔ بالفاظِ دیگر یہ کہ کوئی نوع اپنے "ارتقائی آباؤاجداد" کے بغیر ہی وجود میں آ گئی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ انواع کو "تخلیق" کیا گیا ہے (یعنی ان کا کوئی خالق ضرور ہے) تو ہم بھی وہی کہہ رہے ہوں گے جو نشان زد توازن میں کہا گیا ہے۔ لیکن ارتقاء پرست، نشان زد توازن کے اس پہلو کو قبول نہیں کرتے (جو خالق کی طرف اشارہ کر رہا ہے)۔ اس کے بجائے وہ حقیقت کو ناقابلِ فہم منظر ناموں سے ڈھانپنے کی کوشش کرنے لگے۔ مثلاً یہ کہ دنیا کا پہلا پرندہ اچانک ہی، ناقابلِ تشریح انداز میں، رینگنے والے کسی جانور یعنی ہوّام (Reptile) کے انڈے سے پیدا ہو گیا۔ یہی نظریہ ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ زمین پر بسنے والے گوشت خور جاندار کسی (ناقابلِ فہم) وجہ سے، زبردست قسم کے جینیاتی تغیرات کا شکار ہو کر، دیو قامت وہیل مچھلیوں میں تبدیل ہو گئے ہوں گے۔

یہ دعوے جینیات، حیاتی طبیعیات اور حیاتی کیمیا کے طے شدہ قواعد و ضوابط سے بری طرح متصادم ہیں اور ان میں اتنی ہی سائنسی صداقت ممکن ہے جتنی مینڈک کے شہزادے میں تبدیل ہو جانے والی جادوئی کہانیوں میں ہو سکتی ہے۔ ان تمام خرابیوں اور نقائص کے باوجود، جدید ڈارونزم کے پیش کردہ نتائج اور پیدا شدہ بحران سے عاجز آئے ہوئے کچھ ارتقاء پرست ماہرینِ معدومیات (Paleontologists) نے اس نظریئے (نشان زد توازن) کو گلے سے لگا لیا جو اپنی ذات میں جدید ڈارونزم سے بھی زیادہ عجیب و غریب اور ناقابلِ فہم ہے۔

اس نئے ماڈل کا واحد مقصد صرف یہ تھا کہ رکازی ریکارڈ میں خالی جگہوں کی موجودگی (یعنی زندگی کی درمیانی شکلوں کی عدم موجودگی) کی وضاحت فراہم کی جائے، جنہیں واضح کرنے سے جدید ڈارونزم بھی قاصر تھا۔ مگر ریکارڈ کی عدم موجودگی کے ثبوت میں یہ کہنا "رینگنے والے جانور کا انڈا ٹوٹا اور اس میں سے پرندہ برآمد ہوا" بمشکل ہی معقول دلیل سمجھا جائے گا۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ ڈراوِن کا نظریہ ارتقاء خود کہتا ہے کہ انواع کو ایک سے دوسری شکل میں ڈھلنے کے لئے زبردست اور مفید قسم کا جینیاتی تغیر درکار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کوئی جینیاتی تغیر بھی، خواہ وہ کسی بھی پیمانے کا ہو،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، جانور کے لئے یہ علم بھی ضروری ہے کہ اس کامل جسم کو استعمال میں کیسے لایا جائے۔ایک پرندے کے پر صرف اسی وقت کار آمد ہوتے ہیں جب وہ اڑان کے آغاز، بلند پرواز اور زمین پر اترنے کے تمام کام کامیابی سے سرانجام دینے میں معاون ثابت ہوں۔

جب ہم اس دنیا کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہم ایک دلچسپ حقیقت سے روشناس ہوتے ہیں۔ایک جاندار ہمیشہ اپنے ماحول کی مناسبت سے زندگی بسر کرتا ہے،اور اسکے اس رویہ کا آغاز اسکی پیدائش کے لمحے کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔بارہ سنگھے کے بچے کو اپنی پیدائش کے محض آدھے گھنٹے کے اندر کھڑا ہونا اور بھاگنا آجاتا ہے۔کچھوے کے بچے جن کو انکی ماں ریت کے اندر دبا دیتی ہے، جانتے ہیں کہ ان کو انڈے کا خول توڑ کر سطح تک آنا ہے۔وہ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ انڈے کے خول کو توڑتے ہی انہیں فوراً سمندر تک بھی پہنچنا ہے۔یہ سب باتیں تو یہ تاثر دیتی ہیں کے جاندار اس دنیا میں مکمل تربیت لے کر آتے ہیں۔

ایک اور مثال میں ہم دیکھتے ہیں کہ مکڑی اپنا جال اپنے جسم سے نکلے ہوئے تار سے خود تیار کرتی ہے۔مکڑی کا جال حیرت انگیز طور پر یکساں موٹائی کے اسٹیل کے تار سے پانچ گنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے، حتیٰ کہ تیز رفتار بڑی مکھیاں بھی جال میں پھنس کر خود کو آزاد نہیں کروا سکتیں۔بلیک وڈو(Black Widow)مکڑی کے جالے میں چپکنے والے گچھے ہوتے ہیں۔شکار کے لئے اس پھندے میں آکر خود کو آزاد کروانا ناممکن ہے۔مکڑی کا جالا، غیر معمولی حد تک مضبوط، لچکدار اور چپکنے والا ہوتا ہے۔محض ایک پھندہ ہونے سے بڑھ کر اہم بات یہ ہے کے یہ جال مکڑی کا اپنے ہی جسم کا ایک حصہ ہے۔مکڑی جال میں پھنسنے والے شکار کی وجہ سے پیدا ہونے والا ہلکا سا ارتعاش بھی محسوس کر لیتی ہے اور اسے کسی تاخیر کے بغیر قابو کر لیتی ہے۔مکڑی یہ جال اپنے جسم کے پچھلے چوتھائی حصے سے تیار کرتی ہے۔ایک خاص قسم کے عضو سے تیار کئے گئے اس جال کو مکڑی اپنی ٹانگوں سے کھینچتی ہے۔جال کی سطح پر موجود گچھے بوقت ضرورت کھل جاتے ہیں اور جال کھل کر کشادہ ہو جاتا ہے۔بلاشبہ خدا کے عطا کئے ہوے وجدان کی بدولت ہی مکڑی اس قابل ہوتی ہے کہ ایک تعمیری عجوبہ تخلیق کر سکے۔

قدرت نے ایسے اور جانور بھی تخلیق کئے ہیں جو مکڑی کی طرح حیرت انگیز گھر تعمیر کر سکتے ہیں، شہد کی مکھیاں جو شش جہت چھتے تیار کر سکتی ہیں، اود بلاؤ کے تعمیر شدہ بند جو انجینیر نگ کے عمدہ حساب کتاب کے عین مطابق ہوتے ہیں۔دیمک کے اندھے کیڑے جو کئی منزلہ عمارت تیار کر لیتے ہیں، یہ اور اس طرح کی دوسرے کئی جاندار انہی مہارتوں کے ذریعے خدا کے ودیعت کردہ جوہروں سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ان میں سے ہر ایک خدا کے ہی احکام بجا لاتا ہے۔

"کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں جسکی پیشانی اسکے قبضے میں نہ ہو"۔[1]

---

[1](سورۃ ھود۔56)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان پیچیدہ جانداروں کا اچانک اور آباؤاجداد کے بغیر وجود میں آجانا واقعتاً آج کے ارتقاء پرستوں کے لئے اتنی ہی پریشانی (اور شرمندگی) کا باعث ہے، جتنا ڈیڑھ سو سال پہلے ڈارون کے لئے تھا۔ رکازی ریکارڈ کی شہادتوں میں یہ امر بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ جاندار اجسام کسی ابتدائی شکل سے ترقی یافتہ حالت میں ارتقاء پذیر نہیں ہوئے بلکہ اچانک ہی ایک مکمل حالت کے ساتھ زمین پر نمودار ہوگئے۔ درمیانی (انتقالی) شکلوں کی عدم موجودگی صرف کیمبری عصر تک ہی محدود نہیں۔ فقاریوں (ریڑھ کی ہڈی والے جانداروں) کے مبینہ تدریجی ارتقاء کے ثبوت میں بھی آج تک اس طرح کی کوئی درمیانی شکل دریافت نہیں کی جاسکی۔ چاہے وہ مچھلی ہو، جل تھلئے (amphibians) ہوں، ہوّام ہوں، پرندے ہوں یا ممالیہ ہوں۔ رکازی ریکارڈ کے اعتبار سے بھی ہر جاندار نوع کا اچانک اپنی موجودہ، پیچیدہ اور مکمل حالت میں آنا ہی ثابت ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر جاندار انواع، ارتقاء کے ذریعے وجود میں نہیں آئیں۔۔۔ انہیں تخلیق کیا گیا ہے۔

4۔ بقائے اَصلح کی حقیقت

مفروضۂ اِرتقاء کے حامیوں کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ تمام مخلوقات 'فطری چناؤ' یا 'بقائے اَصلح' (Survival of the Fittest) کے قانون کے تابع ہیں۔ اِس سلسلے میں وہ ڈائنوسار (Dinosaur) کی مثال دیتے ہیں جس کی نسل (ہزاروں سال پہلے کرۂ ارضی سے کلیتاً) معدوم ہو گئی تھی۔ لیکن (اِس تصویر کا دُوسرا رُخ کچھ یوں ہے کہ رُوئے زمین پر موجود) 15 لاکھ اَقسام کی زِندہ مخلوقات کے مقابلے میں معدُوم مخلوقات کی تعداد 100 سے زیادہ نہیں ہے۔ اِس موقع پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ بہت سی مخلوقات (اپنے ماحول میں موجود) مشکل ترین حالات کے باوُجود لاکھوں سالوں سے زِندہ ہیں۔ یہاں ہم اِس سلسلے میں تین اہم مِثالیں دینا ضروری سمجھتے ہیں:

- اَندھی مچھلی

مچھلی کی ایک ایسی قسم جو بصارت کی صلاحیّت سے محروم ہے اور سمندر کی تہہ میں رہتی ہے۔ اُس مختصر سے ماحول میں اُس کے ساتھ ریڈار کے نظام کی حامل اور برقی صلاحیّت کی مدد سے دیکھنے والی مچھلیوں کی (چند) اَقسام بھی پائی جاتی ہیں۔ اگر ارتقاء پسندوں کی تحقیق دُرست ہوتی تو اَندھی مچھلی باقی دونوں اَقسام کی (مچھلیوں کی) غارت گری سے مفقود ہو چکی ہوتی، لیکن (ہم اِس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ) مچھلی کی یہ تینوں اَقسام لاکھوں سالوں سے ایک ساتھ پُرامن طور پر زِندگی بسر کر رہی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اَندھا سانپ

یہ دَر حقیقت چھپکلی کی ایک قسم ہے جس کے ہاتھ پاؤں نہیں ہوتے اِس لئے اِس مخلوق کے لئے زِندگی اِنتہائی دُشوار ہوتی ہے، لیکن اِس کے باوُجود وہ لاکھوں سال سے (کرۂ ارض پر) موجود ہے۔ وہ (اِس مرورِ اَیام سے) معدُوم ہوا اور نہ اِرتقائی عمل سے گزر کر (حقیقی) چھپکلی ہی بن سکا۔ اِرتقاء کے بنیادی اُصولوں سے متعلق قصے کہانیاں کہاں گئیں۔۔۔؟

- آسٹریلوی خارپُشت

آسٹریلیا میں ایک خاص قسم کا خارپُشت پایا جاتا ہے جو اپنے بچے کو کنگرو کی طرح اپنے پیٹ سے مُعلّق تھیلی میں اُٹھائے پھرتا ہے۔ وہ (ہزارہا سال کے اِرتقائی عمل کے تحت) اپنے جسم میں ایسا تبدّل کیوں نہیں لاتا جس کی بدولت اِس (تکلیف دِہ) جھلی سے اُس کی جان چھوٹ جائے اور وہ بھی دُوسرے (عام) خارپُشتوں کی طرح آرام و سکون سے رہ سکے؟ اِس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے (اُس کے لئے) ایسا ہی چاہا ہے۔ وہ خارپُشت اپنی زِندگی سے مطمئن ہے اور اُسی طرح تابع فرمان رہے گا۔ مفروضۂ اِرتقاء کا (کوئی) حامی اِس راز سے کبھی آگاہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اَندھی منطق کے گرداب میں اُلجھا ہوا ہے۔

- انسانی بچے کا دماغ

انسان کے بچے کی پیدائش کے وقت اس کا دماغ ایک بالغ دماغ کا چوتھائی ہوتا ہے۔ لیکن بڑے دماغ کی جگہ کے لئے بچے کی کھوپڑی تناسب کے لحاظ سے اُس کے حجم سے کہیں زیادہ بڑی ہوتی ہے۔ اور یہ تناسب انسان میں سب پرائیمیٹس سے زیادہ ہے۔ تو جب قدرت نے (اللہ نے نہیں) ماحول کے مطابق یہ کھوپڑی اتنی بڑی بنائی تو بقایا انسانی اعضاء اسی تناسب سے کیوں نہیں بنائے؟ اور بقایا جسمانی حصوں کا تناسب اگر کم رکھا تو دماغ کے حجم کو اتنا بڑا کیوں بنایا۔ آخر اس کی ضرورت کیا تھی؟ اس کھوپڑی کے حجم ہی کی وجہ سے کتنی مائیں لاکھوں سالوں سے اپنی جانوں پر کھیلتی چلی آرہی ہیں۔ تو کیا واقعی قدرتی انتخاب نے نظریہ ضرورت کے تحت دس لاکھ سال پہلے انسان کو کروڑوں سال آگے کی چیز دے دی؟ قدرتی انتخاب سے اتنی بڑی اور خوبصورت غلطی کیسے ہو سکتی ہے؟ جواب بڑا سادہ سا ہے: اللہ تعالیٰ نے انسان کا دماغ بہت ہی اعلیٰ معیار کا بنایا ہے اور اُس نے جس طرح چاہا ویسا ہی بنایا ہے۔ اور اسکی ہر تخلیق کے پیچھے حکمت ہے۔ اُس کی دانائی ہماری ادنیٰ عقل سے ماورا ہے۔ فطری چھانٹی (یعنی بقائے اَصلح) کے عجوبہ کی کوئی حیثیت نہیں، لاتعداد مخلوقات کی نمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہی مختلف اَنواعِ حیات کو تخلیق کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5۔ڈارون کے ارتقاء کے اصول

چھٹا اعتراض یہ کہ ڈارون نے ارتقاء کے جو اصول بتلائے ہیں وہ مشاہدات کی رو سے صحیح ثابت نہیں ہوتے مثلاً

الف۔ قانونِ وراثت کے متعلق ڈارون کہتا ہے کہ لوگ کچھ عرصہ تک کتوں کی دم کاٹتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتے بے دم پیدا ہونے لگے ۔جس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عرب اور عبرانی لوگ عرصہ دراز سے ختنہ کرواتے چلے آرہے ہیں لیکن آج تک کوئی مختون بچہ پیدا نہیں ہوا۔

ب۔ ماحول سے ہم آہنگی پر اعتراض یہ ہے کہ انسان کے پستانوں کا بدنما داغ آج تک کیوں باقی ہے جس کی کسی دور میں بھی کبھی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی۔ نیز انسان سے کمتر درجہ کے جانوروں (نروں) میں یہ داغ موجود نہیں تو انسان میں کیسے آگیا؟ علاوہ ازیں یہ کہ ایک ہی جغرافیائی ماحول میں رہنے والے جانوروں کے درمیان فرق کیوں ہوتا ہے؟

6۔رکاز(Palaentology)کی دریافت

رکاز(Palaentology)کی دریافت بھی نظریۂ ارتقاء کو باطل قرار دیتی ہے۔رکاز سے مراد انسانی کھوپڑیاں یا جانوروں کے وہ پنجر اور ہڈیاں ہیں جو زمین میں مدفون پائی جاتی ہیں۔ نظریہ ارتقاء کی رو سے کمتر درجہ کے جانوروں کی ہڈیاں زمین کے زیریں حصہ میں اور اعلیٰ انسان کے رکاز زمین کے بالائی حصہ میں پائے جانے چاہییں جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اور رکاز کی دریافت اس نظریہ کی پرزور تردید کرتی ہے۔

7۔ پروٹین کی تشکیل کے مراحل

نظریہ ارتقاء کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ زندگی، ایک خلئے سے شروع ہوئی جو زمین کے ابتدائی ماحول میں اتفاقاً بن گیا تھا۔ آیئے اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ خلئے کی ساخت کیسی ہوتی ہے، اس میں کیسے کیسے اسرار پوشیدہ ہیں، اور یہ کہ اسے ''اتفاقیہ وجود'' قرار دینا بجائے خود کتنی بڑی نامعقولیت ہے۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ آج بھی، جبکہ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں، خلیہ کئی حوالوں سے ہمارے لئے پراسراریت کا باعث ہے۔

اپنے عملی نظاموں مثلاً مواصلاتی نظام، حرکی نظام اور خلئے کے انتظام وانصرام وغیرہ کے حوالے سے خلیہ کسی شہر سے کم پیچیدہ نہیں۔ اس میں توانائی پیدا کرنے والے اسٹیشن بھی ہیں (جن سے حاصل ہونے والی توانائی، خلئے کے استعمال میں آتی ہے)، زندگی کے لئے مرکزی اہمیت کے حامل خامرے اور ہارمون تیار کرنے والی فیکٹریاں بھی ہیں، معلومات کا ذخیرہ (ڈیٹا بینک) بھی ہے جہاں خلئے میں بننے والی کسی بھی پیداوار (شے) کے بارے میں تفصیلات (معلومات) جمع ہوتی ہیں، جدید تجربہ گاہیں اور ریفائنریاں بھی ہیں جہاں خام مال کو قابلِ استعمال اور کارآمد شکل میں تبدیل کیا جاتا ہے، پیچیدہ مواصلاتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام اور پائپ لائنیں ہیں جہاں سے خام مال اور تیار شدہ اشیاء گزرتی ہیں، اور خاص طرح کے پروٹینز سے بنی ہوئی خلوی جھلی بھی ہے جو خلئے میں اندر آنے اور باہر جانے والے مادوں کو قابو میں رکھتی ہے۔ یہ تو خلئے کے پیچیدہ نظام کی بہت معمولی سی جھلک ہے۔

زمین کا ابتدائی ماحول تو بہت دور کی بات ہے۔ خلئے کی ترکیب اور کام کرنے کا طریقہ اس قدر پیچیدہ ہیں کہ اسے آج کی جدید ترین آلات سے لیس تجربہ گاہوں میں بھی "مصنوعی طور پر" تیار نہیں کیا جاسکا۔ خلئے کی ساخت میں اینٹوں کا درجہ رکھنے والے امائنوایسڈز استعمال کرتے ہوئے آج تک خلئے کا ایک جزو (Organelle) بھی تیار نہیں کیا جاسکا (مثلاً مائٹوکونڈریا یا رائبوسوم وغیرہ)، پورا خلیہ تو بہت آگے کی بات ہے۔ ارتقائی اتفاقات کے تحت کسی اولین خلئے کا از خود وجود میں آجانا اتنا ہی تصوراتی ہے جتنا ایک سینگ والا اُڑن گھوڑا (یونی کورن)۔

پروٹین کا اتفاقات کو چیلنج:

بات صرف خلئے تک ہی محدود نہیں، بلکہ قدرتی حالات کے تحت ہزاروں سالمات سے مل کر تشکیل پانے والا پروٹین بنانا بھی ناممکن ہے۔

پروٹین (Protien) وہ قوی الجثہ سالمات ہوتے ہیں جو امائنوایسڈز کی خاص تعداد کے مخصوص ترتیب میں ملنے پر بنتے ہیں۔ یہی سالمات خلئے کے وجود کو بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اب تک دریافت ہونے والا چھوٹے سے چھوٹا پروٹین بھی پچاس (50) امائنوایسڈز پر مشتمل ہے۔ مگر بعض پروٹین سینکڑوں اور ہزاروں امائنوایسڈز کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ خلئے کی کارکردگی میں پروٹین کا کردار کلیدی اہمیت رکھتا ہے جبکہ پروٹین کی اپنی بنیاد، امائنوایسڈز ہیں۔ لیکن اگر پروٹینی زنجیر میں غیر ضروری طور پر کسی امائنوایسڈ کا اضافہ، کمی یا تبدیلی واقع ہو جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ پورا پروٹین ہی ناکارہ ہو کر رہ جائے۔ نظریہ ارتقاء، جو امائنوایسڈز کی "حادثاتی/اتفاقیہ تشکیل" کی وضاحت کرنے سے قاصر ہے، اپنی بنیادیں پروٹین کی تشکیل پر استوار کرتا ہے۔ امکان (Probability) کے سادہ ترین حساب کے ذریعے ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ پروٹین کی کارآمد ساخت کسی بھی طرح سے اتفاق کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔

نظامِ قدرت میں کل 20 قسم کے امائنوایسڈز پائے جاتے ہیں۔ انہی کی مختلف نسبتوں اور تناسبوں کے ردوبدل سے مختلف پروٹین بنتے ہیں۔ اب اگر ہم اوسط جسامت والا کوئی پروٹینی سالمہ فرض کر لیں جو 288 امائنوایسڈز پر مشتمل ہو، تو یہ امائنوایسڈز 10^{300} مختلف طریقوں کے ذریعے مل کر 288 یونٹوں (امائنوایسڈز) والی پروٹینی زنجیر بنا سکتے ہیں۔ (10^{300} کا مطلب ہے 1 کے بعد 300 صفر!) ان تمام ممکنہ سلسلوں (زنجیروں) میں سے صرف ایک زنجیر ایسی ہو گی جو ہمارے مطلوبہ خواص کا حامل پروٹین بنائے گی۔ اسے ریاضی کی زبان میں اس طرح سے کہا جائے گا کہ مذکورہ بالا پروٹین حاصل ہونے کا امکان 10^{300} میں سے صرف ایک (1) ہے۔ امائنوایسڈز کی باقی زنجیریں یا تو زندگی کے لئے بے کار ہوں گی یا پھر نقصان دہ۔ مطلوبہ خواص کا حامل مفید پروٹین "اتفاق سے" حاصل ہونے کا یہ امکان اس قدر کم ہے کہ اسے تقریباً ناممکن سمجھا جاسکتا ہے۔ مزید یہ کہ 288 امائنوایسڈز والے پروٹین کی مثال خاصی کم تر درجے کی ہے۔ ورنہ بہت سے بڑے پروٹین ہزاروں امائنوایسڈز تک کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ جب ہم ان پر امکان کے اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حساب کتاب کا اطلاق کرتے ہیں تو "ناممکن" جیسا لفظ بھی حقیر دکھائی دینے لگتا ہے۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ایک پروٹین کی اتفاقیہ تشکیل ناممکن ہے تو اس کے مقابلے میں لاکھوں پیچیدہ پروٹینز کا بیک وقت، اور اس قدر منظم انداز سے وجود میں آنا اور خلئے کی تکمیل کرنا، اس سے بھی لاکھوں گنا زیادہ ناممکن ہے۔ پھر یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ خلیہ محض پروٹینز کا مجموعہ نہیں ہے۔ خلئے میں پروٹینز کے علاوہ نیوکلیئک ایسڈز، کاربوہائیڈریٹس، روغنیات اور متعدد انواع واقسام کے دوسرے کیمیائی مرکبات بھی پائے جاتے ہیں۔۔۔ اور یہ تمام کے تمام اپنی ساخت اور ذمہ داریوں، دونوں کے اعتبار سے مکمل نظم وضبط کے ساتھ، آپس میں پوری طرح سے ہم آہنگ اور متناسب رہتے ہیں۔ یہاں تک آنے کے بعد ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ خلئے کے لاکھوں پروٹینز میں سے کسی ایک کی تشکیل بھی نظریہ ارتقاء کی مدد سے بیان نہیں کی جاسکتی، چہ جائیکہ خلئے کے ارتقاء پر بحث کی جائے۔

ترکی میں ارتقاء کے مشہور اور مستند ترین ماہر، پروفیسر ڈاکٹر علی دیمر سوئے، اپنی کتاب "موروثیت اور ارتقاء" (Kalitim ve Evrim) میں سائٹوکروم سی (Cytochrome-C) نامی اہم خامرے کی اتفاقیہ تشکیل پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سائٹوکروم سی سلسلے کی (اتفاقیہ) تشکیل کا امکان صفر جتنا ہی ہے۔ یعنی اگر زندگی کے لئے کسی مخصوص (سالماتی) سلسلے کی ضرورت ہے، تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے بننے کا واقعہ پوری کائنات (کی مجموعی تاریخ) میں صرف ایک مرتبہ ہی ہوا ہوگا۔ بصورتِ دیگر کسی ایسی مابعد الطبیعاتی قوت نے اسے تخلیق کیا ہوگا، جو ہماری سمجھ بوجھ سے بالاتر ہے۔ آخر الذکر کو تسلیم کرنا سائنسی مقاصد کے اعتبار سے موزوں نہیں۔ لہٰذا ہمیں پہلا مفروضہ ہی ماننا پڑے گا"۔

ان سطور کے بعد ڈاکٹر دیمر سوئے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مذکورہ امکان، جو صرف اس وجہ سے قبول کیا جاتا ہے کہ یہ "سائنس کے مقاصد کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہے" غیر حقیقت پسندانہ ہے:

"سائٹوکروم سی بنانے والا، امائنو ایسڈز کا خاص الخاص سلسلہ (اتفاقاً) وجود میں آجانے کا امکان اتنا ہی ناممکن ہے جتنا کہ کسی بندر کا ٹائپ رائٹر استعمال کرتے ہوئے مکمل انسانی تاریخ لکھنا۔۔۔ اس پر یہ بھی مان لینا کہ بندر، ٹائپ رائٹر کی کلیدوں (Keys) کو کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر دبا رہا ہے"۔

پروٹینی زنجیر میں امائنو ایسڈز کا درست تسلسل ہی زندگی کے لئے کافی نہیں۔ اس کے علاوہ ان تمام کے تمام امائنو ایسڈز کا "بائیں ہاتھ والا" (Left Handed) ہونا بھی لازمی ہے۔ کیمیائی اعتبار سے امائنو ایسڈز کی دو اقسام ہیں، جن میں سے ایک کو "بائیں ہاتھ والے" اور دوسری کو "دائیں ہاتھ والے" (Right Handed) امائنو ایسڈز کہا جاتا ہے۔ ان کی سہ جہتی (3 Dimensional) ساخت کے پیشِ نظر، ان امائنو ایسڈز کا باہمی فرق اتنا ہی ہوتا ہے جتنا ہمارا اور آئینے میں ہمارے عکس کا۔ اسی چیز کو "عکسی تشاکل" (Mirror Symmetry) بھی کہا جاتا ہے۔ گویا اگر ہم سیدھا (دایاں) ہاتھ ہلائیں گے تو آئینے میں ہمارا عکس اُلٹا (بایاں) ہاتھ ہلائے گا۔ امائنو ایسڈز کا فرق اس طرح سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ بعض لوگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدھے (دائیں) ہاتھ سے لکھتے ہیں اور بعض لوگ اُلٹے (بائیں) ہاتھ سے۔ بس یہی فرق دائیں اور بائیں ہاتھ والے امائنوایسڈز میں بھی ہوتا ہے۔ ان دونوں اقسام کے امائنوایسڈز، قدرتی طور پر یکساں تعداد میں پائے جاتے ہیں اور یہ ایک دوسرے سے جڑنے کی پوری صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود، تحقیق سے یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے کہ جاندار اشیاء میں پائے جانے والے تمام پروٹینز، صرف بائیں ہاتھ والے امائنوایسڈز ہی سے مل کر بنے ہیں۔ اور یہ کہ اگر پروٹین کی سالماتی زنجیر میں دائیں ہاتھ والا کوئی امائنوایسڈ شامل ہو جائے تو وہ اسے ناکارہ بنا دے گا۔

اب اس مسئلے کو ایک اور پہلو سے دیکھتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ زندگی واقعی کسی اتفاق کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئی تھی، جیسے کہ ارتقاء پرستوں کا دعویٰ ہے۔ ایسی صورت میں "اتفاق سے" بننے والے، دائیں اور بائیں ہاتھ والے امائنوایسڈز کو بھی یکساں تعداد میں ہونا چاہئے تھا۔ یہ سوال کہ آخر پروٹینز صرف بائیں ہاتھ والے امائنوایسڈز ہی سے کیوں بنتے ہیں، اور یہ کہ زندگی کی تخلیق میں دائیں ہاتھ والے امائنوایسڈز نے کوئی کردار کیوں ادا نہیں کیا، آج تک ارتقائی ماہرین کے لئے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ برٹانیکا سائنس انسائیکلوپیڈیا میں، جو ارتقاء کا زبردست حامی بھی ہے، مصنفین یہ بتاتے ہیں کہ زمین پر پائے جانے والے تمام جانداروں اور پروٹین جیسے پیچیدہ پولیمرز (Polymers) کی ساخت میں اینٹوں کا درجہ رکھنے والے امائنوایسڈز صرف اور صرف بائیں ہاتھ والے ہیں۔ یہیں پر وہ یہ اضافہ بھی کرتے ہیں کہ ایسی صورتحال کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دس لاکھ مرتبہ سکّہ اچھالا جائے اور ہر مرتبہ اس کا صرف ایک ہی رُخ بار بار اوپر آئے۔ اسی انسائیکلوپیڈیا میں وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سالمات کے دائیں یا بائیں ہاتھ والے ہونے کو سمجھنا ناممکن ہے اور یہ کہ اس چیز کا حیرت انگیز طور پر براہ راست تعلق، زمین پر زندگی کی ابتداء سے ہے۔

پروٹین میں امائنوایسڈز کا صحیح تعداد، صحیح تسلسل اور مطلوبہ سہ جہتی ساخت کے ساتھ ترتیب میں ہونا بھی کافی نہیں۔ (کارآمد) پروٹین بنانے کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ بازوؤں (arms) والے امائنوایسڈز کے سالمات، مخصوص نوعیت کے بازوؤں والے دوسرے سالمات ہی سے جڑیں۔ اس طرح بننے والے بند "پیپٹائڈ بند" (Peptide Bonds) کہلاتے ہیں۔ امائنوایسڈز ایک دوسرے کے ساتھ مختلف بند بنا سکتے ہیں لیکن پروٹین صرف اور صرف انہی امائنوایسڈز سے مل کر بنتا ہے جو آپس میں پیپٹائڈ بند بناتے ہیں۔

تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ اگر امائنوایسڈز آزادانہ طور پر آپس میں ملاپ کرنے لگیں، یعنی انہیں پابند نہ کیا جائے تو ان میں سے 50 فیصد پیپٹائڈ بند بنائیں گے جبکہ باقی کے 50 فیصد مختلف اقسام کے بند تشکیل دیں گے جو پروٹینز میں موجود نہیں ہوتے۔ مطلب یہ ہوا کہ درست طریقے پر کام کرنے کے لئے، پروٹین بنانے والے ہر امائنوایسڈ کو دوسرے امائنوایسڈز کے ساتھ (جو یقیناً بائیں ہاتھ والے ہوں گے) پیپٹائڈ بند ہی بنانا پڑے گا۔ ایسا کوئی نظام موجود نہیں ہے جو دائیں ہاتھ والے امائنوایسڈز کو منتخب یا مسترد کرے اور انفرادی طور پر اس امر کی ضمانت فراہم کرے کہ ہر امائنوایسڈ، دوسروں کے ساتھ صرف پیپٹائڈ بند ہی بنائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان حالات کے تحت ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ 500 امائنو ایسڈز والا بالکل درست پروٹین "اتفاقاً" بننے کے کیا امکانات ہیں:

درست ترتیب (تسلسل) سے ہونے کا امکان

$$20500/1 = 10^{650}/1$$

بائیں ہاتھ والا ہونے کا امکان

$$2500/1 = 10^{150}/1$$

پیپٹائڈ بند کے ذریعے متصل ہونے کا امکان

$$2499/1 = 10^{150}/1$$

مجموعی امکان

$10^{950}/1$، یعنی

10^{950} میں سے صرف 1 کا امکان!

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ امکان کس قدر کم ہے۔ یہ تو صرف کاغذی امکان ہے جو پہلی نظر ہی میں ناممکن سے بڑھ کر نظر آرہا ہے ورنہ عملاً اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسے کسی اتفاق کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ریاضی میں بھی اگر کسی واقعے کے ہونے کا امکان 10^{50} میں سے 1 ہو تو اس کی وقوع پذیری کا عملی امکان بھی "صفر" (0) ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔

جب 500 یونٹوں والے پروٹین کے اتفاقیہ تشکیل پانے کا امکان اس قدر ناممکن ہے تو بڑے پروٹینز، ناممکنات کی کن حدوں کو پہنچے ہوئے ہوں گے؟ شاید یہ ہماری سوچ سے بھی بڑھ کر ناممکن ہوں۔ ہیموگلوبین کا پروٹین، جو ہمارے خون کا جزوِ لازم ہے، 574 امائنو ایسڈز پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ نمایاں طور پر مذکورہ بالا مثال والے پروٹین سے بڑا ہے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ہمارے جسم میں موجود کھربوں سرخ خلیات میں سے ہر ایک خلئے میں لگ بھگ 28 کروڑ ہیموگلوبین پروٹینز موجود ہوتے ہیں۔ زمین کی متصورہ عمر بھی ایسے کسی سالمے کی اتفاقیہ تخلیق کے لئے کم ہے، خون کے سرخ خلیات کا تو ذکر ہی چھوڑ دیجئے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ اتنا ہے کہ ارتقاء کا نظریہ صرف ایک پروٹین کی تشکیل کے مرحلے پر ہی عدم امکان کی ٹھوکر کھا کر، منہ کے بل گرتا ہے۔۔۔ اور ناکام ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

8:۔ معجزاتی سالمہ: ڈی این اے

اب ہم پر یہ انکشاف ہو چکا ہے کہ نظریہ ارتقاء کسی خلئے کی اساس بننے والے متعدد و متنوع سالمات تک کی معقول وضاحت فراہم کرنے سے قاصر ہے۔ مزید برآں، جینیات (genetics) کی آمد اور نیوکلیائی ترشوں (Nucleic Acids)، یعنی ڈی این اے اور آر این اے کی دریافت نے نظریہ ارتقاء کے لئے مزید نئی مشکلات پیدا کر دی ہیں۔

1953ء میں ڈی این اے (DNA) پر جیمز واٹسن اور فرانسس کرک کی تحقیق نے حیاتیات کے میدان میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ کئی سائنسدانوں نے اپنی توجہ جینیات پر مبذول کر لی۔ آج، برسہا برس کی تحقیق کے بعد، سائنس داں ڈی این اے کی ساخت کی خاصی بڑی حد تک نقشہ کشی کر چکے ہیں۔[1]

آیئے، اس موقع پر ڈی این اے کی ساخت اور کام کے بارے میں بنیادی معلومات کا خلاصہ کرتے ہیں:

ڈی این اے کہلانے والا عظیم و جسیم سالمہ انسانی جسم کے کھربوں خلیات میں سے تقریباً ہر خلئے کے مرکزے (Nucleus) میں موجود ہوتا ہے۔ اسی میں انسانی جسم کی ساخت سے لے کر چھوٹی بڑی تمام خصوصیات کے بارے میں تفصیلی معلومات پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ان پوشیدہ معلومات کو محفوظ کرنے کے لئے خصوصی "رموزی نظام" (Encoding System) استعمال ہوتا ہے۔ ڈی این اے میں تمام تر جینیاتی معلومات، چار خصوصی سالمات کی ترتیب کی شکل میں ہوتی ہیں۔ ان سالمات کو مختصراً G,T,A اور C کے انگریزی حروفِ تہجی سے ظاہر کیا جاتا ہے، جو ان کے ناموں کے ابتدائی حروف بھی ہیں۔ مختلف انسانوں میں خدوخال یا دوسری خصوصیات کا فرق انہی چاروں "جینیاتی اساس" (Genetic Bases) کی ترتیب میں معمولی سے ردوبدل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر ہم انسانی جسم کو جینیاتی اساسوں کی زبان میں لکھی ہوئی کتاب سمجھیں تو اس کتاب میں کم و بیش سوا تین ارب (3,250,000,000) حروف تہجی ہوں گے۔

کسی خاص عضو یا پروٹین کی تشکیل کرنے والی جینیاتی معلومات ڈی این اے کے جس خصوصی حصے میں ہوتی ہیں اسے "جین" (Gene) کہا جاتا ہے۔ مثلاً آنکھ کی تشکیل کے بارے میں معلومات، کئی جینز پر مشتمل ایک سلسلے میں موجود ہوتی ہیں، جبکہ دل کی ساخت اور کام وغیرہ کی ساری تفصیلات کے لئے جینز کا ایک اور سلسلہ مخصوص ہوتا ہے۔ خلیہ، پروٹین کی تیاری کے لئے انہی جینز سے حاصل ہونے والی معلومات استعمال کرتا ہے۔ تین جینیاتی اساس مل کر ایک امائنو ایسڈ بنانے کا "حکم" تشکیل دیتے ہیں۔[2]

---

[1] (اس کی مزید تفصیلات جاننے کے لئے گلوبل سائنس، شمارہ جولائی 2000ء بعنوان "جینوم اسپیشل" ملاحظہ فرمایئے۔)

[2] (تفصیلات کے لئے: "یہ جو زندگی کی کتاب ہے"۔ شمارہ جولائی 2000ء (جینوم اسپیشل)، صفحہ نمبر 38 تا 40)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موقع پر بعض تفصیلات پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جین بنانے والے جینیاتی اساسوں کے (جنہیں نیوکلیوٹائیڈ کے متبادل نام سے بھی پکارا جاتا ہے) سلسلے میں ہونے والی صرف ایک غلطی بھی اس جین کو خراب یا ناکارہ کر سکتی ہے۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ انسانی جسم میں لگ بھگ دو لاکھ جین ہوتے ہیں تو مزید واضح ہو جاتا ہے کہ لاکھوں نیوکلیوٹائیڈز کا "حادثاتی طور پر" باہم مل، صحیح تسلسل کے ساتھ آپس میں مربوط ہو کر، کارآمد جین در جین بنانا کس قدر ناممکن ہے۔ ارتقائی حیاتیات داں، فرینک سالسبری اسی نکتے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ایک درمیانے پروٹین میں تقریباً 300 امائنو ایسڈز ہو سکتے ہیں۔ اسے کنٹرول کرنے والے ڈی این اے میں تقریباً 1000 نیوکلیوٹائیڈ (جینیاتی اساس) موجود ہوں گے۔ کیونکہ ڈی این اے کی زنجیر میں چار طرح کے نیوکلیوٹائیڈز ہوتے ہیں، لہٰذا ایسے 1000 یونٹوں والی زنجیر میں یہ 41000 ممکنہ ترتیبوں میں پائے جا سکتے ہیں۔ تھوڑا سا حساب ہمیں بتاتا ہے کہ

$$41000 = 10^{600}$$

یعنی 10 کو 600 مرتبہ اپنے آپ سے ضرب دینے پر ہمیں جو حاصل ضرب ملے گا، وہی یہ رقم ہو گی جس میں 1 کے بعد 600 صفر لگے ہوں گے"۔

اب ذرا غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ 1 کے بعد 11 صفر لگانے پر ہمیں "ایک کھرب" اور 1 کے بعد 13 صفر لگا کر "ایک پدم" جیسے عظیم اعداد حاصل ہوتے ہیں جہاں ہماری گنتی کے پیمانے بھی جواب دے جاتے ہیں۔ ذرا سوچئے کہ 1 کے بعد 600 صفر والے کسی عدد کے سامنے ہماری اپنی قوت بیان بھی کتنی ناکافی محسوس ہوتی ہے؟ اس معاملے میں ارتقائی ماہر، پروفیسر علی دیمرسوئے یہ تک کہنے پر مجبور ہو گئے:

"کسی پروٹین اور نیوکلیئک ایسڈ (ڈی این اے یا آر این اے) کے اتفاقاً تشکیل پانے کے امکانات درحقیقت ناقابلِ فہم حد تک کم ہیں۔ پھر کسی مخصوص پروٹینی زنجیر کی ارتقاء پذیری کے امکانات تو اس سے بھی کہیں کم تر ہیں"۔ ان تمام ناممکنات کے علاوہ، ڈی این اے اپنی دوہری چکردار زنجیر جیسی ساخت کے باعث حیاتیاتی تعاملات میں براہِ راست حصہ نہیں لے سکتا۔ لہٰذا اسے زندگی کی ارتقائی بنیاد سمجھنا بھی ناممکن ہے۔

یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ڈی این اے، بعض خامروں (Enzymes) کی مدد سے اپنی نقلیں تیار کرنے کے قابل ہوتا ہے جبکہ خامرے بذاتِ خود انہی احکامات کے نتیجے میں بنتے ہیں جو "جینیاتی رموز" (Genetic Codes) کی شکل میں، ڈی این اے کے اپنے اندر محفوظ ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ڈی این اے اور خامرے، دونوں ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ اب یا تو یہ دونوں ایک ساتھ ہی وجود میں آئے تھے یا پھر ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے پہلے "تخلیق" کیا گیا تھا۔ خرد حیاتیات (Microbiology) کے امریکی ماہر جیکب سن اس کیفیت پر کچھ یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"نسل خیزی، دستیاب ماحول سے توانائی اور (درکار) اجزاء کا حصول، سلسلوں کی افزائش، اور احکامات کو افزائش میں بدلنے والے اثر پذیر نظام کے لئے ساری اور مکمل ہدایات کو اُس وقت (جب زندگی کی ابتداء ہوئی) ایک ساتھ موجود ہونا چاہئے تھا۔ ان واقعات کا بیک وقت وقوع پذیر ہونا اس قدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناممکن ہے کہ ہماری سمجھ سے ماوراء ہے، اور اکثر کسی خدائی مداخلت کا مرہونِ منت ہی سمجھا جاسکتا ہے"۔

مذکورہ بالا عبارت، ڈی این اے کی ساخت دریافت ہونے کے صرف دو سال بعد تحریر کی گئی تھی۔ بعدازاں سائنس میں ہونے والی بے تحاشا ترقی کے باوجود یہ عقدہ آج بھی ارتقاء پرستوں کے لئے لاینحل بنا ہوا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ نسل خیزی (تولید) میں ڈی این اے کی ضرورت، اس عمل میں بعض پروٹینز (خامروں) کی لازمی موجودگی، اور ڈی این اے میں موجود ہدایات کی مطابقت میں ان پروٹینز کے استعمال ہونے جیسی ضروریات، ارتقائی نظریات کا ہوائی محل ڈھانے کے لئے کافی ہیں ۔

جنکر (Junker) اور شیرر (Scherer) نامی دو جرمن سائنس دانوں نے کیمیائی پیمانے پر ارتقاء کے لئے درکار تمام سالمات کی تشکیل کا عمل اور مختلف و متنوع کیفیات کی ضرورت بیان کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ان مادوں کا نہایت مختلف حالات کے تحت وجود پذیر ہو کر، کارآمد انداز میں یکجا ہونا "صفر" امکان کا حامل ہے

"اب تک ایسا کوئی تجربہ معلوم نہیں ہو سکا ہے جس کے ذریعے ہم کیمیائی ارتقاء کے لئے درکار تمام ضروری سالمات حاصل کر سکیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مختلف الاقسام سالمات انتہائی موزوں حالات کے تحت مختلف مقامات پر بنائے جائیں اور پھر انہیں ضرر رساں عوامل مثلاً آب پاشیدگی (hydrolysis) اور ضیاء پاشیدگی (Photolysis) وغیرہ سے بچاتے ہوئے، باہمی تعامل کے لئے ایک جگہ پر جمع کیا جائے"۔ یعنی نظریہ ارتقاء ان ارتقائی مراحل کی وضاحت کرنے سے بھی قاصر ہے جو مبینہ طور پر سالماتی سطح پر وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

اب تک جو کچھ بھی ہم نے کہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امائنو ایسڈز اور ان کی حاصلات (Products) سے لے کر جانداروں کے خلیات بنانے والے پروٹینز تک، کچھ بھی زمین کے نام نہاد "ابتدائی ماحول" میں ہرگز (از خود) نہیں بن سکتا تھا۔ علاوہ ازیں دوسرے عوامل جیسے کہ پروٹینز کی نہایت پیچیدہ ساخت، ان کی دائیں یا بائیں ہاتھ والی ساخت، پیپٹائڈ بند بننے کی مشکلات وغیرہ، یہ سب اس ایک سبب کے مختلف اجزاء ہیں جو یہ تعین کرتا ہے کہ نہ تو زمین کے ابتدائی ماحول میں ان کا "اتفاق" سے بننا ممکن تھا اور نہ ہی انہیں مستقبل کے کسی تجربے میں حاصل ہی کیا جاسکے گا۔

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ پروٹین حادثاتی طور پر کسی طرح سے بن گئے تھے تب بھی ان کی تشکیل بے معنی ہو گی۔ پروٹینز میں اپنی افزائش (Reproduction) کی قطعاً کوئی صلاحیت نہیں۔ پروٹین تو صرف ڈی این اے اور آر این اے جیسے سالمات میں پوشیدہ معلومات کی مطابقت میں بنتے ہیں۔ یعنی پروٹینز کی افزائش، ڈی این اے اور آر این اے کے بغیر ناممکن ہے۔ ڈی این اے کے رموز ہی یہ تعین کرتے ہیں کہ ہر پروٹینی زنجیر میں امائنو ایسڈز کی ترتیب کیا ہو گی۔ مگر وہ تمام لوگ جو اب تک ان سالمات کا مطالعہ کر چکے ہیں، انہوں نے ہی بڑے پیمانے پر یہ واضح کر دیا ہے کہ ڈی این اے اور آر این اے کا اتفاقاً بن جانا قطعاً ناممکن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9:۔ہیومن جینوم پروجیکٹ

آج انسانی جین کی نقشہ کشی مکمل ہونے پر ثابت ہو گیا ہے کہ انسان اور بندر میں کوئی رشتہ نہیں ہے۔ہمیشہ کی طرح اب بھی نظریہ ارتقا کے ماننے والے (ارتقاپرست)اس سائنسی ترقی کو بھی اپنے مقصد کے تحت استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں،حال ہی میں ہیومن جینوم پروجیکٹ کے تحت انسانی جین کی نقشہ کشی کی تکمیل انسانی تاریخ میں ایک بہت ہی اہم سائنسی دریافت ہے۔تاہم ارتقاپرستوں(Evolutionists)کی بعض تحریروں میں اس پروجیکٹ کے نتائج کو غلط رنگ دیا جارہا ہے۔دعویٰ یہ کیا جارہا ہے کہ چیمپینزی اور انسان کے جین میں ۹۸ فی صد یکسانیت پائی جاتی ہے اور اس بات کو انسان اور چیمپینزی کے درمیان مماثلت اور نظریہ ارتقا کی تصدیق کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔درحقیقت یہ ایک بے بنیاد دلیل ہے اور ارتقارست اس موضوع پر عام افراد کی معلومات کی کمی کی وجہ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اٹھانوے فی صد مماثلت ایک جھوٹا پروپیگنڈا ہے

سب سے پہلے تو ۹۸ فی صد یکسانیت کے نظریئے کو واضح کر دینا چاہیے کہ جو انسان اور چیمپینزی کے ڈی این اے کے حوالے سے ارتقاپرستوں نے پھیلایا ہے۔ہونا یہ چاہیے تھا کہ انسان اور چیمپینزی کی جینیاتی بناوٹ کے درمیان ۹۸ فی صد مماثلت کے حوالے سے کوئی دعویٰ کرتے ہوئے انسانی جینوم کی طرح چیمپینزی کے جینوم کی بھی نقشہ کشی کی جاتی اور پھر دونوں کے جینوم کا موازنہ کیا جاتا۔اس موازنے کے نتائج کا مطالعہ کیا جاتا۔جبکہ ایسا کوئی مطالعہ دستیاب نہیں ہے،کیونکہ اب تک صرف انسانی جین کی نقشہ کشی کی گئی ہے۔چیمپینزی کے لیے اب تک ایسی کوئی تحقیق نہیں کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اور بندر کے جین کے درمیان ۹۸ فی صد مماثلت جو ایک اہم موضوع بن چکا ہے،ایک غلط پروپیگنڈا ہے جو آج سے برسوں پہلے تیار کر لیا گیا تھا۔دراصل انسان اور چیمپینزی میں پائی جانے والی تیس چالیس بنیادی پروٹینز کے امائنو ایسڈز کے سلسلوں(Sequences)کے درمیان پائی جانے والی مماثلت کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا تیار کیا گیا اور غیر معمولی مبالغہ آمیزی کے ساتھ اس مماثلت کو بیان کیا گیا۔اس سلسلے کا تجزیہ ''ڈی این اے ہائبریڈائزیشن'' (DNA hybridization)نامی طریقے سے کیا گیا ہے۔اگرچہ اس طریقے میں پروٹین کا تجزیہ شامل ہے، لیکن اس میں محدود پیمانے پر پروٹینز کا موازنہ کیا گیا ہے۔جبکہ ابھی ایک لاکھ جین باقی ہیں،گویا انسان میں ان جینز میں ایک لاکھ پروٹینز کوڈ ہیں۔چونکہ ایک لاکھ پروٹینز میں سے صرف چالیس میں مماثلت پائی جاتی ہے،اس لیے اس دعوے کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں ہے کہ انسان اور بندر کے ۹۸ فی صد جینز یکساں ہیں۔

دوسری جانب ان چالیس پروٹینز پر مشتمل ''ڈی این اے کا موازنہ'' (comparison DNA) بھی متنازعہ ہے۔یہ موازنہ ۱۹۸۷ء میں دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہرین حیاتیات سبلے(Sibley)اور آلکیسٹ(Ahlquist)نے تیار کیا تھااور 'مالیکیولر ایوولوشن' (Molecular Evolution)نامی جریدے میں شائع ہوا تھا۔تاہم بعد میں سارخ(Sarich)نامی ایک اور سائنس داں نے مذکورہ بالا سائنس دانوں کی معلومات کو جانچااور کہا کہ ان دونوں نے اس دوران جو طریقہ اختیار کیا اس کا معیار متنازعہ ہے اور نتائج میں مبالغہ آرائی کی گئی ہے۔(Sarich et al,1989, Cladisticts, 5:3-32)۔ایک اور ماہر حیاتیات ڈاکٹر ڈون بیٹن نے بھی ۱۹۹۶ء میں اس معاملے کا تجزیہ کیااور کہا کہ اصل مماثلت ۹۸ فی صد نہیں، ۹۶ء۲ فی صد ہے۔

انسان کا ڈی این اے کیڑے، مچھر اور مرغی سے بھی مماثل ہے

اوپر ذکر کردہ بنیادی پروٹین کئی دیگر جان داروں میں بھی موجود ہے۔انسان میں پائے جانے والی والی پروٹین صرف چیمپینزی ہی میں نہیں، بہت سی بالکل مختلف انواع میں بھی پائی جاتی ہے۔مثال کے طور پر ہفتہ روزہ 'نیو سائنٹسٹ' میں شائع ہونے والے ایک جینیاتی تجزیئے سے انکشاف ہوا کہ نیماٹوڈی حشرات(Nematode Worms)اور انسان کے ڈی این اے کے مابین ۷۵ فی صد مماثلت پائی جاتی ہے۔[1] اس کا یقیناً یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اور ان حشرات میں صرف ۲۵ فی صد فرق پایا جاتا ہے۔ارتقاپرستوں کے تیار کردہ "شجرۂ نسب" (فیملی ٹری) کے مطابق کورڈاٹا فائیلم(Chordata Phylum236 جس میں انسان شامل ہے)اور نیماٹوڈا فائیلم گروپ کے جان دار آج سے 530 ملین سال پہلے بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

دوسری جانب ایک اور سائنسی مطالعے کے مطابق، پھل مکھی(فروٹ فلائی 236 جو ڈروسوفیلا قسم کے جان داروں میں شمار ہوتی ہے)اور انسانی جینز میں ۶۰ فی صد مماثلت پائی جاتی ہے۔مختلف جان داروں کی پروٹینز پر کیے گئے تجزیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر انسان سے مختلف ہونے کے باوجود ان کے پروٹینز انسانی پروٹین سے بہت مشابہ ہیں۔کیمبرج یونیورسٹی کے محققین نے سطح زمین پر بسنے والے جانوروں کی پروٹین کا موازنہ کیا۔حیران کن طور پر ان تمام نمونوں میں سے مرغی اور انسان کے نمونوں کو انتہائی قریب پایا گیا۔اس کے بعد دوسرا قریبی نمونہ 'مگرمچھ' کا تھا۔[2]

انسان اور بندر کے درمیان مماثلت ثابت کرنے کے لیے ارتقاپرست چیمپینزی اور گوریلا کے ۴۸ کروموسوم اور انسان کے ۴۶ کروموسوم کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ارتقاپرست دونوں جنسوں کے درمیان کروموسوم کی تقریباً یکساں تعداد کو ان دونوں کے درمیان ارتقائی رشتے کی علامت کے طور پر بیان کرتے ہیں۔لیکن اگر ارتقاپرستوں کی اس منطق کو درست مان لیا جائے تو پھر انسان کا چیمپینزی سے بھی زیادہ قریبی رشتہ "ٹماٹر" سے ہونا

---

[1](نیو سائنٹسٹ، ۱۵ مئی ۱۹۹۹ء، صفحہ ۲۷)

[2](نیو سائنٹسٹ، ۱۶ ، اگست ۱۹۸۴ء، صفحہ ۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے، کیونکہ ٹماٹر میں کروموسوم کی تعداد انسان میں کروموسوم کی تعداد کے بالکل برابر ہوتی ہے یعنی چھیالیس!

جینیاتی مماثلت یا یکسانیت کا خیال، نظریہ ارتقا کی شہادت نہیں دیتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جینیاتی مماثلتیں ارتقائی ضابطے (ایوولوشن اسکیم) سے تعلق نہیں رکھتیں (جیسا کہ ظاہر کیا جارہا ہے) اور بالکل الٹ نتائج سامنے آرہے ہیں۔ جینیاتی مماثلتیں "ارتقائی ضابطہ" کو غلط ثابت کرتی ہیں جب اس حوالے سے مجموعی طور پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ "حیاتی کیمیائی مماثلتوں" کا موضوع ارتقا کے شواہد میں سے نہیں ہے بلکہ یہ موضوع تو نظریہ ارتقا کو ایک لغزش قرار دیتا ہے۔ ڈاکٹر کرسچین شوابے (ساؤتھ کیرولینا یونیورسٹی کے میڈیکل فیکلٹی میں حیاتی کیمیا کے محقق) ایک ارتقا پرست سائنس داں ہیں جنہوں نے سالموں میں ارتقا کے شواہد تلاش کرنے کے لیے کئی برس صرف کیے ہیں۔ انہوں نے خاص طور پر انسولین اور ریلیکسن ٹائپ پروٹینز (Relaxin-type Proteins) پر تحقیق کی ہے اور مختلف جان داروں کے درمیان ارتقائی رشتہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم انہیں کئی بار اس کا اعتراف کرنا پڑا کہ وہ اپنی تحقیق کے دوران کبھی بھی ارتقا کے شواہد حاصل نہیں کر سکے۔ جریدہ "سائنس میگزین" میں شائع شدہ ایک مضمون میں انہوں نے کہا:

"Molecular evolution is about to be accepted as a method superior to palaeontology for the discovery of evolutionary relationships. As a molecular evolutionist I should be elated. Instead it seems disconcerting that many exceptions exist to the orderly progression of species as determined by molecular homologies; so many in fact that I think the exception, the quirks, may carry the more important message" (Christian Schwabe 'On the Validity of Molecular Evolution', Trends in Biochemical Sciences. V.11, July 1986)

سالماتی حیاتیات میں ہونے والی نئی دریافتوں کی بنیاد پر ایک ممتاز حیاتی کیمیاداں پروفیسر مائیکل ڈینٹن کا اس ضمن میں خیال ہے کہ:

"Each class at molecular level is unique, isolated and unlinked by intermediates. Thus,molecules like fossils, have failed to provide the elusive intermediates so long sought by evolutionary biology... At a molecular level, no organism is 'ancestral' or 'primitive' or 'advanced' compared with its relatives... There is little doubt that if this molecular evidence had been available a century avo... the idea of organic evolution might never been accepted." (Michael Denton, Evolution; A Theory in Crisis, London; Burnett Books 1985 pp.290-291)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مماثلتیں ارتقا کا نہیں، تخلیق کا ثبوت ہیں

انسانی جسم کا کسی دوسری جان دار نوع سے سالماتی مماثلت رکھنا ایک بالکل قدرتی عمل ہے، کیونکہ یہ سب ایک جیسے سالموں سے بنائے گئے ہیں، یہ سب ایک ہی پانی اور فضا استعمال کرتے ہیں اور ایک جیسے سالموں پر مشتمل غذائیں استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نظام ہائے استحالہ (میٹابولزم) اور جینیاتی بناوٹیں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ تاہم اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان تمام انواع (انسان اور حیوان) کا جدامجد ایک ہی تھا۔ یہ "یکساں مادہ" ارتقا کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ ان کا "یکساں ڈیزائن" ہے، گویا ان سب کو ایک ہی منصوبے کے تحت تخلیق کیا گیا ہے۔

اس موضوع کو ایک مثال سے واضح کرنا ممکن ہے: دنیا میں تمام عمارات ایک جیسے مادے (اینٹ، پتھر، لوہا، سیمنٹ وغیرہ) سے تعمیر کی جاتی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ تمام عمارتیں ایک دوسرے سے ارتقا پذیر ہوئی ہیں۔ وہ تمام علیحدہ علیحدہ، مگر یکساں مادے سے تیار کی گئی ہیں۔ یہی بات جان داروں (انسانوں اور حیوانوں) کے لیے بھی درست ہے۔

یہ زندگی ایک غیر شعوری، غیر منصوبہ بند سلسلہ عوامل کا نتیجہ نہیں، جیسا کہ ارتقا پرست دعویٰ کرتے ہیں۔ بلکہ خالق عظیم اللہ عزوجل کی تخلیق کا نتیجہ ہے جو لامحدود علم اور حکمت کا مالک ہے۔

10۔ جینیاتی تبدّل ہمیشہ تخریبی ہوتا ہے

اِرتقاء کے حامیوں کے نزدیک اِرتقاء کا عمل تبدّل یعنی جینیاتی خصوصیات میں تبدیلی کے ذریعے وُقوع پذیر ہوا۔ یہ دعویٰ بھی صحیح معنوں میں حقیقت کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ (اصل حقیقت یہ ہے کہ) تبدّل کبھی بھی تعمیری نہیں ہوتا بلکہ (ہمیشہ) تخریبی ہی ہوتا ہے۔ تبدّل کو دریافت کرنے والے سائنسدان ملر (Muller) کے تجربات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تعمیری جینیاتی تبدیلی کا (حقیقت میں) کوئی وُجود نہیں، جینیاتی تبدیلی ہمیشہ تخریبی ہی ہوتی ہے۔ اِس سلسلے میں کئے جانے والے تجربات میں بھی یہ حقیقت اِسی طرح عیاں ہوئی کہ (جینیاتی) خصوصیات تبدیل نہیں ہوا کرتیں بلکہ تباہ ہوا کرتی ہیں۔ جس کا نتیجہ کینسر یا موت کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ یا پھر بگڑنے والی خصوصیات پہلے سے کمزور جسیمے کی تخلیق کا باعث بنتی ہیں (جیسا کہ ملر کی سبز آنکھوں والی مکھی) آج تک کئے گئے ہزارہا تجربات کے باوُجود کوئی بھی کسی جسیمے میں ہونے والے (مثبت) تبدّل سے نیا جسیمہ حاصل نہیں کر سکا۔ جبکہ دُوسری طرف ہڈی کے گودے میں واقع ایک پِدری خلئے کے ذریعے ہر سیکنڈ میں لاکھوں کی تِعداد میں مختلف نئے خلئے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اگر تبدّل (کے اَفسانے) میں ذرا بھی حقیقت ہوتی تو اب تک یہ عجوبہ قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11۔ ارتقاء پسندوں کی جعلسازیاں(تصویروں کے ذریعے دھوکے بازی):

نظریہ ارتقاء کی صداقت جانچنے کا اہم ترین ماخذ، رکازی ریکارڈ ہے۔ جب اس کا محتاط اور غیر متعصبانہ تجزیہ کیا جاتا ہے تو یہ ریکارڈ ارتقاء کی حمایت کرنے کے بجائے اسے ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس کے باوجود، ارتقاء پرستوں نے رکازوں کی گمراہ کن توجیہات دے کر، اور اپنی طرف سے من پسند وضاحتیں پیش کر کے عوام کی بھاری اکثریت کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے کہ یہ ریکارڈ، ارتقاء کی تائید کرتا ہے۔

چند مشکوک رکازات کی بنیاد پر ایسی توجیہات گھڑ لی جاتی ہیں جن سے ارتقاء پرستوں کا مقصد حل ہو جائے۔ بیشتر اوقات میں دریافت ہونے والے رکازات موزوں طور پر شناخت کے قابل نہیں ہوتے۔ یہ عموماً ہڈیوں کے بکھرے ہوئے اور نامکمل ٹکڑوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے دستیاب ہونے والی معلومات کو مسخ کرنا اور اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لینا بہت آسان ہوتا ہے۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ ارتقاء پرست انہی ادھوری رکازی باقیات کی بنیاد پر تصویروں اور ماڈلوں کی شکل میں ''تنظیم نو' (Reconstructions) کے نام پر جو کچھ پیش کرتے ہیں، وہ ارتقاء کی تصدیق کرنے والا محض ایک تخیل ہوتا ہے۔ اب کیونکہ بصری معلومات لوگوں کو زیادہ متاثر کرتی ہیں، لہٰذا تخیل پر قائم کئے گئے یہ ماڈلز انہیں بہ آسانی قائل کر لیتے ہیں کہ ارتقاء پرستوں کے بتائے ہوئے عجیب و غریب جاندار، ماضی میں واقعی موجود تھے۔

ارتقائی محققین تو یہ تک کرتے ہیں کہ صرف ایک دانت، جبڑے یا بازو کی ہڈی دیکھ کر انسان جیسے کسی تصوراتی جانور کی پوری تصویر بنا ڈالتے ہیں۔ اور پھر، اسے اس سنسنی خیز انداز سے عوام کے سامنے پیش کر دیتے ہیں جیسے وہ انسانی ارتقاء کو ثابت کرنے والی کڑیاں ہوں۔ انہی تصویروں نے کئی لوگوں کے ذہنوں میں ''(بندر نما) قدیم انسان'' کا عکس قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

بچی کھچی ہڈیوں کی بنیاد پر کئے گئے یہ مطالعات کسی متعلقہ جاندار کی صرف عمومی خصوصیات کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔ حالانکہ اہم ترین معلومات اور تفصیلات تو نرم بافتوں (یعنی چربی اور گوشت وغیرہ) میں ہوتی ہیں جو بہت جلد مٹی میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ نرم بافتوں کی فرضی وضاحت کے ساتھ ہی ''تنظیم نو'' کرنے والا ارتقاء پرست ہر اس چیز کو ممکن بنا دیتا ہے جو اس کے تخیل میں سما سکتی ہے۔ ہاورڈ یونیورسٹی کے ارنسٹ اے ہوٹن اسی طرح کی کیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''نرم حصوں کو بحال کرنے کی کوشش کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ ہونٹ، آنکھیں، کان اور ناک کی نوک جیسے حصے اپنے نیچے موجود ہڈی پر کوئی سراغ نہیں چھوڑتے۔ لہٰذا آپ نینڈرتھل نما (Neanderthaloid) جانور کی کھوپڑی پر یکساں سہولت کے ساتھ کسی چمپانزی کے خدوخال یا ایک فلسفی کے نقش و نگار تشکیل دے سکتے ہیں۔ قدیم اقسام کے آدمی کی ایسی مبینہ تنظیم نو کی اگر کوئی سائنسی قدر و قیمت ہے، تو وہ بے حد معمولی ہے اور ممکنہ طور پر صرف عوام کو گمراہ کرنے کا باعث ہے۔۔۔ لہٰذا تنظیم نو پر بھروسہ نہ کیجئے''۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھوٹے رکازات بنانے کے لئے کئے گئے "مطالعات" :

حقیقت میں ارتقاء کا ثبوت فراہم کرنے والے رکازوں کی عدم دستیابی کے بعد، بعض ارتقاء پرست ماہرین نے اپنے "ذاتی رکازات" بنانے کی کوششیں بھی کر ڈالیں۔ یہ کوششیں جنہیں انسائیکلوپیڈیا بھی "ارتقاء کی جعلسازیوں" کے عنوان کے تحت بیان کرتے ہیں، اس امر کی واضح شہادت دیتی ہیں کہ نظریہ ارتقاء ایک ایسا نظریاتی ڈھانچہ اور فلسفہ ہے جس کا دفاع، ارتقاء پرست ہر حال میں کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح کی دو اہم اور بدنام ترین جعلسازیاں ذیل میں بیان کی جارہی ہیں:

پلٹ ڈاؤن آدمی (Piltdown Man) :

1912ء میں ایک مشہور ڈاکٹر اور شوقیہ معدومی بشریات دان (Amateur Paleoanthropologist) چارلس ڈاسن نے یہ دعویٰ کیا کہ اسے پلٹ ڈاؤن، برطانیہ کے مقام سے جبڑے کی ہڈی اور کھوپڑی کے حصے ملے ہیں۔ اگرچہ یہ کھوپڑی انسانی نما تھی لیکن جبڑا نمایاں طور پر بندروں جیسا تھا۔ ان نمونہ جات کو "پلٹ ڈاؤن آدمی" (Piltdown Man) کا نام دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ رکازات پانچ لاکھ سال قدیم ہیں۔ علاوہ ازیں یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ یہ رکازات انسانی ارتقاء کے ضمن میں حتمی ثبوت کا درجہ رکھتے ہیں۔ چالیس سال تک اس "پلٹ ڈاؤن آدمی" پر متعدد مقالہ جات لکھے گئے، کئی تصاویر بنائی گئیں، وضاحتیں پیش کی گئیں اور اس رکاز کو انسانی ارتقاء کی فیصلہ کن شہادت کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔

مگر 1949ء میں جب سائنس دانوں نے ایک بار پھر اس کا تجزیہ کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ "رکاز" بڑی سوچی سمجھی جعلسازی تھا، اور جسے انسانی کھوپڑی کو گوریلے کی ایک قسم (Orangutan) کے جبڑے کی ہڈی سے ملا کر تیار کیا گیا تھا۔ فلورین تاریخ نگاری (Fluorine Dating) کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ابتداء میں محققین نے دریافت کیا کہ انسانی کھوپڑی صرف چند ہزار سال پرانی تھی۔ اور نگوٹان کے جبڑے ہڈی میں دانت مصنوعی طور پر پھنسائے گئے تھے۔ علاوہ ازیں ان رکازات کے ساتھ ملنے والے "قدیم" اوزار بھی جعلی تھے جنہیں دھاتی آلات کے ذریعے یہ شکل دی گئی تھی۔ اوکلے، وائنز اور کلارک نامی ماہرین کا یہ مطالعہ 1953ء میں مکمل ہوا اور اسی سال عوام کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

حتمی نتائج کے مطابق یہ کھوپڑی صرف 500 سال پہلے کے کسی آدمی کی تھی اور نچلے جبڑے کی ہڈی، شکار کئے ہوئے اور نگوٹان سے لی گئی تھی!

بعد ازاں اس کے دانتوں کو قطار کی شکل دے کر جبڑے میں لگایا گیا اور جوڑوں کو باریک ریتی سے گھس کر ایسے بنایا گیا کہ وہ کسی انسان سے مماثل دکھائی دینے لگیں۔ آخر میں ان سارے ٹکڑوں کو "قدیم" ظاہر کرنے کے لئے پوٹاشیم ڈائی کرومیٹ سے داغدار کر دیا گیا۔ (یہ دھبے، تیزاب میں ڈبوتے ہی غائب ہو گئے۔) اس تحقیقی ٹیم کا ایک رکن، لی گروس کلارک اپنی حیرت نہیں چھپا سکا۔ چنانچہ اس کے الفاظ تھے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مصنوعی خراشوں کی شہادتیں فوراً ہی آنکھوں کے سامنے ابھرتی ہیں۔ عملاً یہ اتنی واضح تھیں کہ یہ پوچھا جاسکتا ہے: یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی نے اتنے لمبے عرصے تک انہیں محسوس ہی نہ کیا ہو؟"

نبراسکا آدمی (Nebraska Man) :

1922ء میں امریکن میوزیم آف نیچرل ہسٹری کے ڈائریکٹر، ہنری فیئر فیلڈ اوسبورن نے اعلان کیا کہ اس نے مغربی نبراسکا میں اسنیک بروک کے قریب سے ڈاڑھ (molar tooth) کا کا زدریافت کیا ہے جو پلیوسینی عصر (Pliocene Period) سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ دانت مبینہ طور پر بیک وقت انسان اور گوریلوں کی مشترکہ خصوصیات کا حامل دکھائی دیتا تھا۔ اس کے بارے میں سائنسی دلائل کا تبادلہ شروع ہو گیا۔ بعض حلقوں نے کہا کہ یہ دانت "پتھے کن تھروپس ایریکٹس' (Pithecanthropus Erectus) سے تعلق رکھتا ہے، جبکہ دوسرا گروہ کہتا تھا کہ یہ دانت، جدید انسانی نسل کے زیادہ قریب ہے۔ مختصراً یہ کہ اس ایک دانت کے رکاز کی بنیاد پر زبردست بحث شروع ہو گئی اور اسی سے "نبراسکا آدمی" کے تصور نے بھی مقبولیت حاصل کی۔ اسے فوراً ہی ایک عدد "سائنسی نام" بھی دے دیا گیا: "ہیسپیروپتھے کس ہیرلڈ کوکی"! متعدد ماہرین نے اوسبورن کی بھرپور حمایت کی۔ صرف ایک دانت کے سہارے "نبراسکا آدمی" کا سر اور جسم بنایا گیا۔ یہاں تک کہ نبراسکا آدمی کی پورے گھرانے سمیت تصویر کشی کر دی گئی۔

1927ء میں اس کے دوسرے حصے بھی دریافت ہو گئے۔ ان نو دریافتہ حصوں کے مطابق یہ دانت نہ تو انسان کا تھا اور نہ کسی گوریلے کا۔ بلکہ یہ انکشاف ہوا کہ اس دانت کا تعلق معدوم جنگلی سؤروں کی ایک نسل سے تھا جو امریکہ میں پائی جاتی تھی، اور اس کا نام "پروستھی نوپس" (Prosthennops) تھا۔

12۔ اَپنڈکس ہرگز غیر ضروری نہیں

اِرتقاء پسند تو اِس حد تک گئے ہیں کہ اُن کے نزدیک اِنسان کی آنتوں میں سے اَپنڈکس (Appendix) سلسلۂ اِرتقاء ہی کی بے مقصد باقیات میں سے ہے۔ حالانکہ اَپنڈکس جسم کے چند مُستعد ترین اَعضاء میں سے ایک ہے جو نچلے بدن کے لئے لوزَتین (Tonsils) کا کام کرتی ہے۔ وہ آنتوں کا لُعاب چھوڑتی اور آنتوں کے بیکٹیریا کی اَقسام اور اُن کی تِعداد کو باقاعدہ بناتی ہے۔ اِنسانی جسم میں کوئی عضو بھی ہرگز فضول نہیں ہے بلکہ بہت سے اَعضاء بیک وقت متنوّع اَقسام کے بہت سے اَفعال سرانجام دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

13۔۔اَصناف کا تنوّع

اگر مفروضۂ اِرتقاء کے حامیوں کا دعویٰ دُرست ہوتا تو ہر مخلوق میں اَیسا اِرتقاء عمل میں آتا کہ وہ اَمیبا(Amoeba) سے شروع ہو کر زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک ہی قسم کی اَصناف بناتی چلی جاتی۔ اور یوں اُس امیبا سے ایک ہی قسم کے کیڑے، ایک ہی قسم کی مچھلی، ایک ہی قسم کے پتنگے اور ایک ہی قسم کے پرندے نکلتے یا زیادہ سے زیادہ ہر ایک کی چند ایک اَقسام ہو جاتیں۔ (حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ) صرف پتنگوں کی 3 لاکھ سے زیادہ اقسام ہیں۔ پھر یہ کس قسم کا اِرتقاء ہے۔۔۔؟

مزید برآں جانوروں کی تمام اَنواع میں ہر قسم کی قابلِ تصوّر اَقسام پائی جاتی ہیں۔ جیومیٹری اور حیاتیات کی تقریباً تمام ممکنہ صورتوں میں مخلوقات کی اَنواع واَقسام موجود ہیں۔ رنگوں کے 10,000 سے زائد نمونے تو صرف تتلیوں کے پروں میں پائے جاتے ہیں۔ اِس کے علاوہ ہر نوع اپنی چھوٹی اور بڑی جسامتیں رکھتی ہے۔ جیسا کہ:

چھپکلی.....اور.....مگرمچھ

بلی..... .....شیر

امریکی چوہا.....اور.....خنزیر

اگر اِرتقاء کا کوئی وُجود ہوتا تو ہر نوع ایک ہی سمت میں پروان چڑھتی جبکہ اللہ ربُّ العزّت نے (اپنی) مخلوقات کی بے شمار اَنواع واَقسام سے گویا ایک عظیم الشان نمائش کا اِہتمام کر رکھا ہے۔

14۔سائنسی علوم کی عدم قبولیت

مختلف سائنسی علوم کے نکتۂ نظر سے اِرتقاء کا عمل حالیہ سالوں میں (مکمل طور پر) ناممکن قرار پا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- طبیعیات

علمِ طبیعیات میں کسی قسم کا کوئی اِرتقاء نہیں ہو سکتا۔ پُرامن اِرتقاء کے طور پر بھاری عناصر ہائیڈروجن سے پیدا نہیں ہوئے۔ اِسی لئے اگر آپ ہائیڈروجن کے 2 یا 4 اَیٹموں کو ملا کر ہیلیئم (Helium) بنانا چاہیں گے تو اُس کے نتیجے میں آپ کو 'تھرمونیوکلیئر بم' (Thermonuclear Bomb) ہی حاصل ہو گا (جس کے سبب) تمام ماحول 'کھمبی' (Mushroom) کی شکل کے دُھویں کے بادلوں سے اَٹ جائے گا۔

- ریاضی

ریاضیاتی اِعتبار سے بھی اِرتقاء بالکل ناممکن ہے۔ اَمیبا سے کیڑا بننے تک اِرتقاء کے لئے جینی کوڈ میں 1039×10^{20} تبدیلیاں مطلوب ہیں، جو فی سیکنڈ ایک تبدیلی کی شرح سے 100 کھرب سال گویا موجودہ کائنات کی عمر سے 500 گنا زیادہ وقت میں مکمل ہو سکتی ہیں۔ ایک بوزنہ (Ape) سے اِنسان بننے کے اِرتقائی عمل کے لئے 103×10^{520} تبدیلیوں کی ضرورت ہے، یہ تبدیلیاں اِتنی کثیر تعداد پر مشتمل ہیں کہ اگر ہم اِس کائنات کی ایک چوتھائی مرکبات کی قوّت کو زیرِ اِستعمال لائیں تو بھی اُسے پانے میں قاصر رہیں گے۔ مزید موازنے کے لئے اِتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ کائنات کا قطر ایک اِلیکٹران کے قطر سے 10^{124} گنا سے زیادہ بڑا نہیں ہے۔ اِن سب (حقائق) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اِرتقاء (کا یہ تصوّر) ریاضیاتی ناممکنات میں سے ہے۔

- حیاتیات

حیاتیاتی طور پر بھی اِرتقاء کسی صورت ممکن نہیں۔ آج کے اِس ترقی یافتہ دَور میں بھی سائنسی ذرائع کی معاونت سے کوئی شخص اِس قابل نہیں ہو سکا کہ ایک 'سسٹرن' (Cistron)۔۔۔ جو ایک مخصوص پروٹین کے کوڈ کے لئے (DNA (Deoxyribonucleic Acid) کی لمبائی ہوتی ہے۔۔۔ میں تبدیلی لا سکے۔ کسی مخلوق میں کامیاب جینیاتی تبدیلی کی مِثال نہیں ملتی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جینز (Genes)۔۔۔ جو نامیاتی تعمیر کے فارمولا کی حامل ہوتی ہیں۔۔۔ ایک اِنتہائی مخصوص نظام کی حفاظت میں ہوتی ہیں۔ اگر اَیسا نہ ہوتا تو دُنیا راتوں رات اُوٹ پٹانگ قسم کی مخلوقات سے بھر جاتی۔ چنانچہ حیاتیاتی طور پر بھی اِرتقاء کا عمل ناممکن ٹھہرا۔ جیسا کہ 'نِلسن ہیریبرٹ' (Heribert Nilson) نے کہا ہے کہ اَنواعِ حیات کچھ اَیسی ہیں کہ وہ خود بخود بدل سکتی ہیں اور نہ ہی اُنہیں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

'پروفیسر میکس ویسٹن ہوفر' (Prof. Max Westenhofer) نے اپنے مطالعہ (کی روشنی) میں یہ ثابت کیا ہے کہ مچھلی، پرندے، رینگنے والے جانور اور ممالیہ جانور سب ہمیشہ سے ایک ساتھ موجود رہے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ 'پروفیسر ویزمین' (Weismann .Prof) کے ہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'جاوا کے آدمی' (Java Man) کا تصوّر سائنس کا تمسخر اُڑانے کے مترادف ہے۔اِسی طرح 'پروفیسر گش' (Prof. Gish) نے سائنسی معاشرے کو اِس حقیقت سے آگاہ کیا کہ قدیم اِنسان کا ڈھانچہ جسے 'نبراسکا کا آدمی' (Nebraska Man) کہتے ہیں، مکمل طور پر ایک مصنوعی چیز ہے،اور پورے ڈھانچے کی بنیاد محض ایک دانت پر ہے۔

یہ ہیں وہ اعتراضات جنہوں نے اس نظریہ کے انجر پنجر تک ہلا دیئے ہیں۔ گزشتہ ڈیڑھ صدی نے اس نظریہ میں استحکام کے بجائے اس کی جڑیں تک ہلا دی ہیں۔اب اس نظریہ کے متعلق چند مغربی مفکرین کے اقوال بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریہ ارتقاء پر مغربی مفکرین کے تبصرے

ہر میدان میں ارتقاء کو شکست فاش ہو جانے کے بعد خرد حیاتیات (مائیکرو بائیالوجی) کے معتبر ماہرین آج "تخلیق" (Creation) کو حقیقت کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ (ایسے ہی چند لوگوں نے) اب اس نقطۂ نظر کا بھرپور دفاع کرنا شروع کر دیا ہے کہ ہر شے ایک عظیم ترین خالق نے "تخلیق" کی ہے اور یہ کہ ہر شے اپنی جگہ پر خالقِ عظیم کی عظیم تر تخلیق کا ایک جزو ہے۔ اس حقیقت کو پہلے ہی سے بہت سے لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ کھلے ذہن سے اپنی تحقیقی کاوشوں کا تجزیہ کرنے والے سائنس دان اس نقطۂ نظر کو "ذہین ڈیزائن" (Intelligent Design) کا نام دیتے ہیں۔

1۔ ایک اطالوی سائنسدان روزا کہتا ہے کہ گذشتہ ساٹھ سال کے تجربات نظریہ ڈارون کو باطل قرار دے چکے ہیں۔[1]

2۔ ڈی وریز (De Viries) ارتقاء کو باطل قرار دیتا ہے وہ اس کے بجائے انتقال نوع (Mutation) کا قائل ہے جسے آج کل فجائی ارتقاء (Emergence Evelution) کا نام دیا جاتا ہے اور یہ نظریہ علت و معلول کی کڑیاں ملانے سے آزاد ہے۔[2]

3۔ ولاس (Wallace) عام ارتقاء کا تو قائل ہے لیکن وہ انسان سے مستثنیٰ قرار دیتا ہے۔[3]

4۔ فرحو کہتا ہے کہ انسان اور بندر میں بہت فرق ہے اور یہ کہنا لغو ہے کہ انسان بندر کی اولاد ہے۔[4]

5۔ میفرٹ کہتا ہے کہ ڈارون کے مذہب کی تائید ناممکن ہے اور اس کی رائے بچوں کی باتوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔[5]

---

[1] اسلام اور نظریہ ارتقاء

[2] ایضاً، ص 59

[3] ایضاً، ص 61

[4] ایضاً، ص 61

[5] ایضاً، ص 61

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6۔آغاسیز کہتا ہے کہ ڈارون کا مذہب سائنسی لحاظ سے بالکل غلط اور بے اصل ہے اور اس قسم کی باتوں کا سائنس سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔[1]

7۔ ہکسلے(Huxley) کہتا ہے کہ جو دلائل ارتقاء کے لیے دیئے جاتے ہیں ان سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ نباتات یا حیوانات کی کوئی نوع کبھی طبعی انتخاب سے پیدا ہوئی ہو۔[2]

8۔ٹنڈل کہتا ہے کہ نظریہ ڈارون قطعاً ناقابل التفات ہے کیونکہ جن مقدمات پر اس نظریہ کی بنیاد ہے وہ قابل تسلیم ہی نہیں ہیں۔[3]

9۔دورِ جدید کے ایک سائنسدان ڈُواں گش(Duane Gish) کے بقول اِرتقاء(اِنسان کا جانور کی ترقی یافتہ قسم ہونا) محض ایک فلسفیانہ خیال ہے، جس کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں ہے۔[4]

10۔ جیریمی رِفکن(Rifkin Jeremy) نے اپنے مقالات میں اِس حقیقت کا اِنکشاف کیا ہے کہ علمِ حیاتیات اور علمِ حیوانات کے بہت سے تسلیم شدہ محققین مثلاً سی ایچ واڈنگٹن(C. H. Waddington)، پائرے پال گریس(Pierre-Paul Grasse) اور سٹیفن جے گولڈ(Stephen Jay Gold) نے مفروضۂ اِرتقاء کے حامی نیم خواندہ سائنسدانوں کے جھوٹ کو طشت اَز بام کر دیا ہے۔[5]

11۔پروفیسر گولڈ سمتھ(Prof. Goldschmidt) اور پروفیسر میکبتھ(Prof. Macbeth) نے دوٹوک انداز میں واضح کر دیا ہے کہ مفروضۂ اِرتقاء کا کوئی سائنسی ثبوت نہیں ہے۔اِس نظریئے کے پس منظر میں یہ حقیقت کارفرما ہے کہ نیم سائنسدانوں نے خود ساختہ سائنس کو اِختیار کیا ہے۔مفروضۂ اِرتقاء کے حق میں چھپوائی گئی بہت سی تصاویر بھی جعلی اور مَن گھڑت ہیں۔[6]

---

[1] ایضاً، ص62

[2] ایضاً، ص63

[3] ایضاً، ص63

[4] تخلیق کائنات اور جدید سائنس از ڈاکٹر طاہر القادری

[5] تخلیق کائنات اور جدید سائنس از ڈاکٹر طاہر القادری

[6] تخلیق کائنات اور جدید سائنس از ڈاکٹر طاہر القادری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریہ ارتقاء کی مقبولیت کے اسباب

اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ نظریہ ارتقاء اتنا ہی غیر سائنٹیفک ہے تو یہ مقبول کیسے ہو گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا پرچار کرنے والوں میں مادہ پرست، دہریت پسند اور اشتراکیت نواز سب شامل ہو جاتے ہیں۔ دہریت مادہ پرستی، لاادریت اور اشتراکیت بذات خود الگ الگ مذہب ہیں۔ یہ نظریہ چونکہ الحاد اور اللہ کی ہستی سے انکار کی طرف لے جاتا ہے لہذا ان سب کو ایک دلیل کا کام دیتا ہے۔ ڈارون اصل الانواع لکھنے سے پہلے خدا پرست تھا۔ یہ کتاب لکھنے کے بعد لاادریت کے مقام پر آ گیا۔ پھر جب اور بھی دو کتابیں لکھ کر اپنے نظریہ میں پختہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا منکر بن گیا اور اہل کلیسا نے اس پر کفر والحاد کا فتویٰ لگا دیا۔

نظریہ ارتقاء کی برصغیر میں درآمد اور منکرین قرآن

ہمارے ہاں مغربی افکار سے مرعوب قرآنی مفکرین نے اسے فوراً اپنا لیا۔ سر سید احمد خان نے جنہوں نے یورپ میں ایک عرصہ گزارا اور ڈارون کے ہم عصر اور سوامی دیانند سے شدید متاثر تھے۔ اس نظریہ کو فطرت کے مطابق پایا تو اسے قبول کر لیا اور آج ادارہ طلوع اسلام سر سید کی تقلید میں اس نظریہ کے پرچار میں سرگرم ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس نظریہ کو بہت سے مغربی مفکرین مادی اور سائنسی لحاظ سے بھی مردود قرار دے چکے ہیں اسے ہمارے قرآنی مفکرین کو حدیث سے ظنی علم کو رد کر کے اس (یقینی علم) کو سینے سے لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ سائنسی نظریات کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ اپنے تجرباتی اور تحقیقی مراحل سے گزرنے کے بعد سائنسی قانون (Law) بن جاتے ہیں، تب بھی انہیں آخری حقیقت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بعد میں آنے والے مفکر ایسے قوانین کو رد کر سکتے ہیں۔ نیوٹن کے دریافت کردہ قانون کشش ثقل کو آئن سٹائن نے مشکوک قرار دیا، یہی صورتحال اس کے قوانین حرکت کی ہے تو کیا ایسی صورت میں ان نظریات کو تحریف وتاویل کے ذریعہ ثابت کرنا کوئی دینی خدمت یا قرآنی فکر قرار دیا جا سکتا ہے؟

پرویز صاحب نے اس نظریہ ارتقاء کو دو شرائط کے ساتھ اپنایا ہے ایک یہ کہ پہلے جرثومہ حیات میں زندگی کسی طرح خود بخود ہی پیدا نہیں ہو گئی تھی بلکہ یہ زندگی خدا نے عطا کی تھی اور دوسری یہ کہ انسان کا فکر وشعور ارتقاء کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ نفخ خداوندی کا نتیجہ ہے اور یہ نفخ روح خداوندی فجائی ارتقاء کے طور پر واقع ہوا۔ فجائی ارتقاء کے نظریہ کا موجد امام لائڈ مارگن ہے جس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فجائی ارتقاء ممکن العمل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب سوال یہ کہ اگر اللہ ہی کو خالق زندگی اور نفخ روح خداوندی کو بطور فجائی ارتقاء عامل تسلیم کرنا ہے تو پھر کیوں نہ آدم علیہ السلام کی خصوصی تخلیق ہی کو تسلیم کر لیا جائے؟ تاکہ نظریہ ارتقاء پر پیدا ہونے والے کئی اعتراضات کا ازالہ بھی ہو جائے۔ مثلاً یہ کہ جب نوع انسانی پہلے سے چلی آ رہی تھی تو کیا نفخ روح اس نوع کے سارے افراد میں ہوا تھا یا کسی فرد واحد میں؟ اور اگر کسی فرد واحد میں ہوا تھا تو وہ کون تھا اور یہ واقعہ کس دور میں ہوا تھا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا ان حضرات کے پاس کوئی جواب نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریہ ارتقاء کے حق میں قرآنی دلائل

اب ہم ان قرآنی دلائل کا جائزہ لیں گے جن سے یہ حضرات اپنے اس نظریہ ارتقاء کو کشید کرتے ہیں۔

1:۔پہلی دلیل سورہ نساء کی پہلی آیت ہے کہ

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾

"اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈر جاو جس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ پھر اس سے اس کا زوج بنایا پھر ان دونوں سے کثیر مرد اور عورتیں روئے زمین پر پھیلا دیئے"۔[1]

یہ آیت اپنے مطلب میں صاف ہے کہ نفس واحدہ سے مراد آدم علیہ السلام اور زوج سے مراد ان کی بیوی حوا ہیں۔اور یہی کچھ کتاب وسنت اور آثار سے معلوم ہوتا ہے مگر ہمارے یہ دوست نفس واحد سے مراد پہلا جرثومہ حیات لیتے ہیں اس جرثومہ کے متعلق نظریہ یہ ہے کہ وہ کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا ۔پھر ان میں سے ہر ایک ٹکڑا کٹ کر دو دو ٹکڑے ہوتا گیا۔اس طرح زندگی میں وسعت پیدا ہوتی گئی جو بالآخر جمادات سے نباتات، نباتات سے حیوانات اور حیوانات سے انسان تک پہنچی ہے۔

یہ تصور اس لحاظ سے غلط ہے کہ آج بھی جراثیم کی افزائش اسی طرح ہوتی ہے یعنی ایک جرثومہ کٹ کر دو ٹکڑے ہوتا چلا جاتا ہے پھر کسی جرثومہ کو آج تک کسی نے نباتات میں تبدیل ہوتے دیکھا ہے؟ لہذا لامحالہ ہمیں یہی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نفس واحدہ سے مراد آدم علیہ السلام، زوج سے مراد ان کی بیوی ہے اور توالد وتناسل کے ذریعہ ان کی اولاد مرد اور عورتیں روئے زمین پر پھیل گئے۔

2:۔دوسری دلیل سورہ علق کی ابتدائی دو آیات ہیں۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾

---

[1] (1:4)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

{(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے (کائنات کو) پیدا کیا اور انسان کو علق (جما ہوا خون) سے پیدا کیا}۔[1]

علق کا لغوی مفہوم نر و مادہ کے ملاپ کے بعد نطفہ کا جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لینا ہے۔ کہتے ہیں عَلَّقَتِ الانثٰی بِالوَلَدِ مادہ حاملہ ہو گئی (المنجد) اور چونکہ یہ جما ہوا خون جونک جیسی لمبوتری شکل اختیار کر لیتا ہے لہذا جونک کو بھی علق کہہ دیتے ہیں۔ ہمارے یہ کرم فرما اس سے دوسرا معنی یعنی جونک مراد لیتے ہیں اور رحمِ مادر کی کیفیت قرار نہیں دیتے بلکہ ارتقائی زندگی کے سفر کا وہ دور مراد لیتے ہیں جب جونک کی قسم کے جانور وجود میں آئے اور کہتے ہیں کہ انسان انہی جانداروں کی ارتقائی شکل ہے۔

رہی یہ بات کہ آیا یہ رحم مادر کا قصہ ہے یا ارتقائے زندگی کے سفر کی داستان ہے تو اس اشکال کو قرآن ہی کی سورہ مومنون کی یہ آیت دور کر دیتی ہے۔

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾

{پھر ہم نے نطفہ کو علق بنایا پھر علق کو لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر انسان کو نئی صورت میں بنا دیا۔ اللہ بڑی بابرکت ہستی ہے جو سب سے بہتر خالق ہے}۔[2]

اب سوال یہ ہے کہ اگر علق سے مراد رحم مادر کا قصہ نہیں بلکہ وہ دور مراد ہے جب جونک کی قسم کے جانور وجود میں آئے تھے تو یہ بھی بتلانا پڑے گا کہ نطفہ سے ارتقائی سفر کا کون سا دور مراد ہے کیونکہ اللہ نے علق کو نطفہ سے بنایا ہے اور دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا قرآن کے اولین مخاطب یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم علق سے وہ مفہوم سمجھ سکتے تھے جو یہ حضرات آج کل ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں؟

3۔ان حضرات کی تیسری دلیل سورہ نوح کی آیت

﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا﴾

(حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا ہے)۔[3]

---

[1] (1,2:96)

[2] (14:23)

[3] (14:71)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام مفسرین نے اطوار سے مراد وہ تخلیقی مراحل لیے ہیں جو رحم مادر میں واقع ہوتے ہیں جبکہ پرویز صاحب اس آیت سے ارتقائے زندگی کے مراحل مراد لیتے ہیں۔اس پر بھی وہی سوال پیدا ہوتے ہیں جو دوسری دلیل میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

4۔چوتھی دلیل سورہ نوح کی یہ آیت ہے۔

﴿وَاللّٰهُ اَنۢبَتَكُم مِّنَ الاَرضِ نَبَاتاً﴾

اس کا پرویز صاحب یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ ''ہم نے تمہیں زمین سے اگایا،ایک طرح کا اگانا''اور مراد یہ لیتے ہیں کہ انسان نباتات اور حیوانات کے راستہ سے ہوتا ہوا وجود میں آیا ہے۔

جہاں تک انسان کا مٹی یا زمین سے پیدا ہونے کا تعلق ہے اس میں تو کسی کو کچھ اختلاف نہیں۔اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ انبت کا معنی صرف اگانا ہے یا کچھ اور بھی؟ لغوی لحاظ سے یہ لفظ خلق یعنی پیدا کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے،کہتے ہیں نبت ثدی الجاریہ بمعنی لڑکی کے پستان پیدا ہوگے یا ابھر آئے۔چناچہ اکثر مفسرین نے انبت کا معنی پیدا کرنا ہی لکھا ہے پھر اس لفظ کا معنی اچھی طرح پرورش کرنا بھی ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنۢبَتَهَا نَبَاتاً حَسَناً﴾

یعنی''اللہ تعالیٰ نے مریم کو پسندیدگی سے قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح پرورش کیا''۔[1]

لہذا یہ آیت بھی ذو معنی ہونے کی بناء پر نظریہ ارتقاء کے لیے دلیل نہیں بن سکتی۔

5۔پرویز صاحب کی پانچویں دلیل سورہ اعراف کی درج ذیل آیت ہے۔

﴿وَلَقَد خَلَقنٰكُم ثُمَّ صَوَّرنٰكُم ثُمَّ قُلنَا لِلمَلٰٓئِكَةِ اسجُدُوا لِاٰدَمَ﴾

یعنی''ہم نے تمہیں پیدا کیا،پھر تمہاری شکل وصورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو''۔[2]

---

[1] (37:3)

[2] (11:7)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں جمع کا صیغہ اس بات کی دلیل ہے کہ آدم علیہ السلام سے پہلے نوع انسانی موجود تھی کیونکہ فرشتوں کو سجدہ کا حکم بعد میں ہوا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ اعراف کی ابتداء میں دور نبوی کے تمام موجود انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ---﴾

"اپنے پروردگار کی طرف سے نازل شدہ وحی کی تابعداری کرو"۔[1]

پھر آگے چل کر آدم علیہ السلام، آپ کی بیوی اور ابلیس کا قصہ مذکور ہے تو قرآن میں حسب موقع صیغوں کا استعمال ہوا ہے۔ان آیات کے مخاطب

آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے نہ کہ آدم علیہ السلام اور ان کے اباء واجداد اور بھائی بند، جو پرویز صاحب کے خیال کے مطابق اس جنت میں رہتے تھے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ---﴾

" اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو"۔[2]

اگر آدم علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے اباء واجداد پہلے ہی اس جنت میں رہتے تھے تو صرف آدم علیہ السلام اور اس کی بیوی کو جنت میں رہنے کی ہدایت بالکل بے معنی ہو جاتی ہے۔

---

[1] (3:7)

[2] (35:2)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریہ ارتقاء کے ابطال پر قرآنی دلائل

اب ہم قرآن سے ایسے دلائل پیش کریں گے جن سے نظریہ ارتقاء باطل قرار پاتا ہے۔

پہلی دلیل۔ تخلیق انسانی کے مراحل:۔

1۔اللہ نے انسان کو تراب یعنی خشک مٹی سے پیدا کیا۔(67:40)

2۔ارض یعنی زمین یا عام مٹی سے پیدا کیا۔(17:71)

3۔اسے طین یعنی گیلی مٹی یا گارے سے پیدا کیا۔(2:6)

4۔اسے طین لازب یعنی لیسدار اور چپکدار مٹی سے پیدا کیا۔(11:37)

5۔اسے حَمَإٍ مسنون بمعنی بدبودار مٹی اور گلے سڑے کیچڑ سے پیدا کیا۔(26:33)

6۔اسے صلصال یعنی حرارت سے پکائی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔(26:15)

7۔اسے صلصال کالفخار یعنی ٹن سے بجنے والی ٹھیکری سے پیدا کیا۔(14:55)

یہ ہیں وہ مٹی پر وارد ہونے والے اطوار یا مراحل جن کا قرآن نے ذکر کیا کہ ان اطوار کے بعد آدم علیہ السلام کا پتلا تیار ہوا تھا۔اور یہ ساتوں مراحل بس جمادات میں ہی پورے ہو جاتے ہیں۔ مٹی میں پانی کی آمیزش ضرور ہوئی لیکن بعد میں وہ پوری طرح خشک کر دیا گیا۔اب دیکھئے ان مراحل میں کہیں نباتات اور حیوانات کا ذکر آیا ہے کہ اس راستہ سے انسان وجود میں آیا ہے؟

دوسری دلیل۔

دوسری دلیل درج ذیل آیت ہے۔

﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''بلاشبہ انسان پر زمانے سے ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا''۔[1]

اب دیکھئے دھر سے مراد وہ زمانہ ہے جس کا آغاز زمین و آسمان کی پیدائش سے ہوا۔اور عصر سے مراد وہ زمانہ ہے جس کا آغاز تخلیق آدم سے ہوا۔کیونکہ اللہ نے انسانی افعال واعمال پر عصر کو بطور شہادت پیش کیا ہے، دھر کو نہیں۔ارشاد باری ہے کہ اس دھر میں انسان پر ایک ایسا وقت آیا ہے جبکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔اگر وہ نباتات، حیوانات یا بندر کی اولاد ہوتا تو یہ سب چیزیں قابل ذکر ہیں اور ان مراحل میں اربوں سال بھی صرف ہوئے تو ان کا نام لینے میں کیا حرج تھا؟ ہمارے خیال میں یہی آیت ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو کلی طور پر مردود قرار دینے کے لیے کافی ہے۔

تیسری دلیل۔

تیسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

﴿قَالَ يَـٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ ٱلْعَالِينَ﴾

یعنی اللہ نے فرمایا'' اے ابلیس! جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا، اسے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا؟''۔[2]

متعزلین اور پرویزی حضرات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تسلیم کرنے کے قائل نہیں لہذا وہ لفظ ید کا ترجمہ قوت یا قدرت یا دست قدرت کر لیتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ یہاں بیدی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔یعنی اپنے دونوں ہاتھوں سے اب اگر ید کا معنی قوت یا قدرت کیا جائے تو اس لفظ کا کیا مفہوم ہوگا کہ جسے میں نے دو قوتوں یا دو قدرتوں سے بنایا ہے؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو پانی قدرت اور قوت ہی سے بنایا ہے پھر سیدنا آدم علیہ السلام کے متعلق خصوصی ذکر کی کیا ضرورت تھی کہ میں نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

چوتھی دلیل۔

نظریہ ارتقاء کے ابطال پر چوتھی دلیل درج ذیل آیت کریمہ ہے۔

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ ۖ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾

---

[1] (1:76)

[2] (75:38)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی " اللہ کے ہاں عیسی علیہ السلام کی مثال آدم کی سی ہے جسے اللہ نے مٹی سے پیدا کیا پھر کہا انسان بن جا تو وہ انسان بن گئے "۔[1]

9 ہجری میں نجران کے عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے اور مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے موضوع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کی ٹھانی۔ عیسائی بھی سیدنا عیسی علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کے قائل تھے اور مسلمان بھی۔ عیسائیوں کی دلیل یہ تھی کہ جب تم مسلمان یہ تسلیم کرتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا اور یہ بھی تسلیم کرتے ہو کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے تو بتاؤ اگر وہ اللہ کے بیٹے نہ تھے تو ان کا باپ کون تھا؟ اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ اگر باپ کا نہ ہونا ہی اللہ کے بیٹے یا اُلوہیت مسیح کی دلیل بن سکتا ہے تو آدم علیہ السلام الوہیت کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کی باپ کے علاوہ ماں بھی نہ تھی۔ لیکن تم آدم علیہ السلام کو الٰہ نہیں کہتے تو مسیح علیہ السلام کیسے الٰہ ہو سکتے ہیں۔

مگر آج کے مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا ہے جو آدم علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کو تسلیم کرتا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں مگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کو تسلیم نہیں کرتا اور دوسرا مفکرین قران کا ہے جو نہ عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کے قائل ہیں اور نہ سیدنا آدم علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کے۔ اس آیت میں ان دونوں فرقوں کا رد موجود ہے، وہ اس طرح کے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو آدم کی پیدائش کے مثل قرار دیا ہے اور اس مثلیت کی ممکنہ صورتیں یہ ہو سکتی ہیں۔

1۔ دونوں کی پیدائش مٹی سے ہے۔ یہ توجیہہ اس لیے غلط ہے کہ تمام انسانوں کی پیدائش مٹی سے ہوئی اس میں آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی خصوصیت نہیں۔

2۔ دونوں کی پیدائش ماں باپ کے ذریعے ہوئی ہو۔ یہ توجیہہ اس لیے غلط ہے کہ انسان کی پیدائش کے لیے عام دستور یہی ہے۔ اور اس میں بھی آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی خصوصیت نہیں۔

3۔ اب تیسری صورت یہ رہ جاتی ہے کہ دونوں کا باپ نہ ہونا تسلیم کیا جائے اور یہی ان دونوں کی پیدائش میں مثلیت کا پہلو نکل سکتا ہے جس میں دوسرے انسان شامل نہیں۔ اس طرح یہ آیت بھی نظری ارتقاء کو مکمل طور پر مردود قرار دیتی ہے۔

---

[1] (59:3)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف آخر

آج بہت سے لوگ اللہ پر ایمان رکھنے کے بجائے بلا سوچے سمجھے، سائنس کے نام پر جھوٹ کے ایک پلندے کو سچ سمجھ کر قبول کر رہے ہیں۔ وہ جو "اللہ نے تمہیں عدم سے تخلیق کیا" سے نابلد ہیں، اتنے سائنسی ہیں کہ وہ اربوں سال پہلے کے "ابتدائی شوربے" (Primordial Soup) پر بجلی گر کر پہلے جاندار کے وجود میں آنے کا مفروضہ من و عن درست تسلیم کر لیتے ہیں۔

نظامِ قدرت میں اتنے نازک اور اتنے زیادہ توازن ہیں کہ انہیں کسی "اتفاق" کا حاصل قرار دینا کھلی نامعقولیت ہو گا۔ وہ لوگ جو اپنے اذہان کو معقولیت دشمنی سے آزاد نہیں کرا سکتے، وہ کتنا ہی اصرار کیوں نہ کر لیں، مگر زمین اور آسمان میں اللہ کی نشانیاں اتنی زیادہ نمایاں ہیں کہ ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ زمین کا، آسمان کا اور ان کے درمیان ہر شے کا خالق ہے۔ اس کے وجود پر دلالت کرنے والی نشانیاں ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔

مأخذ:۔

- /http://www.harunyahya.com/urdu
- تیسیر القرآن۔ جلد دوم۔ از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ص 481-491
- تخلیق کائنات او جدید سائنس۔ از ڈاکٹر طاہر القادری
- http://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%AA%D8%AE%D9%84%DB%8C%D9%82_%D8%A7%D9%86%D8%B3%D8%A7%D9%86
- http://sulemansubhani.wordpress.com/category/%D8%A8%D8%A7%D9%BE-%D8%8C-%D9%88%D8%A7%D9%84%D8%AF/

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر14

- قرآن مجید میں ریاضیاتی معجزہ
- اختتامی کلمات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں ریاضیاتی معجزہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس چیز کو جس کے برابر کہا ہے اُن الفاظ کو بھی اتنی ہی دفعہ دُہرایا ہے اور جس کو جس سے کم کہا ہے اسی نسبت سے ان الفاظ کو بھی قرآن مجید میں استعمال کیا گیا ہے۔اس دعوٰی کی بنیاد نہ تو اللہ تعالیٰ کے فرمان یعنی قرآن مجید میں موجود ہے اور نہ ہی کسی حدیث یا صحابہ کے اقوال میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ حال ہی میں جب کچھ مسلم اسکالرز نے اس جانب توجہ دی اور تحقیق فرمائی تو ان کو حیرت انگیز نتائج کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے سامنے قرآن مجید کا ایک اور معجزانہ پہلو نکھر کر سامنے آگیا کہ جس کی مثال دنیا کی کسی دوسری کتاب میں ملنا ناممکن ہے۔علاوہ ازیں یہ بات برملا کہی جاسکتی ہے کہ کوئی اگر کمپیوٹر کی مدد سے بھی ایسا لکھنا چاہے تو نہیں لکھ سکتا۔اور یہی قران مجید کا امتیاز اور کمال ہے۔

☆مثلاً قرآن مجید میں حضرت عیسی کی مثال حضرت آدم سے دی گئی ہے:

﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾

"اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا"[1]

معنی کے لحاظ سے یہ بات بالکل واضح ہے مگر اگر آپ قرآن مجید میں عیسیٰ کا لفظ تلاش کریں تو وہ 25 مرتبہ دہرایا گیا ہے۔اور اسی طرح آدم کا نام بھی 25 دفعہ ہی قرآن میں موجود ہے۔یعنی معنی کے ساتھ ساتھ دونوں پیغمبروں کے ناموں کو بھی یکساں طور پر درج کیا گیا ہے۔

☆ اسی طرح سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1] سورۃ آل عمران (3-59)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

"اور اگر ہم چاہتے تو ان نشانیوں سے اس (کے درجات) کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا۔ ایسے شخص کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو بھی ہانپتا ہے اور نہ کرے تو بھی ہانپتا ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا"[1]

یہ کلمہ "الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا" یعنی جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں" قرآن مجید میں 5 دفعہ آیا ہے جبکہ "کلب" یعنی کتے کا نام بھی پورے قرآن میں 5 دفعہ ہی دہرایا گیا ہے۔

☆ اسی طرح سورۃ "فاطر" میں فرمایا کہ

"اندھیرا اور روشنی ایک جیسے نہیں ہیں"[2]

اب اندھیرے کو عربی میں "ظلمت" کہتے ہیں اور قرآن میں یہ لفظ 23 مرتبہ دہرایا گیا ہے۔ جبکہ لفظ روشنی یعنی "نور"، کو 24 مرتبہ دہرایا گیا ہے۔[3]

☆ قرآن مجید میں "سَبْعَ سَمٰوٰت" یعنی سات آسمانوں کا ذکر 7 مرتبہ ہی ہوا ہے۔ نیز آسمانوں کے بنائے جانے کے لیے لفظ "خَلَقَ" بھی 7 مرتبہ ہی دہرایا گیا ہے۔

---

[1] الاعراف، 7: 176

[2] فاطر، (35:20)

[3] IS QUR'AN WORD OF GOD PART II (A lecture by Dr. Zakir Naik . at www.irf.net

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ لفظ "یَوم" یعنی دن 365 مرتبہ، جبکہ جمع کے طور پر "یَومَین یا اَیَّام" 30 مرتبہ اور لفظ "شَھر" یعنی مہینہ 12 دفعہ دہرایا گیا ہے۔

☆ لفظ "شَجَرَۃ" یعنی درخت اور لفظ "نَبَات" یعنی پودے، دونوں یکساں طور پر 26 مرتبہ ہی دہرائے گئے ہیں۔

☆ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق "انعام" دینے کا لفظ 117 مرتبہ استعمال ہوا ہے جبکہ معاف کرنے کا لفظ "مَغفِرَہ" 234 مرتبہ یعنی دگنی تعداد میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو معاف کرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔

☆ جب لفظ "قُل" یعنی کہو، کو گنا گیا تو وہ 332 دفعہ شمار ہوا۔ جبکہ لفظ "قَالوا" یعنی وہ کہتے ہیں یا پوچھتے ہیں؟ کو شمار کیا گیا تو وہ بھی 332 مرتبہ ہی قرآن میں دہرایا گیا ہے۔

☆ لفظ "دُنیا" اور "آخِرَت"، دونوں مساوی طور پر 115 دفعہ ہی دہرائے گئے ہیں۔

☆ لفظ "شَیطَان" 88 مرتبہ جبکہ لفظ "مَلَائِکَہ" یعنی فرشتے کو بھی 88 دفعہ ہی دہرایا گیا ہے۔

☆ لفظ "اِیمَان" 25 دفعہ اور لفظ "کُفر" بھی اتنی مرتبہ ہی استعمال ہوا ہے۔

☆ لفظ "جَنَّت" اور لفظ "جَھَنَّم" یکساں تعداد میں یعنی 77 مرتبہ دہرائے گئے ہیں۔

☆ لفظ "زَکوٰۃ" یعنی پاک کرنا، کو قرآن مجید میں 32 دفعہ دہرایا گیا ہے جبکہ لفظ "بَرَکَاۃ" یعنی برکت کو بھی 32 دفعہ ہی استعمال کیا گیا ہے۔

☆ لفظ "اَلاَبرَار" یعنی نیک لوگ کو 6 دفعہ دہرایا گیا ہے اس کے مقابلہ میں لفظ "اَلفُجَّار" یعنی برے لوگ یا گنہگار لوگ، کو صرف 3 مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ لفظ "خَمَر" یعنی شراب قرآن میں 6 مرتبہ استعمال ہوا ہے جبکہ لفظ "سَکارٰی" یعنی نشہ یا شراب پینے والا، بھی 6 مرتبہ ہی دہرایا گیا ہے۔

☆ لفظ "لِسَان" یعنی زبان کو 25 دفعہ لکھا گیا ہے اور لفظ "خِطَاب" یعنی بات یا کلام، کو بھی 25 مرتبہ ہی دہرایا گیا ہے۔

☆ لفظ "مَنْفَعَہ" یعنی فائدہ، اور اس کے متضاد لفظ "خُسْرَان" یعنی خسارہ، نقصان' کو بھی یکساں طور پر 50,50 مرتبہ ہی دہرایا گیا ہے۔

☆ لفظ "مَحَبَّہ" یعنی دوستی اور لفظ "طَاعَہ" یعنی فرمانبرداری" دونوں مساوی طور پر 83 مرتبہ ہی دہرائے گئے ہیں۔

☆ لفظ "مُصِیبَۃ" یعنی تکلیف یا غم، 75 مرتبہ استعمال ہوا ہے اور لفظ "شُکْر" یعنی شکر گزار ہونا' حق بات کو ماننا، بھی 75 مرتبہ ہی دہرایا گیا ہے۔

☆ لفظ "اِمرَاَۃ" یعنی عورت اور لفظ "رَجُل" یعنی مرد یا آدمی، دونوں یکساں طور پر 23,23 مرتبہ ہی دہرائے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں ان الفاظ کا اتنی مرتبہ دہرانا بڑا دلچسپ اور حیران کن ہے۔ کیونکہ جدید سائنس کے مطابق انسانی جنین کی تشکیل میں بھی 46 کروموسومز حصہ لیتے ہیں اور ان میں 23 کروموسومز ماں کے اور 23 ہی باپ کے ہوتے ہیں اور یہ مرد کے جرثومے اور عورت کے بیضے میں موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں دہرائے گئے ان الفاظ کی جدید سائنس کے ساتھ مطابقت بڑی معنی خیز ہے۔

☆ لفظ "صَلَوَات" یعنی نمازیں، 5 دفعہ دہرایا گیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دن رات میں کل پانچ نمازیں ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے لفظ "اَلْاِنْسَان" یعنی آدمی، بشر کا لفظ 65 مرتبہ دہرایا ہے۔ جبکہ انسان کی تشکیل کے سب مراحل کو بھی اتنی ہی دفعہ دہرایا ہے۔ ان مراحل کی تفصیل درج ذیل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُرَاب (مٹی)	17دفعہ
نُطْفَہ (منی کا قطرہ یا بوند)	12 دفعہ
عَلَق (جمے ہوئے خون کا لوتھڑا)	6دفعہ
مُضْغَہ (بوٹی)	3 دفعہ
عظَام (ہڈیاں)	15 دفعہ
لَحْم (گوشت)	12 دفعہ
مجموعہ	**65 دفعہ**

اس لیے ان الفاظ کے درمیان مطابقت بھی بڑی معنی خیز ہے۔

☆ لفظ "اَرْض" یعنی زمین کو قرآن مجید میں 13 دفعہ دہرایا گیا ہے۔ جبکہ لفظ "بَحْر" یعنی سمندر یا دریا، کو 32 دفعہ دہرایا گیا ہے۔ ان دونوں کا مجموعہ 45 بنتا ہے۔

چنانچہ ان کی نسبت کو معلوم کرنے کے لیے زمین اور سمندر کے انفرادی عدد کو ان دونوں کے مجموعے سے تقسیم کرتے ہیں تو درج ذیل نتیجہ سامنے آتا ہے۔

زمین کے لیے 100 = 45/13 %28.888888889

سمندر کے لیے 100 = 45/32 %71.111111111

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درج بالا حاصل ہونے والا نتیجہ جدید سائنس کے عین مطابق ہے۔ جس کے مطابق بھی زمین پر 71% پانی جبکہ 29% خشکی پائی جاتی ہے۔ [1]

مذکورہ بالا تفصیل پر غور وخوض کے بعد یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کا حسابی نظام اتنا پیچیدہ مگر منظم ہے کہ یہ انسانی عقل کے بس کی بات نہیں، لاریب تمام جن وانس مل کر بھی ایسی بے مثال محیر العقول کتاب تیار نہیں کر سکتے۔ حالاتِ حاضرہ پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس وقت شام، دمشق، مصر اور عراق وغیرہ میں لاکھوں عیسائی اور یہودی ایک اندازے کے مطابق 1 کروڑ 40 لاکھ کے قریب موجود ہیں، جن کی مادری زبان عربی ہے جو عربی زبان میں نثر لکھنے پر قادر ہیں جن کی ادارت میں اخبار اور رسائل اشاعت پذیر ہیں، ان میں ایسے ایسے ادیب اور ماہر لسانیات ہیں جنہوں نے لغاتِ عربیہ پر نظر المحیط، المنجد، اقرب الموارد اور المحیط جیسی ضخیم کتابیں لکھ ڈالیں مگر وہ تورات، زبور اور انجیل کے بارے میں اس قسم کے کمپیوٹر ائزڈ نظام نہ پیش کر سکے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے یہ نظام ازل ہی سے قرآن مجید کے لیے مختص فرما دیا تھا جس کا اظہار اب کمپیوٹر کے زمانے میں ہوا ہے۔

نوٹ:۔ انٹرنیٹ پر یہ مضمون اس لنک پر دستیاب ہے۔

[1] http://www.miraclesofthequran.com/index2.html

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختتامی کلمات

قرآن مجید جیسی کتاب کا لکھنا کسی بھی مخلوق کے بس کی بات نہ تھی، نہ ہے اور نہ ہو گی، یہ اس خدا کا کلام ہے جو زبردست قدرت رکھتا ہے، جو تمام کائنات کا پیدا کرنے والا اور اس پر دسترس رکھنے والا ہے۔ وہ ہر چیز کے بارے میں مکمل علم رکھتا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی انسان اس زمانے میں ان سائنسی دریافتوں، حقیقتوں اور عجوبوں کو اس طرح جامع اور احسن طریقے سے بیان کرتا کہ جیسے آج جدید سائنس کی معلومات کے بعد ہوا ہے کیونکہ اس زمانے میں یعنی 1400 سال پہلے جدید سائنس کا وجود بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ کوئی خلائی دوربین تک بھی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ انسان کے نازک اعضا کے آپریشن و پیوند کاری اور منتقلی وغیرہ کا تصور بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ آسمان کی بلندیوں اور سمندروں کی گہرائیوں کے متعلق جاننا صرف ایک خواب تھا۔

قدرت کے رازوں کے متعلق مکمل اور جامع علم صرف اللہ ہی کی ذات کو ہے یہ انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ قدرت کے تمام رازوں کا احاطہ کر سکے یا ان کی تشریح کر سکے۔ بہر حال انسان نے ان رازوں کو پانے کے لیے جتنی بھی تحقیق و جستجو کی ہے اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود طاقت و علم کا معترف ہی ہوا ہے کیونکہ کائنات میں ہر چیز کسی اصول و ضابطہ کے تحت ہی کام کر رہی ہے۔ اور یہ اصول اور ضابطے اتفاقی نہیں بلکہ یہ کسی بنانے والے کے بنائے ہوئے ہیں اور اس ہستی کو مسلمان اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ اس لیے اس تمام مطالعہ اور تحقیق کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جدید سائنس نے جن دریافتوں اور حقیقتوں کو آج بے نقاب کیا ہے اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں' ان میں سے اکثر کے بارے میں قرآن مجید میں پہلے سے ہی معلومات موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بعض جگہ مختصراً اور بعض جگہ جامع انداز میں بیان کیا ہے اور انسان کو ان نشانیوں کو دیکھنے اور سمجھنے کی دعوت دی ہے۔ تاہم ان نشانیوں کو سمجھنا جدید سائنس کے بغیر ناممکن تھا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قدیم مفسرین کی تفاسیر میں ان باتوں کا ذکر موجود نہیں ہے اور آج ہم جدید سائنسی معلومات کی بدولت اُن آیات کی کسی حد تک صحیح تشریح کرنے کے قابل ہو سکے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اس کتاب کے الہامی ہونے پر شک کرنے والوں کو چیلنج کیا تھا کہ اگر تمہیں اس کتاب کے منزل من اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے پر شک ہے تو اس کتاب جیسی کوئی کتاب لا کر دکھا دو، چاہے تمام کائنات کے جن وانس مل جاؤ مگر اس جیسی کتاب لا کر نہیں دکھا سکتے۔ یہ چیلنج درج ذیل آیت میں موجود ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾

کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں" [1]

اور یہ چیلنج آج بھی بلکہ قیامت تک کے لیے برقرار ہے۔ آج دنیا میں تقریباً ایک کروڑ 40 لاکھ ایسے عیسائی یا غیر مسلم موجود ہیں کہ جن کی مادری زبان عربی ہے، مگر آج تک کسی کو یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور نہ ان شاء اللہ ہو سکے گی۔ میرے خیال میں اگر کوئی نیک نیتی سے اس پر سوچے تو وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ خدائے ذوالجلال کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ درج ذیل آیت میں فرماتا ہے:

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

"عنقریب ہم انہیں کائنات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور ان کے اپنے (نفس کے) اندر بھی، یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ قرآن حق ہے، کیا یہ بات کافی نہیں کہ آپ کا پروردگار ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے" [2]

میں اپنی بات کو ڈاکٹر حافظ حقانی میاں کی اس تقریر پر ختم کرتا ہوں "سائنس اس چیز کو بالائے طاق رکھ کر کہ مذہب کے حواری کیا کہتے ہیں اور مذہب کے دشمن کیا پیش کرتے ہیں حقائق کی طرف بڑھ رہی ہے، اگر کوئی مذہب حقائق کی بنیاد پر کھڑا ہے تو گھبرانے

---

[1] بنی اسرآئیل، 17:88

[2] حٰم السجدہ، 41:53

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ سائنس کی آخری منزل وہی حقیقت کل ہو گی جسے دنیا خدا کہتی ہے۔چرچ چیختا ہے تو چیختا رہے 'مندر کی پیشانی پر بل پڑتے ہیں تو پڑتے رہیں 'لیکن مسجدوں میں کاہے کا واویلا 'جب کہ وہاں زمین نہ تو ساکن ہے اور نہ ہی بیل کے سینگوں پر کھڑی ہے 'وہ اگر گلیلیو کو پھانسی دیتے ہیں تو صرف اس لیے کہ اس نے زمین کو متحرک ثابت کیا اور چاند پر پہاڑ بتائے۔

آپ خواہ مخواہ کیوں شیر آیا شیر آیا کہہ کر قوم کو اور اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں 'گھبرائیے نہیں، قرآن کا خدا صرف شاعر نہیں ہے بلکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا حساب دان اور سائنس دان بھی ہے.....وہ خدا مر گئے جو صرف چند سالوں اور چند صدیوں کی باتیں کرتے تھے...وہ خدا زندہ جاوید ہے جس کے لیے ہمارا مستقبل بھی ماضی ہے:

یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند

بہار ہو کہ خزاں لاالہ الااللہ

مؤلف۔طارق اقبال سہارنپوری ۔جدہ ۔سعودی عرب

برائے رابطہ:

tiks88@hotmail.com

tiks88@gmail.com

Mobile No. 00966-506071697

کتاب کا آن لائن لنک یہ ہے۔

/http://quraaninurdu.blogspot.com

فیس بک کا لنک۔

http://www.facebook.com/photo.php?id=100000183656353&pid=155267#

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ